تفصیلی دلائل کے ساتھ مزین اپنے موضوع پر منفرد کتاب

مرد و عورت کی نماز کے فرق پر

تفصیلی جائزہ

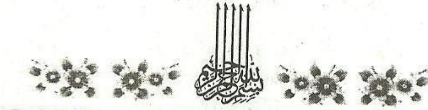
تالیف

استاذ المناظرین
حضرت مولانا منیر احمد منوّر صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث
جامعہ اسلامیہ باب العلوم

زیر سرپرستی
حکیم العصر محدثِ دوراں
ولیِ کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

باہتمام
اُستاذُ العُلماء
حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ
ناظم اعلیٰ
جامعہ اسلامیہ باب العلوم

نظامی



تفصیلی دلائل کے ساتھ مزین اپنے موضوع پر منفرد کتاب

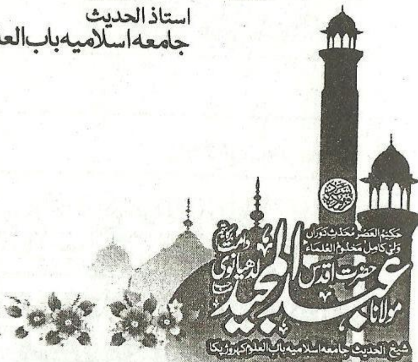
مرد و عورت کی نماز کے فرق پر

تفصیلی جائزہ

تالیف

استاذ المناظرین حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ

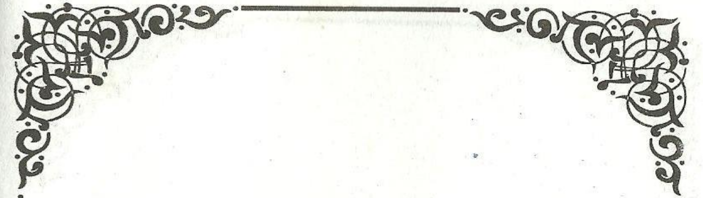
استاذ الحدیث
جامعہ اسلامیہ باب العلوم



باہتمام

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ
ناظم اعلیٰ
جامعہ اسلامیہ باب العلوم

ناشر: مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑپکا 0300-6804071



اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ



چنانچہ "مرد وعورت کی نماز کے فرق پر تفصیلی جائزہ" اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت الاستاذ کی دعاؤں کی برکت سے حضرت کی اسی خواہش کی تکمیل ہے......اے اللہ! تیرا ایک سیاہ کار، گناہ گار بندہ ایک حقیر سے عمل کی پونجی لیکر تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہے اس کی سیاہ کاریوں پر قلم عفو پھیر کر اس کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمالے اور قبول فرما کر اس کو دنیا میں ہدایت کا اور آخرت میں میرے لئے ، میرے اساتذہ ، میرے والدین، میرے دونوں جواں سال مرحوم بیٹوں اور جملہ معاونین کے لیے نجات کا ذریعہ بنا، (آمین ثم آمین)

(مولانا) منیر احمد منور غفرلہ
جامعہ اسلامیہ باب العلوم
کہروڑپکا



الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده ، اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاو ارزقنا اجتنابه

تمہیدی امور:

احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، آثار تابعین وتبع تابعین، اجماع امت اور اصول شریعت کے لحاظ سے مردوں اور عورتوں کے بعض مسائل نماز میں جو فرق ہے۔اس کے جاننے سے پہلے بطور مقدمہ چند امور کا گوش گزار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

امر اول (عورت اور ستر بدن):

شریعت اسلام میں عورتوں سے متعلقہ احکام وقوانین میں، ستر بدن کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اس کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے بلکہ ان احکامات کی بنیادی وجہ ہی ستر بدن ہے صنف نازک کی سرشت میں قدرت کی جانب سے ودیعت کردہ شرم وحیاء کا اور ان کی عفت وپاکدامنی کی حفاظت کا تقاضا بھی یہی ہے، عربی میں عورت کا لفظ انسان کے ان اعضاء پر بولا جاتا ہے جن کا شریعت میں اور حیاء دار معاشرہ میں چھپانا ضروری سمجھا جاتا ہے، پس صنف نازک کے لیے لفظ عورت یا مستورات کی تعبیر بھی اس کی پردہ پوشی والی صفت وخوبی کو ظاہر کرتی ہے، ذیل میں عورتوں سے متعلقہ چند احکامِ شرع اور تعلیمات اسلام ملاحظہ کیجئے۔

(۱)......امہات المؤمنین، ازواج مطہرات کو حکم ہے" وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح (زیبائش ونمائش کے ساتھ) نہ نکلو، جب ازواج مطہرات، طاہرات، طیبات کو یہ حکم ہے تو دوسری عورتوں کے لیے تو یہ حکم اور بھی زیادہ ضروری ہوگا۔

۲......"وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا" اور عورتیں اپنی زیب وزینت کو ظاہر نہ کریں مگر (غیر اختیاری طور پر) جو ظاہر ہو جائے (وہ گناہ نہیں) جب عورت کے لیے زینت کو ظاہر کرنا جائز نہیں تو مواضع زینت کو ظاہر کرنا بطریق اولیٰ جائز نہیں، دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔

۳......"وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِھِنَّ" اور عورتوں کو چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فوائد عثمانی میں لکھتے ہیں، بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے، اس کے مزید تستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی.....قرآن کریم نے بتلادیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لاکر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح گردن اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔

۴......"یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِھِنَّ" اے نبی کہہ دیجئے اپنی بیویوں، بیٹیوں کو اور مؤمنین کی عورتوں کو کہ وہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکالیں، عورتوں نے کپڑے بھی پہنے ہوئے ہیں اس کے باوجود ان کو حکم ہے کہ وہ ایک بڑی چادر کے ساتھ اپنے پورے بدن کو چھپائیں، اس سے عورت کے لیے ستر بدن کی اہمیت وتاکید کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

۵......اور جو عورتیں اتنی بوڑھی ہوں کہ ان میں مردوں کے لیے کوئی کشش باقی نہ رہے اور نہ ہی وہ نکاح کی حاجت محسوس کریں تو ایسی بوڑھی عورتیں اگر پردے والے اپنے زائد کپڑے اتار دیں تو کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ زیب وزینت کرکے باہر نہ نکلیں "وَاَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّھُنَّ" تاہم اگر وہ اپنے ان زائد کپڑوں کو اتارنے سے احتیاط کریں تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔

۶......"لَعَنَ اللّٰہُ الۡکَاسِیَاتِ الۡعَارِیَاتِ" (احکام القرآن ابن عربی ج ۲ ص ۱۱۴) اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو کپڑا پہننے کے باوجود بدن کو ظاہر کرنے والی ہیں، (لباس کے باریک یا چست ہونیکی وجہ سے) "وَمِنَ التَّبَرُّجِ اَنۡ تَلۡبَسَ الۡمَرۡاَۃُ ثَوۡبًا رَقِیۡقًا یَصِفُھَا" جاہلیت

اولیٰ کی طرح نکلنے کی ایک قسم یہ ہے کہ عورت باریک کپڑا پہنے جو اس کے بدن کی کیفیت کو ظاہر کرے، ایک اور حدیث میں ہے جو عورتیں کپڑا پہننے کے باوجود بدن کو ظاہر کرنے والی ہیں وہ نہ جنت میں داخل ہونگی اور نہ جنت کی خوشبو پائینگی (مسلم ج ۲ ص ۲۰۵)۔

۷......"اِنَّ الۡمَرۡاَۃَ عَوۡرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتۡ اِسۡتَشۡرَفَھَا الشَّیۡطَانُ" (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲) بے شک عورت سراپا ستر ہے اس کو چھپایا جائے، کیونکہ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔

۸......"لَیۡسَ لِلنِّسَآءِ فِی الۡجَنَازَۃِ نَصِیۡبٌ" (رواہ الطبرانی) عورتوں کے لیے جنازہ میں کوئی حصہ نہیں۔

"لَیۡسَ لِلنِّسَآءِ فِیۡ اِتِّبَاعِ الۡجَنَازَۃِ اَجۡرٌ" (بیہقی) عورتوں کے لیے جنازہ کے پیچھے جانے میں کوئی اجر نہیں ہے۔

۹......علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "لَا یَحِلُّ لِلۡمُسۡلِمَۃِ اَنۡ تَنۡکَشِفَ بَیۡنَ یَدَیۡ یَھُوۡدِیَّۃٍ اَوۡ نَصۡرَانِیَّۃٍ اَوۡ مُشۡرِکَۃٍ اِلَّا اَنۡ تَکُوۡنَ اَمَۃً لَّھَا" مسلمان عورت کے لیے روا نہیں کہ وہ بے پردہ کسی یہودیہ، نصرانیہ یا مشرکہ کے سامنے ہو مگر یہ کہ وہ اس کی اپنی لونڈی ہو۔

۱۰......"وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡھُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡھُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ" جب عورتوں سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو ان سے مانگو پس پردہ۔

۱۱......"یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا" اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت طلب کئے داخل نہ ہوا کرو (مستورات پردہ میں ہو جائیں)۔

۱۲......رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی کے دروازہ پر جاتے تو دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے (تاکہ دروازہ کھلنے کی صورت میں مستورات پر نظر نہ پڑے)۔

⑬ ......عورت کا بدن تو اپنی جگہ، عورت کی آواز بھی عورت ہے، یعنی عورت کی نسوانی پر کشش آواز بھی اجنبی مردوں کے کانوں میں نہ جائے قرآن کریم میں حکم ہے" فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ "یعنی اگر اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کو کلام کرنا پڑے تو وہ نرم پر کشش آواز سے بات نہ کریں بلکہ کرخت آواز اور سخت لب ولہجہ کے ساتھ بات کریں تاکہ اس کی پر کشش نسوانی آواز اس کی ذات کی طرح چھپی رہے اور اس کا ظاہر ہونا باعث فتنہ نہ بن جائے۔

⑭ ......"لَیْسَ لِلنِّسَاءِ سَلَامٌ وَلَا عَلَیْهِنَّ" (الحلیہ لابی نعیم) عورتوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اجنبی مردوں کو سلام کریں یا ان کے سلام کا جواب دیں۔

⑮ ......"وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ" عورتیں اپنے پاؤں اس انداز سے زمین پر نہ ماریں کہ پازیب کی جھنکار سنائی دے، (یہی حکم ہے دیگر زیورات اور چوڑی وغیرہ کا)۔

⑯ ......"اَلَا وَطِیْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِیْحَ لَهٗ" آگاہ ہو جاؤ عورتوں کے لیے ایسا عطر ہونا چاہیے جو رنگ دار ہو مگر خوشبو دار نہ ہو، پس عورت کی عظمت اس میں ہے کہ اس کا بدن اجنبی مردوں کی نظروں سے اس کی آواز اور اس کے زیورات کی آواز ان کے کانوں سے اور اس کے لگائے ہوئے عطر کی خوشبو ان کی ناک سے پوشیدہ رہے۔

⑰ ......عام حالات میں عورت پر جہاد فرض نہیں اس کی مختلف وجوہ کے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ فرضیتِ جہاد ستر بدن کے خلاف ہے۔

⑱ ......عورت پر معاشی بوجھ نہیں ڈالا گیا بلکہ اس کی تمام تر ضرورتوں کا مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ عورت کا کسب معاش کے لیے باہر نکلنا ستر بدن کے خلاف ہے۔

⑲ ......عورت حاکم اور قاضی نہیں بن سکتی کیونکہ یہ بھی ستر بدن کے خلاف ہے۔

⑳ ......عورت سے متعلقہ احکامِ حج میں بھی ستر بدن ہی بنیاد نظر آتی ہے ① مرد کے لئے

حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے جبکہ عورت کے لیے سلے کپڑے پہننا ممنوع نہیں تاکہ وہ اپنے بدن کو اچھی طرح چھپا سکے ② مرد کے لیے حالت احرام میں موزے اور دستانے پہننا ممنوع ہے جبکہ عورت موزے اور دستانے پہن سکتی ہے ③ مرد اپنا سر اور چہرہ کھلا رکھے جبکہ عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپے لیکن چہرے کے ڈھانپنے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے بلکہ کپڑا چہرے سے دور رہے، پھر اگر وہاں اجنبی مرد نہ ہوں تو چہرہ ڈھانپنا مستحب ہے اور اگر اجنبی مرد موجود ہوں تو چہرہ ڈھانپنا واجب ہے اس کی وجہ بھی عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

㉑ ......حدود میں مرد و عورت کا فرق: حد میں مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے اس کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے" یُضْرَبُ الرِّجَالُ فِی الْحُدُوْدِ قِیَامًا وَالنِّسَاءُ قُعُوْدًا "یعنی حدود میں مردوں کو کوڑے لگائے جائینگے کھڑا کر کے اور عورتوں کو بٹھا کر (تبیین الحقائق مع التخریج ج۳ ص۵۵۶) اس میں حکمت یہ ہے کہ عورت کا سارا بدن ستر ہے یعنی اس کا چھپانا فرض ہے، پس اگر عورت کو کھڑا کر کے حد لگائیں تو اس کے کشف عورت یعنی بدن ظاہر ہونے کا خطرہ ہے ② تہہ بند کے علاوہ مرد کے دوسرے کپڑے اتار کر حد لگائی جائے گی جبکہ عورت کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے البتہ کوٹ، جرسی، وغیرہ زائد کپڑے اتار دیئے جائیں گے تاکہ حد کا مقصد بھی حاصل ہو (یعنی تکلیف پہنچانا) اور ستر پوشی بھی قائم رہے ③ رجم میں عورت کے لیے سینہ کے برابر گڑھا کھودا جائے گا جبکہ مرد کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم......ہم نے ماعز کو رجم کرتے وقت نہ گڑھا کھودا اور نہ اس کو باندھا اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے غامدیہ کے لیے اس کے سینہ تک گڑھا کھودا تھا (رواہ مسلم واحمد وابوداود) نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی "شُرَاحَهٗ هَمْدَانِیَهٗ" کے لیے رجم کے وقت گڑھا کھودا تھا (عینی شرح کنز مع حاشیہ ج۲ ص۳۱۰)

اور علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَلاَ نَّهَا رُبَمَا تَضْطَرِبُ اِذَا اَصَابَتْهَا الْحِجَارَةُ فَتَبْدُوْا اَعْضَائُهَا وَهِيَ كُلُّهَا عَوْرَةٌ فَكَانَ الْحَفْرُ اَسْتَرَلَهَا" (تبیین الحقائق ج۳ص۱۷۱) اور اس لیے بھی گڑھا کھود لینا زیادہ بہتر ہے کہ جب عورت کو پتھر لگیں گے تو وہ تڑپے گی اور اس کے اعضاء ظاہر ہو جائیں گے حالانکہ عورت کا پورا بدن قابل ستر ہے پس گڑھا کھودنا اس کے بدن کو چھپانے کا ذریعہ ہے۔

(۲۲)......موت کے بعد بھی مردہ عورت کے لیے شریعت نے ستر بدن کا بہت لحاظ کیا ہے چنانچہ مرد کے کفن میں تین کپڑے ہوتے ہیں قمیص، لفافہ، چادر، عورت کے لیے پانچ کپڑے ہیں مذکورہ تین کپڑوں کے علاوہ دوپٹہ اور سینہ بند بھی ہے یہ دو زائد کپڑے عورت کی مزید پردہ پوشی کے لیے ہیں۔

(۲۳)......اسی طرح دفن کے وقت عورت کی قبر کو بڑی چادر کے ساتھ ڈھانپ کر عورت کو قبر میں اتارا جائے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ ایک میت کو دفن کر رہے ہیں اور قبر پر کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کو کھینچ لیا اور فرمایا "اِنَّمَا يُصْنَعُ هٰذَا لِلنِّسَاءِ" یہ صرف اور صرف عورتوں کے لیے کیا جاتا ہے "وَلِاَنَّ مَبْنٰى حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَمَبْنٰى حَالِ الرِّجَالِ عَلَى الْكَشْفِ" اور اس لیے بھی کہ عورتوں کے حکم کی بنیاد ستر بدن پر ہے، اور مردوں کے حکم کی بنیاد کشف وظہور پر ہے (تبیین الحقائق ج۱ص۲۴۵)

مذکورہ بالا احکامات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان احکامات کی اصل وجہ اور بنیادی علت "ستر بدن" ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں یہ علت صراحتاً ذکر کی گئی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے "فَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا فِيْ فَخِذَيْهِ كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا" (تفصیلی جائزہ ص۶۲ ملاحظہ کیجیے) عورت، جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ اس طرح ملادے جو اس کے لیے زیادہ

سے زیادہ پردے کا موجب ہو، اور فقہاء کرام نے بھی عورتوں کے مخصوص مسائل نماز کو بیان کرتے ہوئے ستر بدن کو ہی بطور علت کے ذکر کیا ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

تنبیہ:

رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا فرمان مبارک اور مذکورہ بالا احکام سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے احکام اسلام کی بنیاد "ستر بدن" کے اصول پر ہے، لہٰذا جب عورتوں کے بارے نماز کا کوئی مسئلہ درپیش ہو اور اس کا احادیث میں صراحتاً حکم مذکور نہ ہو تو ستر بدن کے اصول کے تحت اس مسئلہ کو حل کیا جائیگا، یعنی عورت کے لیے اس مسئلہ میں عمل کی وہ کیفیت زیادہ بہتر ہوگی، جس میں عورت کے لیے ستر بدن کی زیادہ رعایت ہوگی۔

امر دوم (حدیث ضعیف اور موضوع میں فرق):

حدیث کی دو قسمیں ہیں، موضوع اور غیر موضوع، موضوع کا مطلب ہے جھوٹی اور من گھڑت، اور غیر موضوع کا مطلب ہے کہ وہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت نہیں بلکہ نبی پاک ﷺ کی حدیث ہے، پھر آگے راویوں کے ثقہ وضعیف ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں بنتی ہیں اگر حدیث کو بیان کرنے والے سارے راوی ثقہ ہوں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور اگر ان میں کوئی ایک راوی بھی ضعیف ہو تو وہ حدیث ضعیف شمار ہوتی ہے، اور اگر راوی درمیانے درجہ کا ہو یعنی نہ پورے طور پر ثقہ ہو اور نہ پورے طور پر ضعیف ہو بلکہ بین بین ہو تو اس کی حدیث حسن شمار ہوتی ہے، اس سے پتہ چلا کہ موضوع حدیث نبی پاک ﷺ کی حدیث نہیں ہوتی بلکہ موضوع حدیث اس جھوٹ کو کہا جاتا ہے جو خود اختراع کر کے اس کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کر دی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا یا آپ نے یوں کیا، جبکہ ضعیف حدیث نبی پاک ﷺ کی حدیث ہوتی ہے اس لئے جیسے حدیث صحیح اور حسن کا منکر، منکر حدیث ہے اسی طرح ضعیف حدیث کا منکر بھی منکرِ حدیث ہے، پس موضوع حدیث کی مثال مردہ کی طرح ہے اور ضعیف حدیث کی مثال بیمار کی طرح ہے مردہ کو قیمتی سے قیمتی اور طاقتور

سے طاقتور دوائیاں کھلائیں وہ نہ اٹھے گا نہ بولے گا، نہ آنکھ کھولے گا، لیکن اگر بیمار کو اگر مناسب دوائی کھلائی جائے تو ممکن ہے کہ وہ صحت یاب ہو کر صحت مند اور تندرست لوگوں کی طرح کھڑا ہو جائے، یا پھر موضوع حدیث کی مثال جعلی نوٹ کی طرح ہے جو عید کے موقع پر بچوں کو خوش کرنے کے لیے بنالئے جاتے ہیں اور ضعیف حدیث کی مثال اصلی کمزور نوٹ کی طرح ہے جعلی نوٹ کبھی نہیں چل سکتا، جبکہ اصلی کمزور نوٹ کو ٹیپ وغیرہ لگا دینے سے چل جاتا ہے اسی طرح موضوع حدیث امت میں کبھی بھی نہ چلی ہے اور نہ ہی چل سکتی ہے اور نہ کسی مسئلہ کے لیے بنیاد بن سکتی ہے، لیکن فقہاء اور محدثین کے چند اصول ہیں ان کے مطابق ضعیف حدیث صحیح حدیث سے بھی مضبوط اور قوی تر بن جاتی ہے، اس لیے غیر مقلدین علماء وجہلاء جو ایک ہی سانس میں گردان پڑھ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع ہے جھوٹی ہے من گھڑت ہے نبی پاک ﷺ پر بہتان ہے، حدیث موضوع اور ضعیف میں فرق نہ کرنے کا نتیجہ ہے، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو غلطی سے موضوع لکھدیا اس پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "لِاَنَّہٗ تَسَاھُلٌ مِنْہُ فَالصَّوَابُ اَنَّہٗ ضَعِیْفٌ لَا مَوْضُوْعٌ" (فتح المبین ص ۳۳) ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حکم میں غفلت ہوئی ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔

واقعہ:

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اتوار یا جمعرات کو پچھنے لگوانے میں مرض برص کا اندیشہ ہے" ایک محدث نے اس حدیث کو ضعیف کہہ کر قصداً اتوار کے دن پچھنے لگوائے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برص میں مبتلا ہو گئے چند روز کے بعد ایک شب کو رسول مقبول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مرض کی شکایت کرنے لگے تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ "جیسا کیا ویسا بھگتو اتوار کے دن پچھنے کیوں لگوائے تھے؟" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس حدیث کا راوی ضعیف تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "حدیث تو میری نقل کرتا تھا" عرض کیا

یا رسول اللہ خطاء ہوئی میں توبہ کرتا ہوں یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور صبح کو آنکھ کھلی تو مرض کا نشان بھی نہ رہا (تبلیغ دین ص ۷۶ مؤلفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

خلاصہ:

ضعیف حدیث بھی نبی کریم ﷺ کی حدیث ہوتی ہے اس لئے بالکلیہ ضعیف حدیث کا انکار، انکار حدیث ہے، اور اس کو جان بوجھ کر موضوع یا جھوٹ اور من گھڑت کہنا جہالت اور حماقت ہے۔

امر سوم (عمل بالحدیث کا معیار سند نہیں):

محدثین کا راویوں کے متعلق ثقہ وضعیف ہونے کا فیصلہ یا حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ، قرآن وحدیث کا فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ محدثین کی اپنی اجتہادی رائے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین کے درمیان راویوں کے ثقہ وضعیف ہونے کے بارے شدید اختلاف پایا جاتا ہے ایک راوی کو ایک محدث ثقہ کہتا ہے تو دوسرا اسی کو ضعیف بلکہ کذاب ودجال کہتا ہے ایک حدیث کو ایک محدث صحیح کہتا ہے دوسرا اسی کو ضعیف کہتا ہے دو پتھروں کے ساتھ استنجاء والی حضرت ابن مسعود کی حدیث جو زہیر عن ابی اسحاق کی سند سے مروی ہے اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیکر صحیح بخاری ص ۲۷ میں نقل کیا ہے، لیکن اسی حدیث کو امام ترمذی نے جامع ترمذی ص ۱۱ میں ضعیف ثابت کیا ہے۔

مجتہد کی اجتہادی رائے میں خطاء وصواب کے دونوں احتمال ہوتے ہیں، محدث جس حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی وہ اسی طرح صحیح یا ضعیف ہو بلکہ ہو سکتا ہے جس حدیث کو وہ صحیح کہہ رہا ہے نفس الامر میں صحیح نہ ہو، اور جس حدیث کو اس نے ضعیف کہا ہے ممکن ہے نفس الامری حکم کے اعتبار سے صحیح ہو، اس لئے علامہ ابن صلاح کہتے ہیں "وَمَتٰی قَالُوْا ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ فَمَعْنَاہُ اَنَّہُ اِتَّصَلَ سَنَدُہٗ مَعَ سَائِرِ الْاَوْصَافِ الْمَذْکُوْرَۃِ وَلَیْسَ مِنْ شَرْطِہٖ اَنْ یَّکُوْنَ مَقْطُوْعًا بِہٖ

فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ اِذْ مِنْہُ مَا یَنْفَرِدُ بِرِوَایَتِہٖ عَدَدٌ وَاحِدٌ وَلَیْسَ مِنَ الْاَخْبَارِ الَّتِیْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی تَلَقِّیْھَا بِالْقُبُوْلِ وَکَذَالِکَ اِذَا قَالُوْا فِیْ حَدِیْثٍ اَنَّہٗ غَیْرُ صَحِیْحٍ فَلَیْسَ ذَالِکَ قَطْعًا بِاَنَّہٗ کَذِبٌ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ اِذْ قَدْ یَکُوْنُ صِدْقًا فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ بِہٖ اَنَّہٗ لَمْ یَصِحَّ اِسْنَادُہٗ عَلَی الشَّرْطِ الْمَذْکُوْرِ'' (مقدمہ ابن صلاح ص ۸) اور جب محدثین حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل ہے اور وہ تمام صفات اس میں موجود ہیں جو صحت حدیث کے لیے محدثین کے ہاں ضروری ہیں، اور صحت حدیث کے لیے یہ شرط نہیں کہ نفس الامر میں بھی اس کی صحت قطعی ویقینی ہو، کیونکہ بعض دفعہ حدیث کا راوی فقط ایک آدمی ہوتا ہے اور وہ حدیث ان احادیث میں سے بھی نہیں ہوتی جن کی قبولیت پر اجماع اور تواتر عملی ہوتا ہے (تو ایسی صورت میں اس ایک راوی کی روایت کی وجہ سے نفس الامر میں صحت کا یقین نہیں کیا جاسکتا) اسی طرح محدثین جب کسی حدیث کے بارے یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ نفس الامر میں یقیناً جھوٹی ہے بلکہ وہ نفس الامر میں کبھی سچی ہوتی ہے، اس کا صرف اور صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں شرائط صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی ہے (گویا وہ محدثین کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے جس میں نفس الامر کے لحاظ سے صحیح اور غلط ہونے کے دونوں احتمال ہوتے ہیں) علامہ ابن صلاح کی اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

① جس حدیث پر فقہاء و محدثین کا عملی تواتر اور اجماع عملی ہو نفس الامر میں وہ حدیث یقیناً صحیح ہوتی ہے۔

② اور اگر اس حدیث پر تواتر عملی اور اجماع عملی نہ ہو تو محدثین کے صحت وضعف کے فیصلہ کے باوجود نفس الامر کے لحاظ سے اس کی صحت یا ضعف یقینی نہیں ہوتا بلکہ صحیح حدیث میں ضعف کا اور ضعیف حدیث میں صحت کا احتمال قائم ہوتا ہے، اس لیے سند کے

صحت وضعف کو معیار عمل نہیں بنایا جاسکتا لہٰذا محض کسی حدیث کی صحت کو دیکھ کر اس کے معمول بہ، قابل عمل اور قابل حجت ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی کسی حدیث کے ضعف کی وجہ سے اس کو متروک العمل اور نا قابل حجت قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری باب ''مَا یُذْکَرُ فِی الْفَخِذَیْنِ'' (ج ۱ ص ۵۳) میں رانیں کھلی کرنے کی حدیث حضرت انس ؓ سے نقل کی اور رانیں ڈھانپنے کی حدیث حضرت جرھد ؓ سے نقل کی اب عمل کس حدیث پر ہوگا؟ تو امام بخاری ؒ نے عمل کا فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا ''وَحَدِیْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِیْثُ جَرْھَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ اِخْتِلَافِھِمْ'' حضرت انس ؓ کی حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے لیکن حضرت جرھد کی حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں، یہاں امام بخاری ؒ نے عمل کا معیار صحت سند اور قوت سند کو نہیں بنایا بلکہ ''اَلْاَخْذُ بِالْاَحْوَطِ'' کے اصول کو اختیار کیا ہے، معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا معیار قوۃ سند اور ضعف سند نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ اور اصول ہیں، سند تو اس لئے ہے تاکہ سند کے ذریعہ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ حدیث موضوع ہے یا غیر موضوع ہے یعنی حدیث جھوٹی ہے یا جھوٹی نہیں، جب پتہ چل گیا کہ یہ موضوع نہیں تو اب اس کے بعد عمل کرنے یا نہ کرنے کے لیے سند کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اس کو عمل بالحدیث کے اصولوں پر پرکھا جائیگا، باقی اگر کہیں احناف نے سند کی قوۃ وضعف کا تقابل کر کے قوی السند حدیث کو معمول بہ اور ضعیف السند حدیث کو غیر معمول بہ کہا ہے تو وہ ان لوگوں پر الزام اور اتمام حجت کے طور پر کہا ہے، جو قوۃِ سند اور ضعفِ سند کو معیار بناتے ہیں، اپنے معیار عمل کے طور پر نہیں کہا، وہاں انداز یہ ہوتا ہے کہ جس حدیث پر حنفیہ عمل کرتے ہیں وہ تمہارے اصول کے مطابق بھی معمول بہ اور قابل حجت ہے کہ صحیح اور قوی السند ہے اور جس حدیث پر تم عمل کرتے ہو وہ خود تمہارے اصول کے مطابق بھی غیر معمول

بہ اور نا قابل حجت ہے کہ وہ ضعیف السند ہے، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار کے بعض مقامات میں رواۃ اور اسناد پر بحث کا انداز اختیار کرتے ہیں اور مخالف کو جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن ساتھ ہی معذرت کرتے ہیں کہ راویوں پر جرح قدح کرنا نہ ہمارا اصول نہ ہماری عادت، ہم نے جو یہ بحث کی ہے صرف مخالف کے ظلم کو ظاہر کرنے کے لیے کی ہے کہ یہی راوی جب حنفیہ کی معمول بہ حدیث میں آتا ہے تو مخالف اعتراض کرتا ہے کہ یہ حدیث اس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن خود اسی راوی کی حدیثوں کو دلیل بناتا ہے (ص ۱۶۴ ج ا باب التکبیر للرکوع الخ)

خلاصہ:

قوتِ سند اور ضعف سند معیار عمل نہیں قوی السند ہونا حدیث کے معمول بہ اور قابل حجت ہونے کی دلیل نہیں اور ضعیف السند ہونا حدیث کے غیر معمول بہ اور نا قابل حجت ہونیکی دلیل نہیں۔

عمل بالحدیث کے چند اصول:

رہی یہ بات کہ عمل بالحدیث کے کون سے اصول ہیں؟ تفصیل کے ساتھ تو یہ اصول بندہ ناچیز بشرط زندگی وصحت وعافیت الگ تصنیف میں پیش خدمت کریگا انشاء اللہ العزیز لیکن یہاں پر بقدر ضرورت چند اصول ذکر کیے جاتے ہیں۔

امر چہارم: (اصل نمبرا)

(کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کیساتھ موافقت) وہ حدیث جو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے موافق ہوگی اس پر عمل کیا جائیگا اور جو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہوگی اس پر عمل نہیں کیا جائیگا، چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصول حدیث کی کتاب ''الکفایہ فی علم الروایہ'' کے ص ۴۲۹ پر باب قائم کیا ہے'' بَابٌ فِیْ وُجُوْبِ اِطْرَاحِ

اَلْمُنْكَرِ وَالْمُسْتَحِيْلِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ ''یعنی اس باب میں اسکا بیان ہے کہ منکر اور محال حدیثوں کو چھوڑ دینا ضروری ہے اس کے تحت انہوں نے ص ۴۳۰ پر ایک مرفوع حدیث بطور اصول لکھی ہے'' عَنْ ابی هريرة رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم اَنَّهٗ قَالَ سَيَاْتِيْكُمْ عَنِّيْ اَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَ كُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَهُوَ عَنِّيْ وَمَا جَاءَ كُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ '' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس میرے حوالہ سے مختلف حدیثیں آئیں گی سو ان میں سے جو حدیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو وہ میری طرف سے ہے اور جو حدیث کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہو وہ میری طرف سے نہیں، لہذا اگر حدیث قوی السند ہو لیکن کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہو تو اس پر عمل نہ ہوگا اور اگر ضعیف السند ہو لیکن کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائیگا، اس اصول کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جب قوی السند حدیث کے متعلق کتاب اللہ اور سنت مشہورہ سے شہادۃ مل گئی کہ یہ حدیث کتاب وسنت کے خلاف ہے تو وہ حدیث اپنے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے ضعیف قرار پائیگی اور قابل حجت نہیں رہے گی اور جب کتاب اللہ اور سنت مشہورہ سے اس بات پر شہادت قائم ہو جائے کہ ضعیف السند کتاب وسنت کے موافق ہے تو وہ ضعیف السند حدیث مفہوم ومعنیٰ کے اعتبار سے صحیح حدیث شمار ہوگی اور قابل حجت بن جائیگی۔

کیا کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کی شہادت محدثین کی شہادت سے کمزور ہے؟ اگر محدثین کی شہادت کی بناء پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ ہوسکتا ہے تو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کی شہادت کی بنیاد پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کیوں نہیں ہوسکتا؟۔

(اصل نمبر۲):

(اصول شریعت کے ساتھ موافقت) اگر حدیث قوی السند ہو لیکن وہ اپنے مفہوم

ومعنیٰ کے اعتبار سے اصول شریعت کے خلاف ہو تو وہ حدیث ضعیف شمار ہوگی اور قابل حجت نہ ہوگی اور اگر کوئی حدیث سنداً ضعیف ہو لیکن اس کا مفہوم ومعنیٰ اصول شریعت کے موافق ہو تو وہ صحیح اور قابل حجت ہوگی چونکہ اصول شریعت کتاب وسنت سے ثابت ہوتے ہیں اس لئے اصول شریعت کے ساتھ موافقت کتاب وسنت کیساتھ موافقت ہے اور اصول شریعت کے ساتھ مخالفت کتاب وسنت کے ساتھ مخالفت ہے اس لئے اس اصول نمبر۲ کا ماخذ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے، البتہ کتاب وسنت کے ساتھ موافقت اور مخالفت کی دو قسمیں بن جائیں گی، ظاہری اور باطنی، ظاہری یہ کہ کتاب وسنت کے ظاہر کے ساتھ موافقت یا مخالفت ہو، باطنی یہ کہ کتاب وسنت سے ماخوذ اصول شریعت کے موافق یا مخالف ہو، بشرطیکہ اخذ کرنے والا ماہر شریعت ہو۔

(اصل نمبر۳):

(خیر القرون کا ارسال، انقطاع اور جہالت موجب ضعف نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طبقات کے خیر ہونے کی شہادت دی ہے ایک صحابہ، دوسرا تابعین، تیسرا تبع تابعین، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ'' (صحیح بخاری ج۱ ص۵۱۵ باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم / صحیح مسلم ج۲ ص۳۰۹ باب فضل الصحابہ رضی اللہ عنہم)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بہترین جماعت، میری جماعت ہے پھر وہ جماعت جو ان کے متصل ہے، پھر وہ جماعت جو ان کے متصل ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں اس کی تشریح میں فرماتے ہیں ''وَالصَّحِيحُ أَنَّ قَرْنَهُ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّحَابَةُ وَالثَّانِي التَّابِعُونَ وَالثَّالِثُ تَابِعُوهُمْ'' صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت صحابہ ہیں، دوسری جماعت وہ لوگ جو صحابہ کی (بلاواسطہ) پیروی کرنے والے ہیں یعنی تابعین، تیسری جماعت وہ لوگ جو (بلاواسطہ) تابعین کے پیچھے چلنے والے ہیں یعنی

تبع تابعین، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طبقات کے خیر ہونیکی شہادت دیکر ان کی توثیق کردی ہے تو خیر القرون کے راوی کی حدیث اس وقت ناقابل حجت ہوگی جب خیر القرون کے حضرات نے اس کی حدیث کو رد کردیا ہو اور اگر خیر القرون کے اصحاب خیر نے اس کی حدیث کو رد نہیں کیا تو پھر خواہ حدیث بیان کرنیوالے راوی کی تعیین نہ ہو اور اس کا حال معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو تب بھی وہ حدیث حجت ہوگی اور اگر حدیث کی سند میں انقطاع وارسال ہو یعنی کوئی راوی چھوٹا ہوا ہو تب بھی وہ حدیث حجت ہوگی، کیونکہ راوی کے مجہول یا متروک ہونیکی وجہ سے اس لیے حدیث حجت نہیں رہتی کہ ممکن ہے وہ مجہول راوی یا متروک راوی ضعیف اور ناقابل اعتماد ہو لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین جماعتوں کی توثیق کردی ہے تو ان میں اصل عدالت وثقاہت ہے اس لئے اگر ان تین طبقات کا راوی مجہول ہو تب بھی اس کی روایت کردہ حدیث حجت ہوگی سند میں انقطاع ہو تب بھی حجت ہوگی کہ ان تین طبقات کے راوی کے سقوط کی وجہ سے سند کا انقطاع وارسال یا راوی کی جہالت موجب ضعف نہیں بنتی، حیف ہے ان لوگوں پر جو خیر القرون کے صدیوں بعد پیدا ہونے والے محدثین کی اجتہادی آراء اور بے سند اقوال کا تو اعتبار کرتے ہیں لیکن خیر القرون کے مصدقہ اصحاب الخیر پر اعتماد نہیں کرتے حالانکہ ان کے خیر واصحاب خیر ہونے پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے۔

(اصل نمبر۴):

(ضعیف السند بوجہ اجماع متواتر بن جاتی ہے) العلامہ محمد عبد الغنی الباجقنی فرماتے ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ'' میری امت (کے مجتہدین) گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتے ایک اور مرفوع حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین چیزوں سے پناہ دی ہے ان میں سے ایک یہ ہے ''أَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ'' تم گمراہی پر جمع نہ ہوگے ''وَالْأَحَادِيثُ الْأُخْرَى مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنَى تَتَضَمَّنُ

عِصْمَةَ الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مِنَ الضَّلَالِ وَمِنَ الْخَطَاءِ فِيمَا تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ رَوَاهَا كِبَارُ الصَّحَابَةِ كَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَحُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ" مذکورہ بالا دو حدیثوں کے علاوہ دوسری احادیث جن کا قدر مشترک مضمون متواتر ہے، ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مجتہدین امت محمدیہ کا اجماع گمراہی اور خطا سے معصوم ہے ان احادیث کو کبار صحابہ کرام نے روایت کیا ہے جیسے حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم (الوجیز المیسر فی اصول الفقہ المالکی ج ۱ ص ۱۰۸ تا ۱۱۰ ملخصا) پس اجماع صحابہ اور اجماع امت بہت بڑی مضبوط دلیل شرعی ہے اس لئے اجماع کی مخالفت حرام ہے، اور اس کی مخالفت پر قرآن کریم میں دنیا میں گمراہی اور آخرت میں دوزخ کی وعید ہے۔

پانچویں پارے میں ہے " وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا " جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریگا اور مؤمنین کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے گا ہم اس پر وہی گمراہی مسلط کر دینگے اس نے جس گمراہی کو اختیار کیا، اور (آخرت میں) اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو برا ٹھکانہ ہے، اس آیت میں سبیل المومنین سے مؤمنین کا اجماعی راستہ مراد ہے جب مؤمنین کے اجماعی راستہ سے انحراف دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے تو معلوم ہوا کہ سبیل المؤمنین کی اتباع فرض اور اس کی مخالفت حرام ہے، اس لئے اجماع صحابہ ہو یا بعد کے مجتہدین امت کا اجماع ہو اس میں گمراہی نہیں ہو سکتی ہاں اس کی مخالفت گمراہی بھی ہے اور عذاب جہنم کا سبب بھی!۔

اب محدثین اور فقہاء کا اصول یاد رکھئے، جس حدیث کی سند ضعیف ہو لیکن اس حدیث کا مضمون ایسا ہے کہ تمام صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اور بعد کے فقہاء و مجتہدین نے

بھی اس پر عمل کیا تو صحابہ کرام اور دوسرے مجتہدین امت کا اس پر اجماع عملی اور عملی تواتر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے بلکہ بوجہ اجماع وہ حدیث اتنی قوی ہو جاتی ہے کہ متواتر شمار ہوتی ہے اور اس حدیث کے ثبوت کے لیے صحابہ کرام اور مجتہدین امت کا عملی اجماع اور عملی تواتر ہی کافی ہے وہ اپنے ثبوت میں سند کی اور راویوں کی محتاج ہی نہیں رہتی کیونکہ اجماع اور تواتر سند سے زیادہ مضبوط دلیل ہے جب ایک حدیث اجماع عملی اور تواتر عملی سے ثابت ہوگئی تو اس کے بعد اس کے ثبوت کے لیے سند جیسی کمزور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی جیسے پہلی کے چاند کے لیے گواہیوں کی ضرورت ہوتی ہے چودہویں کے چاند کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اس کی ہر سو پھیلی ہوئی روشنی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے اسی طرح اس حدیث کے ثبوت کے لیے تو سند کی ضرورت ہے، جس پر عملی تواتر نہ ہو اور جس پر عملی تواتر ہو تو اس حدیث کے ثبوت کے لیے صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اور مجتہدین امت کا تعامل کافی ہے، اسی تعامل اور عملی تواتر کو محدثین تَلَقِّیْ بِالْقَبُوْل کہتے ہیں، اور تَلَقِّیْ بِالْقَبُوْل کے بعد سند کی ضرورت نہیں رہتی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " کُلُّ حَدِیْثٍ اَجْمَعَ السَّلَفُ عَلٰی قَبُوْلِهٖ اَوْ تَوَاتَرَتْ اَهْلِیَّةُ رُوَاتِهٖ فَلَا حَاجَةَ عَنِ الْبَحْثِ مِنْ عَدَالَةِ رُوَاتِهٖ وَمَا عَدَا ذَالِكَ یُبْحَثُ عَنْ عَدَالَةِ رُوَاتِهٖ " (عقد الجید ص ۵۲) ہر وہ حدیث جس کے قبول کرنے پر سلف کا (عملا) اجماع ہو یا اس کے راویوں کا عادل ہونا تواتر سے ثابت ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کے راویوں پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی اس کے ماسوا حدیث ہو تو اس کے راویوں پر بحث ہوگی۔

اسی طرح علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں " وَكَذَا اِذَا تَلَقَّتْهُ الْاُمَّةُ الضَّعِیْفَ بِالْقَبُوْلِ یُعْمَلُ بِهِ الصَّحِیْحَ حَتّٰی اَنَّهٗ یَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْمُتَوَاتِرِ " (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ص ۱۲۰) اور جب امت (کے مجتہدین) ضعیف السند حدیث کے قبول کرنے پر عملا متفق ہو جائیں تو اس پر صحیح حدیث کی طرح عمل کیا جاتا ہے اور وہ متواتر حدیث کے درجہ میں آجاتی ہے۔

اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کے بارے فرماتے ہیں ” هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ تَلَقَّتْهُ الْاُمَّةُ بِالْقَبُوْلِ “ (مجموع الفتاوی ج ۱۸ ص ۲۴۷) یہ حدیث صحیح بلکہ اس کی صحت پر اتفاق ہے کیونکہ امت نے اس کو قبول کیا ہے، اس اصول کو غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے، غیر مقلدین کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ پانی خواہ ایک گلاس ہو یا اس سے بھی کم ہو اس میں نجاست گر جائے تو اس وقت ناپاک ہوگا جب اس کا ذائقہ یا رنگ بدل جائے یا اس میں بدبو آئے ورنہ وہ پاک ہے اس پر جس حدیث سے وہ دلیل پکڑتے ہیں ضعیف ہے۔

اس لئے غیر مقلدوں کے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے مذکورہ بالا مسئلہ لکھا اور اس پر بطور دلیل وہی ضعیف حدیث لکھی اور اس کے ضعف کا جواب یوں دیا ”اس حدیث کی سند بالاتفاق ضعیف ہے، لیکن اس کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کیا ہے اس کی قبولیت پر عملی تواتر ثابت ہے“ (رسول اکرم کی نماز ص ۹) اور اسی حدیث کے بارے نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں ” وَقَدْ اتَّفَقَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ عَلٰى ضُعْفِ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ لٰكِنَّهُ قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى مَضْمُوْنِهَا “ محدثین کا اس زیادتی کے ضعف پر اتفاق ہے لیکن اس کے مضمون پر عملی اجماع ہے (اس لئے حجت ہے)

مولانا داؤد غزنوی کے والد مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں اگرچہ یہ سب روایتیں ضعیف ہیں مگر کل اہل اسلام کا تعامل ان روایتوں کا مؤید اور مصحح ہے (فتاویٰ غزنویہ ص ۹۸، ۹۹)

اور پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جب کوئی روایت حد تواتر کو پہنچ جائے تو پھر چھانٹ چھٹائی کی ضرورت نہیں ہوتی رویت ہلال کے معاملہ کو دیکھیں ایک دو دیکھیں تو شہادت لی جاتی ہے اگر جم غفیر دیکھے تو پھر جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں رہتی (رسائل بہاولپوری ص ۲۴۶)

اور یہ اصول بھی یاد رکھئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی) کسی مسئلہ پر متفق ہوں تو وہ مسئلہ اجماعی شمار ہوتا ہے، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں ” وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ “ (الاشباہ والنظائر فن اول نوع ثانی قاعدہ اولیٰ ج ا ص ۱۴۳) اور جو مسئلہ آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) کے خلاف ہو وہ اجماع کے خلاف ہے۔

خلاصہ:

اگر کوئی حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہو لیکن آئمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کا اس کے قبول کرنے پر اجماع ہو اور مذاہب اربعہ میں مسئلہ اس حدیث کے مطابق ہو تو وہ حدیث متواتر شمار ہوگی نہ وہ سند کی محتاج، نہ اس کے راویوں پر بحث کی ضرورت، مزید تحقیق کے لیے ہماری کتاب ”آٹھ اور بیس تراویح کا فیصلہ“ پڑھئے۔

(اصل نمبر ۵):

(دوسری حدیث یا آثار صحابہ وتابعین سے تائید) اگر مرفوع حدیث سنداً ضعیف ہو، لیکن اس کے مضمون کی تائید ہو جائے دوسری مرفوع ضعیف حدیث سے یا صحابہ وتابعین کے آثار ضعیفہ سے تو ان دونوں صورتوں میں اس مرفوع حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے، چنانچہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کی دو حدیثوں کے بارے غیر مقلد محدث ابوسعید محمد شرف الدین دہلوی کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

دونوں روایتوں میں ایک ایک راوی متکلم فیہ ہے...... مگر دونوں روایتوں اور سندوں کے ملنے سے ہر ایک کو دوسری سے تقویت حاصل ہوگئی ہے گویا ہر واحد ایک حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے لهذا قابل عمل ہے، خصوصاً امام بیہقی اور امام ابن المنذر کا روایت

کر کے اس سے استدلال کرنا اور پھر صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے (فتاوی علماء حدیث ج ۲ص ۱۷۹/ نیز فتاوی ثنائیہ ج ۱ص ۵۲۵)۔

غیر مقلد محدث کی اس تحقیق سے چند امور معلوم ہوئے۔

① ...... جب ایک مضمون کی دو حدیثیں ضعیف ہوں تو دونوں کے ملنے سے ہر ایک کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔

② ...... حدیث ضعیف ہو لیکن اس پر تعامل امت ہو تو پھر بھی ضعف دور ہو جاتا ہے۔

③ ...... امام بیہقی اور امام ابن منذر کا روایت نقل کر کے اس سے استدلال کرنا یہ بھی دلیلِ صحت ہے، تو فقہاء کرام کا کسی حدیث سے استدلال کرنا بطریق اولیٰ دلیلِ صحت ہوگا۔

④ ...... خیر القرون کے بعد کے لوگوں کا استدلال دلیلِ صحت ہے، اور بعد کے لوگوں کا تعامل بھی دلیلِ صحت ہے تو خیر القرون کے اصحاب الخیر یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ، تابعین، تبع تابعین کا تعامل واستدلال بطریق اولیٰ دلیلِ صحت ہوگا، اور یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور ان کے تلامذہ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر رحمۃ اللہ وغیرہ تبع تابعین ہیں تو ان کا استدلال بھی دلیلِ صحت ہوگا، لہذا جن جن احادیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے ان تلامذہ نے استدلال کیا ہے وہ سب حدیثیں صحیح شمار ہونگی، باقی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت پر دلائل مطلوب ہوں تو حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ امام ابوحنیفہ کی تابعیت ملاحظہ کیجئے۔

(اصل نمبر ۶):

(مفہومِ حدیث کے لیے مرجح) بعض دفعہ ایک حدیث میں مفہوم کے لحاظ سے کئی احتمال ہوتے ہیں ان مختلف احتمالات میں سے وہ احتمال راجح ہوگا جو کتاب اللہ یا سنت مشہورہ یا اجماع امت یا اصول شریعت، یا آثار صحابہ، آثار تابعین وتبع تابعین کے موافق ہو اور جو احتمال ان کے خلاف ہوگا وہ مرجوح ہوگا، مثلاً قرآن کریم میں ہے "وَاِذَا قُرِاَ

الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی ج ۱ص ۱۴۶ "باب تاویل قوله عزوجل واذا قرأ القرآن" میں جو تفسیر کی ہے اس کے مطابق اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب امام نماز میں قرآن پڑھے تو مقتدیوں کو حکم ہے کہ تم کان لگاؤ اور خاموش رہو چونکہ سورۃ فاتحہ قرآن ہے بلکہ ام القرآن ہے تو اس میں بھی یہی حکم ہے لھذا امام جب نماز میں قرآن پڑھے خواہ وہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورۃ ہو مقتدی خاموش رہیں، اور حدیث میں ہے "لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن" جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں، اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس حدیث میں منفرد نمازی کے لیے حکم بیان کیا گیا ہے کہ اس کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی، دوسرا احتمال یہ کہ اس میں امام، مقتدی، منفرد سب کے لیے یہی حکم ہے یہ دوسرا احتمال قرآن کی مذکورہ بالا آیت کے خلاف ہے، اور پہلا احتمال قرآن کے خلاف نہیں کہ قرآن میں مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم ہے اور حدیث میں منفرد کو فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف نہیں اس لیے منفرد والا احتمال راجح ہوگا، اور دوسرا احتمال مرجوح ہوگا کہ وہ قرآن کے خلاف ہے۔

(اصل نمبر ۷):

(ضعیف حدیث رائے پر مقدم ہے) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ آرَاءِ الرِّجَالِ" (عقود الجواهر المنیفه ص ۸) لوگوں کی آراء سے ضعیف حدیث پر عمل کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اِنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْقِيَاسِ" (کوثر النبی ص ۱۸) بلاشبہ ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں، میں نے اپنے باپ سے سنا "اَلْحَدِيْثُ الضَّعِيْفُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الرَّأْیِ" ضعیف حدیث مجھے رائے سے زیادہ پسند ہے، نیز فرمایا "ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَقْوٰی مِنَ الرَّأْیِ" ضعیف حدیث رائے سے زیادہ قوی ہے (اعلام الموقعین

لابن قیم ج ا ص ۸۲) علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''وَاَصْحَابُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی اَنَّ مَذْهَبَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ ضَعِیْفَ الْحَدِیْثِ عِنْدَهٗ اَوْلٰی مِنَ الْقِیَاسِ وَالرَّاْیِ وَعَلٰی ذَالِكَ بَنٰی مَذْهَبَهٗ'' (اعلام الموقعین لابن قیم ج ا ص ۸۲)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس ورائے سے اولیٰ ہے اور اسی اصول پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے، لہذا مذکورہ بالا اصول کے مطابق جس مسئلہ میں ایک طرف رائے ہو دوسری طرف ضعیف حدیث ہو تو ضعیف حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے، غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں حدیث کا ضعف اسے درجہ استدلال سے اس وقت گراتا ہے جب اس کے مقابل حدیث صحیح موجود ہو (رسالہ اہل حدیث امرتسر 4 مارچ 1938ء ص ۱۳) غیر مقلد شیخ الاسلام صاحب کے تحریر کردہ اس اصول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ کے متعلق، صحیح حدیث موجود نہ ہو تو اس میں ضعیف حدیث بھی حجت بن جاتی ہے۔

(اصل نمبر ۸):

(تشریح حدیث اور عمل بالحدیث میں فقہاء کا اعتبار ہے) صحیح بخاری باب فضل من علم وعلم ص ۱۸ پر حدیث ہے، جس کی سند میں امام بخاری اور نبی علیہ السلام کے درمیان پانچ راوی ہیں اور پانچوں راوی کوفی ہیں ① محمد بن العلاء کوفی ② حماد بن اسامہ کوفی ③ برید بن عبداللہ کوفی ④ ابو بردہ کوفی ⑤ ابوموسیٰ اشعری کوفی ہیں، نبی علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو مجھے علم وہدایت عطا کیا ہے اس کی مثال کثیر بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، اور زمین کا ایک ٹکڑا عمدہ ہے اس نے پانی کو جذب کیا جس سے خشک گھاس ہری ہوگئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے اگایا، اور زمین کا دوسرا ٹکڑا سخت ہے اس نے پانی کو جمع کیا اللہ نے اس کے ساتھ لوگوں کو نفع دیا، سو انہوں نے پانی پیا، پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا، اور زمین میں ایک ٹکڑا

چٹیل میدان ہے نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے، یہ اُس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں گہری سمجھ پیدا کی اور اللہ نے اس کو اُس علم وہدایت کے ساتھ نفع دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے بھیجا ہے اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اُس علم وہدایت کی طرف سر اٹھایا نہ اسے قبول کیا جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے مطابق ابتداءً لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

①...... جہلاء جنہوں نے علم نبوت کو تکبر یا غفلت کی وجہ سے حاصل ہی نہ کیا ان کی مثال اس قطع ارض کی طرح ہے جس نے نہ پانی کو جذب کیا نہ جمع کیا۔

②...... وہ لوگ جنہوں نے علم نبوت کو حاصل کیا پھر ان علماء کی دو قسمیں ہیں ایک اس قطعہ ارض کی طرح ہے جس نے اگرچہ پانی کو جذب کر کے اُگایا کچھ نہیں لیکن پانی کو پانی کی شکل میں محفوظ کیا جس سے لوگوں نے نفع اُٹھایا یہ علماء محدثین حضرات ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو ان کی اصلی شکل میں محفوظ کیا یعنی احادیث مبارکہ کے الفاظ کو اسناد کے ساتھ محفوظ کیا محفوظ کر کے لوگوں تک پہنچایا، دوسری قسم فقہاء مجتہدین ہیں ان کی مثال اس قطعہ ارض کی طرح ہے، جس نے پانی کو جذب کیا اور جذب کر کے پھل پھول اُگا کر لوگوں کی مختلف دنیوی ضرورتیں پوری کیں، اسی طرح فقہاء نے احادیث مبارکہ کو جذب کیا یعنی ان کے معانی کو سمجھا سمجھ کر ان احادیث سے مسائل کے پھل پھول تلاش کر کے کتاب الطہارہ کتاب الصلوٰۃ وغیرہ کی شکل میں دینی مسائل کے خوبصورت گلدستے تیار کر کے امت کی دینی ضرورتیں پوری کی ہیں، حدیث شریف سے پتہ چلا کہ محدثین اور فقہاء دونوں حدیث کے خدمت گذار ہیں لیکن دونوں کے شعبے جدا جدا ہیں، محدثین کا شعبہ الفاظ حدیث کی خدمت فقہاء کا شعبہ معانی حدیث اور مسائل حدیث کی خدمت ہے، محدثین الفاظ حدیث کے حافظ ومحافظ ہیں اور فقہاء معانی حدیث اور مسائل حدیث کے ماہر ہیں اور دین پر عمل کرنے کے لیے ہمیں اسناد اور الفاظ کی ضرورت نہیں مسائل کی ضرورت ہے اور وہ فقہاء کے پاس ہیں اسی لئے محدثین عظام نے بھی عمل بالحدیث کے لیے فقہاء کرام پر اعتماد کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع ترمذی، باب غسل المیت ج ا ص ۱۹۳ میں فرماتے ہیں ''وَکَذَالِکَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ اَعْلَمُ بِمَعَانِی الْحَدِیْثِ'' (اسی طرح فقہاء نے کہا ہے) اور فقہاء حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں اور مناقب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص ۱۰۱ میں الشیخ الامام کردری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدَانَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ یَزِیْدَ بْنِ هَارُوْنَ وَعِنْدَهٗ یَحْیٰی بْنُ مَعِیْنٍ وَعَلِیُّ بْنُ الْمَدِیْنِیِّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَآخَرُوْنَ اِذَا اُسْتُفْتِیَ فَقَالَ یَزِیْدُ اِذْهَبْ اِلَی اَهْلِ الْعِلْمِ فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ الْمَدِیْنِیِّ اَلَیْسُوْا عِنْدَکَ فَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ اَصْحَابُ الْاِمَامِ وَاَنْتُمْ صَیَادِلَةٌ'' محمد بن سعدان کہتے ہیں کہ میں یزید بن ہارون کے پاس تھا اسوقت ان کے پاس بڑے بڑے محدثین موجود تھے، یحیٰی بن معین، علی بن المدینی، احمد بن حنبل اور زہیر بن حرب وغیرہ کہ اچانک کسی نے مسئلہ دریافت کیا استاذ المحدثین یزید بن ہارون نے کہا مسئلہ کے لیے اہل علم کے پاس جاؤ علی بن المدینی نے پوچھا حضرت کیا آپ کے پاس اہل علم موجود نہیں؟، تو استاذ مکرم یزید بن ہارون نے جواب دیا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور تم محدثین پنساری ہو، قارئین کرام! آپ حضرات جانتے ہیں کہ پنساری کے پاس مفردات کا انبار لگا ہوا ہوتا ہے لیکن ان مفردات کے نفع ونقصان، افعال وخواص کا علم جتنا طبیب کو ہے پنساری کو اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہوتا، یزید بن ہارون کا مقصد یہ تھا کہ اے محدثین! الفاظ حدیث کا انبار تو تمہارے پاس ہے لیکن ان الفاظ حدیث کے پردوں میں جو مسائل ومعانی کے چھپے موتی ہیں ان کے غواص اور ماہر فقہاء ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر محدث فقیہ نہیں ہوتا لیکن ہر فقیہ محدث بھی ہوتا ہے اور فقیہ بھی، اگر اسے حدیث ہی معلوم نہیں تو مسائل حدیث کے لیے کہاں سے لے گا؟۔

تجھ سے ملتی ہے جہاں کو وسعت فکر ونظر — علم کے دریا کا سرچشمہ ترے دیوار ودر

خلاصہ:

یہ کہ تشریح اور عمل بالحدیث کے لیے جیسے محدثین نے فقہاء پر اعتماد کیا ہے، پوری امت مسلمہ کو اسی طرح فقہاء پر اعتماد کرنا چاہیے مذکورہ بالا حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے بھی امت کی اسی طرف رہنمائی کی ہے۔

امر پنجم (غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رائے معتبر نہیں):

غیر مقلدین کے نزدیک فقط وحی حجت ہے جو قرآن اور حدیث کی شکل میں ہے اسی لئے غیر مقلدین کا نعرہ ہے اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول اور محدثین، فقہاء کی رائے تو کیا ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں چنانچہ غیر مقلد محمد جوناگڑھی (جن کا ترجمہ قرآن غیر مقلدین حج کے موقع پر تقسیم کرتے ہیں) لکھتے ہیں۔

سنیئے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں اور اماموں کی رائے قیاس اجتہاد واستنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں (طریق محمدی ص ۵۷) نیز لکھتے ہیں "تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل سمجھنے لگے (طریق محمدی ص ۵۹) ابوجابر عبداللہ دامانوی لکھتے ہیں، مقام غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی آراء کس طرح دین بن سکتی ہیں (مقدمہ نور العینین ص ۱۹)۔

خلاصہ:

جب غیر مقلدین کے نزدیک بغیر وحی کے رسول اللہ ﷺ کی رائے حجت نہیں تو امتیوں کی رائے بطریق اولیٰ حجت نہ ہوگی، اس لیے غیر مقلدین اپنے اس اصول کے

مطابق کس راوی کو ثقہ یا ضعیف نہیں کہہ سکتے کہ یہ محدثین کی رائے ہے وحی نہیں اور کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف نہیں کہہ سکتے کہ یہ بھی امتیوں کی رائے ہے وحی نہیں، لہذا وہ راوی کا ثقہ یا ضعیف ہونا، حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا قرآن وحدیث کی وحی میں دکھائیں گے، غیر مقلدین کی وہی بات معتبر ہوگی جو حدیث میں صراحتاً دکھائیں گے اور اگر صراحتاً حدیث میں نہ دکھا سکیں تو وہ امتیوں کی رائے ہے اور ان کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کی رائے بغیر وحی کی حجت نہیں تو غیر نبی کی رائے کیسے حجت؟۔

نوٹ:

ہم نے یہ تمہیدی امور اس غرض سے لکھدیئے ہیں کہ آج کے دور میں عرب وعجم کے اہل اسناد طبقہ نے عرصہ سے ایک بہت بڑا فتنہ شروع کیا ہوا ہے، جو رفتہ رفتہ پوری دنیا میں پھیلتا جارہا ہے اور بڑے بڑے علماء کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے وہ یہ ہے کہ عمل بالحدیث کے اصولوں کو نظر انداز کر کے راویوں پر ادنی جرح کی بنیاد پر معمول بہ حدیثوں کو ضعیف قرار دیکر رد کرنا، اگر قارئین کرام ان تمہیدی امور کو پیش نظر رکھ کر آنیوالے مسائل کا مطالعہ کریں گے تو معمول بہ حدیثوں کو ناکارہ کرنے کے لیے اہل اسناد لوگوں کا یہ حملہ انشاء اللہ العزیز ناکارہ اور ناکام ثابت ہوگا، ہم ان مہربانوں کی خدمت میں اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں

روح بلبل نے خزاں بن کر اجاڑا گلشن ‌ ‌ ‌ پھول کہتے رہے ہم پھول ہیں صیاد نہیں



مرد وعورت کی نماز کا فرق فقہ مالکی کی روشنی میں

(۱)......وَاَمَّا الْمَرْاَۃُ فَهِیَ دُوْنَ الرَّجُلِ فِی الْجَهْرِ فَلَا تُسْمِعُ مَنْ یَّلِیْهَا فَیَکْفِیْهَا حَرَکَۃُ لِسَانِهَا، فَالْجَهْرُ فِیْ حَقِّهَا کَالسِّرِّ فَلَا یُسَنُّ فِیْ حَقِّهَا الْجَهْرُ بَلْ تَنْتَهِیْ عَنْهُ لِاَنَّهَا صَوْتُهَا عَوْرَۃٌ، وَالظَّاهِرُ اِسْتِوَاءُ حَالَتِهَا فِی الْخَلْوَۃِ وَالْجَلْوَۃِ وَهِیَ فِیْ صِفَۃِ صَلَاتِهَا مِثْلُ الرَّجُلِ غَیْرَ اَنَّهَا یُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَنْضَمَّ اَیْ تَنْکَمِش ...... وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَیْهَا وَلَا عَضُدَیْهَا وَاِنَّمَا تَکُوْنُ مُنْضَمَّۃً مُنْزَوِیَۃً...... فِیْ جُلُوْسِهَا وَسُجُوْدِهَا وَاَمْرِهَا کُلِّهٖ یَدْخُلُ فِیْهِ الرُّکُوْعُ فَلَا تَجْنَحُ کَالرَّجُلِ وَکَلَامُهٗ هُنَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ قَوْلَهُ السَّابِقَ: وَتُجَافِیْ ضَبْعَیْكَ عَنْ جَنْبَیْكَ فِی الرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْاَۃِ غَیْرَ اَنَّ قَوْلَهٗ هُنَا وَاَمْرِهَا کُلِّهٖ یَقْتَضِیْ اَنَّهَا تَجْلِسُ عَلٰی وَرِکِهَا الْاَیْسَرِ وَفَخِذِهَا الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَتَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ عَلٰی قَدْرِ الطَّاقَۃِ بِخِلَافِ الرَّجُلِ" (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج ۱ ص ۵۰۴ المولف احمد بن غنیم بن سالم النفراوی متوفی ۱۱۲۶ھ)

ترجمہ: لیکن عورت، مرد سے قراءۃ میں اتنا کم جہر کرے کہ جو اس کے متصل ہے وہ بھی نہ سن سکے، سو اس کے لیے زبان کی حرکت کافی ہے، پس عورت کے لیے جہر بھی سری قراءۃ کی طرح ہے اس لیے عورت کے حق میں جہر مسنون نہیں بلکہ وہ جہر سے بچے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم عورت کی خلوت اور جلوت کی دونوں حالتوں میں ہے اور عورت کی نماز کی صفت مرد کی طرح ہے مگر پسندیدہ بات یہ ہے کہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اور اپنی رانوں اور بازوؤں کے درمیان کشادگی نہ کرے بلکہ وہ اپنے قعدہ، سجود اور نماز

کی تمام حالتوں میں خوب اچھی طرح سمٹ کر نماز پڑھے اور عورت مرد کی طرح اپنے بازو کو باہر کی جانب مائل نہ کرے، مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پہلے جو یہ کہا ہے کہ اپنے بازو اپنے پہلو سے جدا رکھے وہ مرد کے متعلق ہے عورت کے متعلق نہیں اور مصنف کا یہ قول کہ تمام احوال میں سمٹے اس کا تقاضا یہ ہے کہ عورت اپنی بائیں سرین پر اس طرح بیٹھے کہ اس کی دائیں ران بائیں ران کے اوپر ہو اور اپنے جسم کو بقدر طاقت خوب سمٹائے، جبکہ مرد کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

(۲)......وَ مُجَافَاةُ الرَّجُلِ فِي السُّجُوْدِ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ فَلَا يَجْعَلُ بَطْنَهٗ فَوْقَ الْفَخِذَيْنِ وَمُجَافَاةُ مِرْفَقَيْهِ عَنْ رُكْبَتَيْهِ وَمُجَافَاةُ ضَبْعَيْهِ...... عَنْ جَنْبَيْهِ مُجَافَاةً قَلِيْلَةً اَمَّا الْمَرْاَةُ فَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهَا وَتَفْرِيْجُ الْفَخِذَيْنِ لِلرَّجُلِ فَلَا يَضُمُّهُمَا بِخِلَافِ الْمَرْاَةِ "(الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادہ المالکیہ للقروی ج ۱ ص ۷۳ تا ۷۴، المؤلف محمد العربی القروی متوفی)

ترجمہ: اور آدمی سجود میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور رکھے، اور اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں سے دور رکھے، اور بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے تھوڑا سا دور رکھے، لیکن عورت اپنے تمام احوال نماز میں سمٹ کر نماز پڑھے، رانوں کے درمیان کشادگی کرنا مردوں کے ساتھ مختص ہے، پس وہ رانوں کو نہ ملائے، بخلاف عورت کے وہ اپنی رانوں کو ملائے۔

(۳)......علامہ دسوقی رحمۃ اللہ علیہ نے مرد کے سجدہ کے لیے سات مستحبات لکھے ہیں۔

① پیٹ کو دونوں رانوں سے دور رکھنا ② دونوں کہنیوں کو دونوں گھٹنوں سے دور رکھنا ③ کلائیوں کو رانوں سے دور رکھنا ④ کلائیوں کو دونوں پہلوؤں سے دور رکھنا ⑤ اپنے دونوں گھٹنوں کو جدا رکھنا ⑥ کلائیوں کو زمین سے بلند رکھنا ⑦ اور کلائیوں کو تھوڑا سا باہر کی طرف نکالنا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں "وَ يُنْدَبُ كَوْنُهَا مُنْضَمَّةً اَيْ بِحَيْثُ تُلْصِقُ

بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَمِرْفَقَيْهَا بِرُكْبَتَيْهَا" (حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۴۳۷) اور عورت کا سمٹ کر نماز پڑھنا مستحب ہے لہٰذا ایسے طور پر سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں کے ساتھ اور کہنیاں گھٹنوں کے ساتھ ملی ہوئی ہوں۔

(۴)......"وَالْمَرْاَةُ دُوْنَ الرَّجُلِ فِي الْجَهْرِ وَهِيَ فِيْ هَيْاَةِ الصَّلَاةِ مِثْلُهٗ غَيْرَ اَنَّهَا تَنْضَمُّ وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَيْهَا وَلَا عَضُدَيْهَا وَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً مُنْزَوِيَةً فِيْ جُلُوْسِهَا وَسُجُوْدِهَا وَاَمْرِهَا كُلِّهٖ" (رسالۃ القیروانی ج ۱ ص ۳۴ المؤلف ابن ابی زید القیروانی عبداللہ بن عبدالرحمٰن المتوفی ۳۸٦ھ)

ترجمہ: اور عورت مرد سے جہر کم کرے، عورت کی نماز مرد کی طرح ہے مگر وہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اور رانوں کے درمیان کشادگی نہ کرے اس کا جسم قعدہ میں اور سجود میں اور تمام احوال نماز میں سمٹا رہے۔

(۵)......"يُنْدَبُ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّبْعِدَ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ عَنْ رُكْبَتَيْهِ وَضَبْعَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ اِبْعَادًا وَسَطًا اَمَّا الْمَرْاَةُ فَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهَا" (فقہ العبادات مالکی ج ۱ ص ۱٦۵)

ترجمہ: مرد کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے کہنیوں کو گھٹنوں سے اور بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے درمیانے طریقہ کیساتھ دور رکھے لیکن عورت سو وہ اپنے تمام احوال نماز میں سمٹی رہے۔

(٦)......"وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَهِيَ دُوْنَ الرَّجُلِ فِي الْجَهْرِ وَهِيَ اَنْ تُسْمِعَ نَفْسَهَا خَاصَّةً كَالتَّلْبِيَةِ وَعَلٰى هٰذَا يَسْتَوِيْ فِيْ حَقِّهَا السِّرُّ وَالْجَهْرُ اَيْ مَعَ سِرِّ الرَّجُلِ وَوَجْهُ مَا ذُكِرَ اَنَّ صَوْتَهَا عَوْرَةٌ وَرُبَّمَا كَانَ فِتْنَةً وَلِذَالِكَ لَا تُؤَذِّنُ اِتِّفَاقًا (وَهِيَ) اَيِ الْمَرْاَةُ (فِيْ هَيْئَتِهٖ مِثْلُهٗ) اَيْ مِثْلُ الرَّجُلِ (غَيْرَ اَنَّهَا تَنْضَمُّ وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَيْهَا وَلَا عَضُدَيْهَا وَتَكُوْنُ

مُنْضَمَّةً مُنْزَوِيَةً) وَكَانَّ قَائِلًا قَالَ لَهٗ اَيْنَ تَكُوْنُ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ فَقَالَ (فِيْ جُلُوْسِهَا وَسُجُوْدِهَا وَ اَمْرِهَا) اى شَاْنِهَا (كُلِّهٖ) (كفاية الطالب الربانی الرسالۃ ابی زید القیروانی ج ۱ ص ۳۴۰ / کفایۃ الطالب ج ۱ ص ۳۶۵ تا ۳۶۶)

ترجمہ: عورت مرد سے جہر کم کرے وہ یہ کہ فقط اس کا اپنا نفس سنے، تلبیہ کی طرح اس کے مطابق عورت کا جہر مرد کی سری قراءۃ کے برابر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور بعض دفعہ اس کی آواز فتنہ بن جاتی ہے اسی لئے وہ بالاتفاق اذان نہیں کہہ سکتی اور عورت کی نماز مرد کی مثل ہے مگر وہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اور اپنی رانوں اور بازؤں کو کشادہ نہ کرے اور وہ خوب اچھی طرح سمٹ کر نماز پڑھے، اور گویا کہ سائل نے پوچھا کن احوال میں سمٹے، اس کا مصنف نے جواب دیا کہ وہ قعدہ میں سجود میں اور تمام احوالِ نماز میں سمٹاؤ کی کیفیت اختیار کرے۔

(۷)......"اِنَّ الْمَرْأَةَ يُنْدَبُ لَهَا كَوْنُهَا مُنْضَمَّةً فِيْ رُكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا فَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَ مِرْفَقَيْهَا بِرُكْبَتَيْهَا" (منح الجلیل ج ۲ ص ۷۵)

ترجمہ: بے شک عورت کے لیے مستحب ہے کہ رکوع وسجود میں اس کا جسم سمٹا ہوا ہو پس وہ اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور کہنیوں کو گھٹنوں کے ساتھ ملائے۔

(۸)......"حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۴۸ تا ۴۹"۔

(۹)......"حاشیۃ العدوی ج ۲ ص ۳۱۳ تا ۳۸۳"۔

(۱۰)......"شرح خلیل للخرشی ج ۳ ص ۱۱۴ محمد بن عبد الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ"۔

(۱۱)......"الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی الامام مالک ج ۱ ص ۳۲۸ تا ۳۲۹"



مرد وعورت کی نماز کا فرق فقہ شافعی کی روشنی میں

(۱)......"قَالَ الشَّافِعِيُّ رحمۃ اللہ علیہ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِيْ عَمَلِ الصَّلٰوةِ اِلَّا اَنَّ الْمَرْاَةَ يُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ وَاَنْ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِي السُّجُوْدِ كَاَسْتَرِ مَايَكُوْنُ وَاُحِبُّ ذَالِكَ لَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَجَمِيْعِ الصَّلٰوةِ وَاُحِبُّ اَنْ تَكْفِتَ جِلْبَابَهَا وَتُجَافِيْهِ رَاكِعَةً وَسَاجِدَةً لِئَلَّا تَصِفَهَا ثِيَابُهَا وَاَنْ تَخْفِضَ صَوْتَهَا قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ هٰذَا صَحِيْحٌ" (الحاوی فی فقہ الشافعی ج ۲ ص ۱۶۱، المولف ابوالحسن علی بن محمد البصری البغدادی المشہور بالماوردی المتوفی ۴۵۰ھ)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عملِ صلوۃ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے جسم کے بعض کو بعض کی طرف ملائے، اور سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے تاکہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر پوشی ہو اور رکوع میں اور پوری نماز میں عورت کے لیے اسی کو پسند کرتا ہوں، نیز مجھے یہ پسند ہے کہ عورت اپنی بڑی چادر نماز میں اپنے اوپر لپیٹے تاکہ کپڑوں سے اس کے بدن کی ہیئت نمایاں نہ ہو لیکن رکوع وسجود میں اس چادر کو ڈھیلا چھوڑ دے۔

(۲)......"وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَّجْتَمِعْنَ فِيْ رُكُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَلَا يَتَجَافَيْنَ اَنَّ ذَالِكَ اَسْتَرُ لَهُنَّ وَاَبْلَغُ فِيْ صِيَانَتِهِنَّ" (الحاوی فی فقہ الشافعی ج ۲ ص ۱۶۲)

ترجمہ: دوسرے افعال جن میں مرد وعورت کا فرق ہے یہ ہیں کہ عورتیں اپنے رکوع وسجود میں سمٹیں اور اپنے اعضاء کو کشادہ نہ کریں کیونکہ اس میں ان کی پردہ پوشی بھی زیادہ ہے، اور ان کی حفاظت بھی کامل ہے۔

(۳)......"وَيُفَرِّقُ رُكْبَتَيْهِ وَيَرْفَعُ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ رَاجِعٌ لِلثَّلَاثَةِ وَ تَضُمُّ الْمَرْأَةُ وَالْخُنْثٰى اَيِ الْمِرْفَقَيْنِ فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَاةِ" (السراج الوھاج ج ۱ ص ۴۷)

ترجمہ: اور مرد رکوع وسجود میں اپنے گھٹنوں کو جدا کرے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھے اور کہنیوں کو دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے اور عورت اور خنثیٰ ساری نماز میں کہنیوں کو اپنے دونوں پہلو کے ساتھ ملائے رکھیں۔

(۴)......"وَالْمَرْأَةُ لَا تَفْعَلُ ذٰلِكَ بَلْ تَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ فَاِنَّهُ اَسْتَرُ لَهَا" (فتح العزیز شرح الوجیز وھو الشرح الکبیر للرافعی ج ۳ ص ۴۷۴ المولف عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی المتوفی ۶۲۴ھ)

ترجمہ: اور عورت مرد کی طرح نہ کرے بلکہ اپنے بعض کو بعض کی طرف ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے لیے زیادہ ستر کا ذریعہ ہے۔

(۵)......"وَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ يُّجَافِيَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فَاِنْ كَانَتِ امْرَأَةٌ لَمْ تُجَافِ بَلْ تَضُمُّ الْمِرْفَقَيْنِ اِلَى الْجَنْبَيْنِ لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُ لَهَا وَيُسَنُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّجَافِيَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيُسَنُّ لِلْمَرْأَةِ ضَمُّ بَعْضِهَا اِلٰى بَعْضٍ وَتَرْكُ الْمُجَافَاةِ وَاَمَّا الْخُنْثٰى فَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ كَالْمَرْأَةِ يُسْتَحَبُّ لَهُ ضَمُّ بَعْضِهِ اِلٰى بَعْضٍ قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْاُمِّ اُحِبُّ لِلْمَرْأَةِ فِي السُّجُوْدِ اَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ وَ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا قَالَ وَهٰكَذَا اُحِبُّ لَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَجَمِيْعِ الصَّلٰوةِ وَ الْمُعْتَمَدُ فِي اسْتِحْبَابِ

ضَمِّ الْمَرْأَةِ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ كَوْنُهُ اَسْتَرَ لَهَا، كَمَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ وَذَكَرَ الْبَيْهَقِيُّ بَابًا ذَكَرَ فِيْهِ اَحَادِيْثَ ضَعَّفَهَا كُلَّهَا وَاَقْرَبُ مَا فِيْهِ حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ فِيْ سُنَنِ اَبِيْ دَاوٗدَ" (المجموع شرح المھذب ج ۳ ص ۴۰۶ تا ۴۰۹ محی الدین یحیی بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ)

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ مرد اپنی کہنیوں کو اپنے دونوں پہلو سے دور رکھے، اگر عورت ہو تو وہ دور نہ رکھے بلکہ کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے کیونکہ اس کیفیت میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے، اور آدمی کے لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی کہنیاں اپنے پہلو سے دور رکھے اور عورت کے لیے سنت یہ ہے جسم کے بعض حصہ کو بعض کی طرف ملائے اور کہنیوں کو پہلو سے دور نہ کرے، اور صحیح یہ ہے کہ خنثیٰ عورت کی مانند ہے لہذا اس کے لیے بھی اعضاء بدن کو ملانا مستحب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں فرمایا میں عورت کے لیے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے یعنی پیٹ کو رانوں کے ساتھ اس طرح ملائے کہ زیادہ سے زیادہ پردہ پوشی ہو جائے، نیز فرمایا میں رکوع میں اور پوری نماز میں عورت کے لیے اسی کو پسند کرتا ہوں اور عورت کے لیے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملانے کی بنیادی علت یہ ہے کہ اس کیفیت میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے جیسا کہ اس کو مصنف نے ذکر کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں ایک باب منعقد کیا ہے اور اس میں احادیث ذکر کر کے ان کا ضعف بیان کیا ہے، اور اس میں عمدہ دلیل سنن ابی داود کی مرسل حدیث ہے۔

(۶)......"وَيُسَنُّ فِي السُّجُوْدِ مُجَافَاةُ الرَّجُلِ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَبَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي الرُّكُوْعِ اَيْضًا وَتَضُمُّ الْمَرْأَةُ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ" (المقدالحضر میہ ج ۱ ص ۷۰)

ترجمہ: اور سجود میں مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے اور پیٹ کو رانوں سے اور رکوع میں بھی دور رکھے، لیکن عورت بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے۔

(۷)......"وَتَضُمُّ الْمَرْأَۃُ اَیِ الْاُنْثٰی وَلَوْ صَغِیْرَۃً وَمِثْلُھَا الْخُنْثٰی بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ کَغَیْرِھِمَا لِاَنَّہٗ اَسْتَرُلَھَا" (المنہج القویم ج۱ص۲۰۶)

ترجمہ: عورت ہو یا چھوٹی نابالغ بچی ہو وہ نماز کے دیگر احوال کی طرح رکوع وسجود میں بھی اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے کیونکہ اس طریقہ میں ان کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے، اوراس حکم میں خنثی عورت کی طرح ہے۔

(۸)......"وَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ یُّجَافِیَ مِرْفَقَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ فَاِنْ کَانَتْ اِمْرَاَۃً لَمْ تُجَافِ بَلْ تَضُمُّ الْمِرْفَقَیْنِ اِلَی الْجَنْبَیْنِ لِاَنَّ ذَالِکَ اَسْتَرُلَھَا" (المھذب ج۱ص۷۵)

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ مرد اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے، لیکن اگر عورت ہو تو وہ دور نہ رکھے بلکہ کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کو زیادہ چھپانے والی چیز ہے۔

(۹)......(اَلرُّکْنُ الْخَامِسُ اَلرُّکُوْعُ) "وَیُجَافِی الرَّجُلُ مِرْفَقَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَبَطْنَہٗ عَنْ فَخِذَیْہِ وَتَضُمُّ الْمَرْاَۃُ وَالْخُنْثٰی بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ لِاَنَّہٗ اَسْتَرُلَھَا" (السنی المطالب شرح روض الطالب ج۲ص۴۱۴) اور بعینہ یہی عبارت ج۲ص۴۴۹ پر سجدہ کے بارے میں مذکور ہے۔

ترجمہ: نماز کا پانچواں رکن رکوع ہے، مرد اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو سے دور رکھے اور عورت اور خنثی ملا کر رکھیں، کیونکہ اس کیفیت میں ان کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے۔

(۱۰)......"وَیُفَرِّقُ بَیْنَ رُکْبَتَیْہِ وَیَرْفَعُ بَطْنَہٗ عَنْ فَخِذَیْہِ وَمِرْفَقَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ فِیْ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ وَتَضُمُّ الْمَرْاَۃُ وَالْخُنْثٰی" (المنہاج للنووی ج۱ص۳۰)

ترجمہ: اور مرد رکوع وسجود میں اپنے گھٹنوں کے درمیان فاصلہ رکھے اور پیٹ کو رانوں سے دور رکھے اور کہنیوں کو پہلو سے جدا رکھے اور عورت وخنثی ان اعضاء کو ملائیں۔

(۱۱)......"القول فی احکام الانثی مخالف الذکور" (ان احکام کا بیان جن میں عورت مردوں کے خلاف عمل کرتی ہے) وَصَوْتُھَا عَوْرَۃٌ، وَلَا تَجْھَرُ بِالصَّلَاۃِ فِیْ حَضْرَۃِ الْاَجَانِبِ وَفِیْ وَجْہٍ مُطْلَقًا وَتَضُمُّ بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَاِذَا نَابَھَا شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِھَا صَفَّقَتْ وَالرَّجُلُ یُسَبِّحُ وَلَا یَجِبُ عَلَیْھَا الْجَمَاعَۃُ وَیُکْرَہُ حُضُوْرُھَا لِلشَّابَّۃِ وَلَا یَجُوْزُ اِلَّا بِاِذْنِ الزَّوْجِ وَھِیَ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلَا یَجُوْزُ اِقْتِدَاءُ الرَّجُلِ وَالْخُنْثٰی بِھَا وَتَقِفُ اِذَا اَمَّتْ وَسْطَھُنَّ وَلَا جُمُعَۃَ عَلَیْھَا وَلَا تَنْعَقِدُ بِھَا" (الاشباہ والنظائر ج۱ص۴۱۰)

ترجمہ: عورتوں کے ان احکام کا بیان جو مردوں سے مختلف ہیں ۱ اور عورت کی آواز بھی عورت ہے ۲ اجانب کے سامنے نماز میں قراءۃ جہراً نہ کرے، دوسرا قول یہ ہے کہ خلوت میں بھی جہر نہ کرے اور رکوع وسجود میں بعض اعضاء کو بعض کی طرف ملائے ۳ اور جب اس کو نماز میں لقمہ دینا پڑے تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز کرے اور مرد سبحان اللہ کہے ۴ عورت پر جماعت واجب نہیں اور جماعت میں جوان عورت کا حاضر ہونا مکروہ ہے اور خاوند کی اجازت کے بغیر مسجد میں آنا جائز نہیں ۵ اور اس کی نماز گھر میں، مسجد کی نماز سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے ۶ اور مرد اور خسرے کے لیے عورت کے پیچھے اقتداء جائز نہیں ۷ اور جب عورتوں کو نماز پڑھائے تو امام عورت درمیان میں کھڑی ہو ۸ اور عورت پر جمعہ واجب نہیں ۹ اکیلی عورتوں کے ساتھ جمعہ منعقد نہیں ہوسکتا۔

مردوں کے لیے تجافی کا حکم بیان کرنے کے بعد لکھا ہے

(۱۲)......"قَالَ الشَّافِعِیُّ وَقَدْ اَدَّبَ اللّٰہُ تَعَالٰی النِّسَاءَ بِالْاِسْتِتَارِ وَاَدَّبَھُنَّ بِذَالِکَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُحِبُّ لِلْمَرْاَۃِ فِی السُّجُوْدِ اَنْ تَضُمَّ بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ وَتُلْصِقَ بَطْنَھَا بِفَخِذَیْھَا

وَتَسْجُدُ كَأَسْتَرِ مَا يَكُونُ لَهَا وَهٰكَذَا أُحِبُّ لَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ وَجَمِيعِ الصَّلَاةِ أَنْ تَكُونَ فِيهَا كَأَسْتَرِ مَا يَكُونُ لَهَا وَأُحِبُّ أَنْ تَكْفِتَ جِلْبَابًا بِهَا وَتُجَافِيهِ رَاكِعَةً وَسَاجِدَةً عَلَيْهَا لِئَلَّا تَصِفَهَا ثِيَابُهَا" (کتاب الام للامام الشافعی ج ا ص ١١٥، باب التجافی فی السجود المولف محمد بن ادریس الشافعی ولادت ١٥٠ھ وفات ٢٠٤ھ)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پردہ پوشی کا ادب سکھایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ادب سکھایا ہے پس اس ادب کی بنیاد پر میں عورت کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کی طرف ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر اس کیفیت کیساتھ سجدہ کرے کہ اس میں اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ پوشی ہو، اسی طرح میں عورت کے لیے رکوع اور قعدہ میں اور تمام نماز میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ نماز میں ایسی کیفیات اختیار کرے جس میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہو، اور میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ عورت نماز میں اپنے اوپر بڑی چادر لپیٹے اور اس کے کپڑے اس کے بدن کو نمایاں نہ کریں اور اس چادر کو رکوع وسجدہ میں ڈھیلا چھوڑ دے۔

(١٣)...... "فَصْلٌ فِيمَا يَخْتَلِفُ فِيهِ حُكْمُ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى فِي الصَّلَاةِ"

(اس فصل میں نماز کے ان احکام کا بیان ہے جو مرد وعورت کے درمیان مختلف ہیں)"وَالْمَرْأَةُ تُخَالِفُ الرَّجُلَ حَالَةَ الصَّلَاةِ فِي خَمْسَةِ أَشْيَاءَ أَمَّا الْأَوَّلُ فَالرَّجُلُ أَيِ الذَّكَرُ وَإِنْ كَانَ صَبِيًّا مُمَيِّزًا يُجَافِي أَيْ يُخْرِجُ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ وَالثَّانِي يُقِلُّ أَيْ يَرْفَعُ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ فِي السُّجُودِ وَالثَّالِثُ يَجْهَرُ فِي مَوْضِعِ الْجَهْرِ وَالرَّابِعُ إِذَا نَابَهُ أَيْ أَصَابَهُ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ كَتَنْبِيهِ إِمَامِهِ عَلَى سَهْوٍ سَبَّحَ أَيْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْخَامِسُ عَوْرَةُ الرَّجُلِ أَيِ الذَّكَرِ وَإِنْ كَانَ صَغِيرًا حُرًّا كَانَ

أَوْ غَيْرَهُ مَا بَيْنَ سُرَّتِهِ وَرُكْبَتِهِ وَأَمَّا الْمَرْأَةُ أَيِ الْأُنْثَى وَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً مُمَيِّزَةً فَإِنَّهَا تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِي هٰذِهِ الْأُمُورِ الْخَمْسَةِ.

الْأَوَّلُ أَنَّهَا تَضُمُّ بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ بِأَنْ تُلْصِقَ مِرْفَقَيْهَا لِجَنْبَيْهَا فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَالثَّانِي أَنْ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِي السُّجُودِ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا، وَالثَّالِثُ أَنَّهَا تَخْفِضُ صَوْتَهَا إِنْ صَلَّتْ بِحَضْرَةِ الرِّجَالِ دَفْعًا لِلْفِتْنَةِ، وَالرَّابِعُ إِذَا نَابَهَا أَيْ أَصَابَهَا شَيْءٌ وَأَمْرٌ فِي صَلَاتِهَا صَفَّقَتْ بِضَرْبِ بَطْنِ كَفٍّ أَوْ ظَهْرٍ عَلَى ظَهْرِ أُخْرَىٰ أَوْ ضَرْبِ ظَهْرِ كَفٍّ عَلَى بَطْنِ أُخْرَىٰ لَا بِضَرْبِ بَطْنِ كُلٍّ مِّنْهُمَا عَلَى بَطْنِ أُخْرَىٰ، وَالْخَامِسُ جَمِيعُ بَدَنِ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ وَلَوْ صَغِيرَةً مُمَيِّزَةً عَوْرَةٌ فِي الصَّلَاةِ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا ظَهْرَهُمَا وَبَطْنَهُمَا مِنْ رُؤُوسِ الْأَصَابِعِ إِلَى الْكُوعَيْنِ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا هُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ" (الاقناع للشربینی ج ا ص ١٤٦)

ترجمہ: ① پس مرد یعنی مذکر رکوع وسجود میں اگرچہ سمجھدار بچہ ہو وہ اپنی کہنیاں اپنے پہلو سے دور رکھتا ہے یعنی ذرا باہر نکالتا ہے ② سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے بلند رکھتا ہے ③ جہر کے مقام میں جہر کرتا ہے ④ جب اس کو نماز میں لقمہ دینے کی صورت پیش آتی ہے جیسے امام کو بھول چوک پر تنبیہ کرنا تو وہ سبحان اللہ کہتا ہے ⑤ مرد کا ستر اگرچہ وہ بچہ ہو آزاد ہو یا غلام ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے۔

لیکن اس کے برعکس عورت یعنی مؤنث اگرچہ وہ سمجھدار بچی ہو ان پانچ امور میں مرد کے خلاف کرتی ہے ① وہ اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملاتی ہے اس طور پر کہ وہ رکوع وسجود میں اپنی کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملاتی ہے ② عورت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں کے

ساتھ ملاتی ہے کہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے (۳) اگر وہ اجنبی مردوں کے سامنے نماز پڑھے تو آواز کو پست رکھتی ہے فتنہ کو دفع کرنے کی غرض سے (۴) جب اس کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ہاتھ کے ساتھ آواز کرتی ہے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی یا پشت دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارتی ہے یا ایک ہاتھ کی پشت دوسرے کی ہتھیلی پر مارتی ہے، لیکن دونوں ہتھیلیوں سے تالی بجا کر آواز کرنا درست نہیں (۵) نماز میں آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے وہ اگرچہ سمجھدار نابالغ بچی کیوں نہ ہو صرف اس کا چہرا اور انگلیوں کے کنارے سے پہنچوں تک ہاتھوں کا ظاہر و باطن ستر سے مستثنیٰ ہے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اور عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جو اس سے ظاہر ہو جائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ما ظھر سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔

(۱۴)......"وَتَضُمُّ الْمَرْأَةُ نُدُبًا بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَاةِ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا وَلِحَدِيْثٍ فِيْهِ لٰكِنَّهٗ مُنْقَطِعٌ وَلَوْ فِيْ خَلْوَةٍ عَلَى الْاَوْجَهِ، هٰذَا قَدْ يَشْمُلُ اَيْضًا ضَمَّ اِحْدَى الرُّكْبَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى وَاِحْدَى الْقَدَمَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى" (تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج ج ۶ ص ۷۷ تا ۷۸، ۱۸۱ المولف شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المتوفی ۹۷۴ھ)

ترجمہ: اور عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی تمام نماز میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ سجدہ میں ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے، کیونکہ اس کیفیت میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے نیز ایک منقطع حدیث کی وجہ سے اگرچہ عورت خلوت میں نماز پڑھے تب بھی اعضاء کو ملانے کی کیفیت کو قائم رکھے، اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک گھٹنہ کو دوسرے گھٹنہ کے ساتھ اور ایک قدم کو دوسرے قدم کے ساتھ ملائے۔

نوٹ: ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱۵)......"حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ج ۴ ص ۴۱۳ الاقتناع" کی طرح پانچ امور متفرقہ تحریر کئے ہیں"۔

(۱۶)......"متن ابی الشجاع ج ۱ ص ۶۳ تا ۶۴" الاقتناع کی طرح پانچ امور متفرقہ تحریر کئے ہیں۔

(۱۷)......"حاشیۃ الجمل ج ۳ ص ۳۹۰ تا ۳۹۱"۔

(۱۸)......"تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب ج ۲ ص ۲۳۹"۔

(۱۹)......"روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۵۰"۔

(۲۰)......"شرح المنہج ج ۱ ص ۳۷۸"۔

(۲۱)......"شرح بہجۃ الوردیۃ ج ۳ ص ۳۷۰"۔

(۲۲)......"شرح الوجیز ج ۳ ص ۳۸۱"

(۲۳)......"فتح الوہاب ج ۱ ص ۷۹"۔

(۲۴)......"فقہ العبادات شافعی ج ۱ ص ۳۲۱"۔

(۲۵)......"مغنی المحتاج ج ۲ ص ۳۷۶"۔



مرد وعورت کی نماز کا فرق فقہ حنبلی کی روشنی میں

(۱)......"وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذَالِكَ اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَجَمِيْعِ اَحْوَالِ الصَّلَاةِ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً اَوْتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا وَخُنْثٰى كَامْرَأَةٍ" (الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ج ا ص ۱۲۵ مولفہ شرف الدین موسیٰ بن احمد المتوفی ۹۶۰ھ)

ترجمہ: اور عورت مذکورہ بالا امور میں مرد کی طرح ہے مگر وہ نماز کے تمام احوال میں خصوصا رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑے، اور چار زانو ہو کر بیٹھے، یا اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے اور خنثیٰ مذکورہ احکام میں عورت کی طرح ہے۔

(۲)......"وَخَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا عَكْسَ صُفُوْفِ النِّسَاءِ، وَيُسَنُّ تَاخِيْرُهُنَّ فَتُكْرَهُ صَلَاةُ رَجُلٍ بَيْنَ يَدَيْهِ اِمْرَأَةٌ تُصَلِّيْ وَاِلَّا فَلَا" (الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ج ا ص ۱۱۳)

ترجمہ: اور مردوں کی صفوں میں سے بہترین صف پہلی ہے اور ان کی بہترین صف پچھلی ہے، اور عورتوں کی صفوں کا خیر وشر ہونا اس کے برعکس ہے، اور عورتوں کا مسجد میں دیر سے آنا سنت ہے کیونکہ اگر آدمی کے آگے عورت نماز پڑھ رہی ہو تو آدمی کی نماز مکروہ ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔

(۳)......"مَفْهُوْمُ قَوْلِهِ (لِلرِّجَالِ) اَنَّهُ لَا يُشْرَعُ لِلْخَنَاثٰى وَلَا لِلنِّسَاءِ وَهُوَ صَحِيْحٌ بَلْ يُكْرَهُ وَهُوَ الْمَذْهَبُ وَعَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ قَالَ

الزَّرْكَشِيُّ هُوَ الْمَشْهُوْرُ مِنَ الرِّوَايَاتِ" (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب الامام احمد بن حنبل ج ا ص ۲۸۸ مولف علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان المرداوی المتوفی ۸۸۵ھ)

ترجمہ: اور مصنف نے جو یہ کہا ہے کہ اذان مردوں کے لیے مسنون ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں اور خسروں کے لیے مشروع نہیں بلکہ مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے اور جمہور اسی کے قائل ہیں، زرکشی نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور روایت یہی ہے۔

(۴)......"لَا تَجْهَرُ الْمَرْأَةُ وَلَوْ لَمْ يَسْمَعْ صَوْتَهَا اَجْنَبِيٌّ بَلْ يَحْرُمُ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ لَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا قَالَ الْقَاضِيْ اَطْلَقَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ الْمَنْعَ قَالَ فِي الْحَاوِيْ وَتُسِرُّ الْمَرْأَةُ بِالْقِرَاءَةِ فِيْ اَصَحِّ الْوَجْهَيْنِ" (الانصاف ج ۲ ص ۴۲)

ترجمہ: اور عورت جہری نماز میں قرأۃ جہراً نہ کرے اگرچہ اجنبی آدمی نہ سن رہا ہو بلکہ عورت کے لیے جہراً قرأۃ کرنا حرام ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورت اپنی آواز کو بلند نہ کرے، قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کے لیے جہراً قرأۃ مطلقاً ممنوع ہے یعنی اجنبی سنے یا نہ سنے، الحاوی میں ہے صحیح ترین قول یہ ہے کہ عورۃ قرأۃ آہستہ کرے۔

(۵)......"وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذَالِكَ اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَكَذَا فِيْ بَقِيَّةِ الصَّلٰوةِ بِلَا نِزَاعٍ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً وَتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا فَتَجْعَلُهَا فِيْ جَانِبِ يَمِيْنِهَا" (الانصاف ج ۲ ص ۶۶)

ترجمہ: اور عورت مذکورہ بالا امور میں مرد کی طرح ہے مگر نماز کے اندر رکوع وسجود میں اور باقی نماز میں اپنے جسم کو سکیڑے اور اس میں کوئی نزاع نہیں (یعنی اس پر اجماع ہے) اور وہ نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے پاؤں کو دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے۔

(۶)......"وَقَدْ قَالَ فِیْ الْفُصُوْلِ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ السُّجُوْدِ لِاَ نَّهَا عَوْرَةٌ وَلِهٰذَا مَنَعْنَا هَامِنَ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ وَبِا لْاَذَانِ وَمِنَ الرَّمَلِ فِیْ الطَّوَافِ وَمِنَ التَّجَرُّدِ فِیْ الْاِحْرَامِ" (الفروع ج ا ص ۴۲۸، مؤلفہ محمد بن مفلح المقدسی ۷۶۳ھ)

ترجمہ: الفصول میں ہے عورت اپنے جسم کو سجدہ میں اکٹھا کرے، کیونکہ وہ مجسم ستر ہے، اسی وجہ سے ہم نے اس کو قراءۃ اوراذان میں جہر کرنے سے منع کیا ہے، نیز طواف میں رمل کرنے سے اوراحرام میں کپڑے اتارنے سے بھی منع کیا ہے۔

(۷)......"اِنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اَیْ لَا یُسَنُّ لَهَا التَّجَافِیْ لِمَا رَوٰی زَیْدُ بْنُ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّعَلٰی امْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْ تُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلٰی بَعْضٍ فَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَیْسَتْ فِیْ ذَالِكَ كَالرَّجُلِ (رواہ ابوداود فی مراسیلہ) وَلِاَ نَّهَا عَوْرَةٌ فَكَانَ الْاَلْیَقُ بِهَا الْاِ نْضِمَامَ وَذُكِرَ فِیْ الْمُسْتَوْعِبِ وَغَیْرِهٖ اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِ الصَّلَاةِ لِقَوْلِ عَلِیٍّ رضی الله عنه وَتَجْلِس مُتَرَبِّعَةً لِاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ یَأْمُرُالنِّسَاءَ اَنْ یَّتَرَبَّعْنَ فِیْ الصَّلَاةِ اَوْتَسْدِلُ رِجْلَیْهَا فَتَجْعَلُ فِیْ جَانِبِ یَمِیْنِهَا وَكَذَا فِیْ الْخَرْقِی وَ الْمُحَرَّرِ" (المبدع شرح المقنع ج ا ص ۴۲۱، مؤلفہ ابراہیم بن محمد المتوفی ۸۸۴ھ)

ترجمہ: بے شک رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے یعنی اس کے لیے بعض اعضاء کو بعض سے دور رکھنا مسنون نہیں ہے، اس حدیث کی وجہ سے جس کو زید بن حبیب نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوعورتوں کے پاس سے گذرے جونماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کے بعض کو بعض کی طرف ملارکھو کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح

نہیں ہے، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے مراسیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اوراس لیے بھی کہ عورت مجسم ستر ہے، پس اس کے اعضاء کا ملا ہوا ہونا اس کے زیادہ لائق ہے اور المستوعب وغیرہ میں ہے کہ عورت نماز کی تمام حالتوں میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے اورعورت چارزانو ہوکر بیٹھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو نماز میں چارزانوں بیٹھنے کاحکم کرتے تھے یا وہ اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کی طرف باہر نکال کر بیٹھے، خرقی اورالمحرر میں اسی طرح لکھا ہے۔

(۸)......"(مسئلہ) وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِیْ ذَالِكَ كُلِّهٖ اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَتَجْلِس مُتَرَبِّعَةً اَوْتَسْدِلُ رِجْلَیْهَا فَتَجْعَلُهُمَا فِیْ جَانِبِ یَمِیْنِهَا ، وَهَلْ یُسَنُّ لَهَا رَفْعُ الْیَدَیْنِ عَلٰی رِوَایَتَیْنِ وَالْاَصْلُ اَنْ تَثْبُتَ فِیْ حَقِّ الْمَرْأَةِ مِنَ الْاَحْكَامِ مَا تَثْبُتُ فِیْ حَقِّ الرَّجُلِ لِشُمُوْلِ الْخِطَابِ لَهُمَا غَیْرَ اَنَّهَا لَا یُسَنُّ لَهَا التَّجَافِیْ لِاَ نَّهَا عَوْرَةٌ فَاسْتُحِبَّ لَهَا جَمْعُ نَفْسِهَا لِیَكُوْنَ اَسْتَرَلَهَا فَاِ نَّهٗ لَا یُؤْمَنُ اَنْ یَّبْدُوَ مِنْهَا شَیْءٌ حَالَ التَّجَافِیْ وَكَذَالِكَ فِیْ الْاِفْتِرَاشِ قَالَ عَلِیٌّ رضی الله عنه اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَیْهَا وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ یَأْمُرُ النِّسَاءَ اَنْ یَّتَرَبَّعْنَ فِیْ الصَّلَاةِ قَالَ احمد اَلسَّدْلُ اَعْجَبُ اِلَیَّ وَاخْتَارَهُ الْخَلَّالُ وَلَا یُسَنُّ لَهَا رَفْعُ الْیَدَیْنِ فِیْ اِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ لِاَ نَّهٗ فِیْ مَعْنَی التَّجَافِیْ" (الشرح الکبیر لابن قدامہ مقدسی ج ا ص ۵۹۹)

ترجمہ: اورعورت مذکورہ سب احکام میں مرد کی طرح ہے مگر وہ رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے اوروہ آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے کیا عورت کے لیے رفع یدین کرنا سنت ہے؟ اس کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی

دوروایتیں ہیں ایک سنت ہونیکی دوسری سنت نہ ہونیکی، اصل یہ ہے کہ عورت کے لیے وہ تمام احکام ثابت ہیں جو مرد کے لیے ثابت ہیں کیونکہ احکام میں دونوں کو خطاب ہے مگر (بعض احکام میں فرق ہے) عورت کا نماز میں اپنے اعضاء کو دور رکھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ عورت سراسر ''ستر'' ہے پس اس کے لیے پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے، کیونکہ اعضاء کو دور دور رکھنے کی حالت میں خطرہ رہتا ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو جائے یہی خطرہ افتراش (یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا) میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ سرینوں کے بل بیٹھے اور یہ بھی حکم ہے کہ وہ اپنی دونوں رانوں کو ملائے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ عورتوں کو نماز میں چارزانو ہو کر بیٹھنے کا حکم دیتے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کا اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بیٹھنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

اور خلال نے اسی کو ترجیح دی ہے اور عورت کے لیے رفع یدین کرنے کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ عورت کے لیے رفع یدین کرنا سنت نہیں کیونکہ یہ اعضاء کو کشادہ کرنے کے مترادف ہے۔

(۹)...... "فَإِنْ أَمَّتْ اِمْرَأَةٌ بِنِسَاءٍ قَامَتْ وَسْطَهُنَّ فِي الصَّفِّ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ هَلْ يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنِّسَاءِ جَمَاعَةً فَعَنْهُ اَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ يُرْوٰى ذٰلِكَ عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلْمَةَ وَعَطَاءٍ وَالثَّوْرِيِّ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَبِيْ ثَوْرٍ وَعَنْ اَحْمَدَ اَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ وَكَرِهَهُ اَصْحَابُ الرَّاْيِ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَالنَّخْعِيُّ وَقَتَادَةُ لَهُنَّ ذٰلِكَ فِي التَّطَوُّعِ خَاصَّةً وَقَالَ الْحَسَنُ وَ اِسْحَاقُ وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ لَا تَؤُمُّ مُطْلَقًا وَنَحْوُهُ قَوْلُ مَالِكٍ لِاَنَّهُ يُكْرَهُ لَهَا الْاَذَانُ وَهُوَ دُعَاءٌ اِلَى

الْجَمَاعَةِ فَكُرِهَ مَا يُرَادُ لَهُ الْاَذَانُ وَلِمَا فِيْهِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَلَيْسَ مِنْ اَهْلِهٖ وَعَلَى الْقَوْلِ الْمُسْتَحَبِّ تَقُوْمُ وَسْطَهُنَّ فِي الصَّفِّ لِاَنَّ ذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلْمَةَ وَلِاَنَّ الْمَرْأَةَ يُسْتَحَبُّ لَهَا التَّسَتُّرُ وَلِذٰلِكَ لَا يُسْتَحَبُّ لَهَا التَّجَافِيْ وَكَوْنُهَا فِيْ وَسْطِ الصَّفِّ اَسْتَرُ لَهَا فَاسْتُحِبَّ لَهَا كَالْعُرْيَانِ" (الشرح الکبیر لابن قدامہ ج۲ ص۸۱تا۸۲)

ترجمہ: پس اگر کوئی عورت، عورتوں کو امامت کرائے تو وہ عورتوں کی صف کے درمیان کھڑی ہو، کیا کسی عورت کا دوسری عورتوں کو نماز باجماعت پڑھانا مستحب ہے؟، اس میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف اقوال ہیں ① ایک قول یہ ہے کہ مستحب ہے حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما، عطاء ثوری اوزاعی، امام شافعی، ابوثور رحمۃ اللہ علیہم سے یہی قول مروی ہے ② دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب نہیں ہے، اور ماہرین فقہ (یعنی امام ابوحنیفہ، اور ان کے تلامذہ رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک مکروہ ہے، اور امام شعبی، ابراہیم نخعی، قتادہ رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے فقط نفلی نماز میں جماعت جائز ہے، اور حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فرائض اور نوافل دونوں میں عورتوں کے لئے جماعت ممنوع ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے کیونکہ ان کے لیے اذان مکروہ ہے اور اذان میں جماعت کی طرف دعوت ہے جب اذان مکروہ ہے تو جماعت بھی مکروہ ہوگی اور اس لیے بھی کہ امام عورت آواز بلند کرے گی جبکہ عورت کے لیے آواز بلند کرنا منع ہے، پھر مستحب قول کے مطابق امام عورت صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہی منقول ہے، نیز اس لیے بھی کہ عورت کے لیے پردہ پوشی پسندیدہ چیز ہے اسی وجہ سے نماز میں اس کے لیے اعضاء کو دور دور رکھنا غیر مستحب ہے اور صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ان کے لیے پردہ پوشی اور چھپنے کا موجب ہے، سو ان کے لیے درمیان میں کھڑا ہونا ہی پسندیدہ طریقہ ہے، جیسا کہ اگر برہنہ بدن لوگ جماعت کرائیں تو ان کا امام بھی درمیان میں کھڑا ہوتا ہے۔

(۱۰)......"وَالْحُرَّةُ كُلُّهَا عَوْرَةٌ اِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا لِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنه وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا وَعَنْهُ فِى الْكَفَّيْنِ هُمَا عَوْرَةٌ لِاَنَّ الْمَشَقَّةَ لَا تَلْحَقُ بِسَتْرِهِمَا فَاَشْبَهَا سَائِرَ بَدَنِهَا وَمَا عَدَا هٰذَا عَوْرَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُصَلِّى الْمَرْأَةُ فِىْ دِرْعٍ وَخِمَارٍ وَلَيْسَ عَلَيْهَا اِزَارٌ؟ فَقَالَ نَعَمْ اِذَا كَانَ سَابِغًا يُغَطِّىْ ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا" (العدة شرح العمدة ج ۱ ص ۶۰، عبدالرحمٰن بن ابراهیم المقدسی ۶۲۴ھ)

ترجمہ: اور حرہ کا سارا بدن ستر ہے مگر اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے اور عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو ظاہر ہو جائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ماظہر سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ دونوں ستر ہیں کیونکہ ان کے چھپانے میں کوئی مشقت نہیں، لہذا ہاتھ باقی بدن کے حکم میں ہیں اور اس کے ماسوا باقی سارا بدن ستر ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز قبول نہیں کرتا مگر اوڑھنی کے ساتھ، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے جبکہ اس پر تہہ بند نہیں؟، فرمایا ہاں پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ اوڑھنی بڑی ہو جو قدموں کو چھپا لے۔

(۱۱)......"وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْمَا سَبَقَ لٰكِنْ تَجْمَعُ نَفْسَهَا، وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً اَوْ تَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا، وَنَصُّهُ سَدْلُهَا اَفْضَلُ، وَلَا تَجْلِسُ كَالرَّجُلِ، وَيُسْتَحَبُّ رَفْعُ يَدَيْهَا وَعَنْهُ قَلِيْلًا وَعَنْهُ يَجُوْزُ وَعَنْهُ يُكْرَهُ" (الفروع ج ۲ ص ۱۷۵، مولف محمد بن مفلح بن محمد متوفی ۷۶۳ھ)

ترجمہ: اور عورت مذکورہ مسائل میں مرد کی طرح ہے لیکن وہ اپنے جسم کو سکیڑ رکھے اور قعدہ میں چوکڑی مار کر بیٹھے، یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے کہ عورت کے لیے دائیں جانب دونوں پاؤں نکال کر بیٹھنا افضل ہے، اور وہ مرد کی طرح نہ بیٹھے، اور عورت کے لیے ایک قول کے مطابق معمولی رفع یدین کرنا مستحب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف جائز ہے مستحب نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

(۱۲)......"وَالْمَرْأَةُ كَذَالِكَ اَىِ الْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْمَا ذَكَرْنَا عَمَلًا بِالْاَصْلِ السَّالِمِ عَنِ الْمُعَارِضِ اِلَّا اَنَّهَا تُضْرَبُ جَالِسَةً وَتُشَدُّ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا عَلَيْهَا وَتُمْسَكُ يَدَاهَا لِئَلَّا تَنْكَشِفَ لِقَوْلِ عَلِىٍّ رضى الله عنه تُضْرَبُ الْمَرْأَةُ جَالِسَةً وَالرَّجُلُ قَائِمًا وَلِاَنَّ الْمَرْأَةَ وَهٰذَا اَسْتَرُ لَهَا وَهُوَ مَطْلُوْبٌ فِىْ نَظْرِ الشَّرْعِ بِدَلِيْلِ اَنَّهٗ يُشْرَعُ لَهَا فِى الصَّلَاةِ اَنْ تَجْمَعَ نَفْسَهَا فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ" (المبدع شرح المقنع ج ۹ ص ۴۳)

ترجمہ: اور عورت بھی اسی طرح ہے یعنی مذکورہ حد کے مسائل میں عورت مرد کی طرح ہے اس دلیل کی وجہ سے جو معارض سے سالم ہے مگر عورت کو کوڑے مارے جائیں گے بٹھا کر اور اس پر اس کے کپڑے بھی باندھ دیئے جائیں گے اور اس کے ہاتھ بھی، تا کہ عورت کا بدن اور اس کے بازو ظاہر نہ ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے کہ عورت کو مارا جائے بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے، نیز اس لئے کہ عورت کو بٹھا کر کوڑے لگانے میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہے اور شریعت کی نظر میں عورت کے لیے ستر پوشی مطلوب ہے دلیل یہ ہے کہ عورت کے لیے شریعت نے یہ طریقہ جاری کیا ہے کہ وہ نماز کے اندر رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے۔

(١٣)...... "وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذَالِكَ كُلِّهِ لٰكِنْ لَا تَتَجَافٰى فِيْ رُكُوْعٍ وَلَا سُجُوْدٍ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً اَوْ تَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا فَهٰذِهٖ صِفَةُ كَمَالِ الصَّلَاةِ" (المحرر فی الفقہ ج۱ص ٦٧، مولفہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ وفات ٦٥٢ھ)

ترجمہ: اور عورت مذکورہ سب احکام میں مرد کی مثل ہے لیکن وہ رکوع وسجود میں اپنے اعضاء کو مرد کی طرح جدا نہ رکھے گی اور وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے پس عورت کی یہ نماز کامل ہے۔

(١٤)...... (فتاوی واستشارات الاسلام الیوم ج۵ص ۴۱۵، المفتی یسین بن ناصر الخطیب استاذ بقسم القضائی جامعہ ام القری) "نَعَمْ هُنَاكَ فَوَارِقُ وَكُلُّ مَاهُنَاكَ مِنْ فَوَارِقَ فَاِنَّمَا هِيَ لِلسَّتْرِ الَّذِيْ تُؤْمَرُ بِهِ الْمَرْأَةُ فَالرَّجُلُ يُبَاعِدُ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيَرْفَعُ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اَمَّا الْمَرْأَةُ فَتُلْصِقُ ذِرَاعَيْهَا بِبَطْنِهَا وَفَخِذَيْهَا بِبَطْنِهَا وَالرَّجُلُ يَجْهَرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَهْرِ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْمَرْأَةُ اِنْ كَانَ هُنَاكَ رِجَالٌ اَجَانِبُ لَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا وَاِذَا اَخْطَأَ الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ فَالرَّجُلُ يُسَبِّحُ وَالْمَرْأَةُ تَضْرِبُ يَدًا عَلٰى يَدٍ وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ مَابَيْنَ سُرَّتِهٖ وَرُكْبَتِهٖ وَالْمَرْأَةُ لَا تَكْشِفُ اِلَّا وَجْهَهَا وَيَدَيْهَا فِي الصَّلٰوةِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ هُنَاكَ اَجَانِبُ وَمَا عَدَا ذٰلِكَ فَهُمَا سَوَاءٌ"

ترجمہ: مفتی یسین صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں جی ہاں مرد وعورت کی نماز میں کئی فرق ہیں اور جو بھی فرق ہیں صرف اور صرف عورت کو بدن چھپانے کا جو حکم ہے اس کی وجہ سے ہیں، پس مرد رکوع وسجود میں اپنی کہنیوں کو رانوں سے دور رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے بلند رکھے، لیکن عورت کلائیوں کو پیٹ کے ساتھ اور رانوں کو بھی پیٹ کے ساتھ چمٹائے، مرد جہر کی جگہ یعنی صبح، مغرب، عشاء کی نماز میں جہر کرے اور عورت اگر

اس جگہ اجنبی لوگ ہوں تو وہ اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور جب امام بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے مرد کا ستر ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے لیکن عورت نماز میں چہرے اور ہاتھ کے ماسوا بدن کا کوئی حصہ نہیں کھول سکتی اگر وہاں اجنبی لوگ نہ ہوں اور اگر اجنبی لوگ موجود ہوں تو چہرہ اور ہاتھ بھی ظاہر نہ کرے۔

(١٥)...... "الفقہ الاسلامی وادلتہ، مولف وَهْبَةُ الزُّحَيْلِيْ استاذ ورئیس قسم الفقہ الاسلامی واصولہ بجامعہ دمشق کلیۃ الشریعۃ"

مذہب حنفیہ:

① ...... مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے آزاد عورت کندھوں تک۔

② ...... مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے عورت سینہ پر۔

③ ...... رکوع میں مرد انگلیاں کھلی رکھے عورت کھلی نہ رکھے۔

④ ...... مرد سجدہ میں پیٹ رانوں سے کہنیاں پہلو سے کلائیوں کو زمین سے دور رکھے، عورت اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے۔

⑤ ...... مرد قعدہ میں افتراش کرے اور عورت تورک کرے "لانہ استرلھا" (کیونکہ تورک کی کیفیت اس کو زیادہ چھپانے والی ہے۔ (ج۲ص۱۰۲)

مذہب مالکیہ:

مرد اعضاء کو جدا جدا رکھے "وَاَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهَا سَتْرًا لَهَا" قعدہ میں مرد رانوں کو نہ ملائے اور عورت نماز کے تمام احوال میں اپنے جسم کو سمیٹے اپنی پردہ پوشی کے لیے۔ (ج۲ص۱۰۴تا۱۰۷)

مذہب شافعیہ:

(مَا تُخَالِفُ فِيْهِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ)

"يُسَنُّ لِلْمَرْأَةِ مُخَالَفَةُ الرَّجُلِ فِيْ سِتَّةِ اُمُوْرٍ ذَكَرَهَا الشَّافِعِيَّةُ"

ترجمہ: عورت کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ چھ امور میں مرد کے خلاف عمل کرے چھ امور شافعی علماء نے ذکر کئے ہیں۔

①……عورت سجدہ میں اعضاء کو ملائے کہنیوں کو پہلو کے ساتھ پیٹ کو رانوں کے ساتھ، جبکہ مرد اعضاء کو دور رکھے ''لِحَدِیْثٍ رَوَاہُ الْبَیْہَقِی فِی الْمَرْأَۃِ''۔

②……اگر اجنبی آدمی موجود ہو تو عورت آہستہ آواز سے قرأت کرے مگر مرد کے لیے جہری نمازوں میں جہر مسنون ہے۔

③……جب عورت کو نماز میں لقمہ دینے کی ضرورت ہو تو عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے اور مرد بلند آواز سے سبحان اللہ کہے۔

④……سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے عورت کا تمام بدن ستر ہے اور مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔

⑤……عورت کے لیے اقامت مسنون ہے اذان مسنون نہیں کیونکہ عورت کے لیے آواز بلند کرنا مکروہ ہے مگر مرد کے لیے اذان اور اقامت دونوں مسنون ہیں۔

⑥……عورت امام ہو تو عورتوں کے درمیان کھڑی ہو اگر مرد امام ہو تو مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو، مردوں کی جماعت میں عورت مردوں کی صفوں سے پیچھے کھڑی ہو، اور مرد اگلی صفوں میں کھڑا ہو (ج ۲ ص ۱۶۲)۔

مذھب حنابلہ:

اور عورت مذکورہ بالا احکام میں مرد کی مانند ہے مگر رکوع وسجود میں اس کے لیے اعضاء کو جدا جدا کرنا مسنون نہیں بلکہ اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملائے اور اپنے پاؤں دائیں طرف پھیر کر بیٹھے یہی افضل ہے اگر اجنبی آدمی اس کی قرائت سن رہا ہو تو اس پر سراً قرائت کرنا فرض ہے (ج ۲ ص ۱۱۸)

(۱۶)……''الفقہ علی المذاہب الاربعہ'' (مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری)

مذہب حنفیہ:

①……تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے عورت کندھوں کے برابر۔

②……مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے عورت سینہ پر۔

③……مرد رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کشادہ کرے، عورت انگلیاں ملائے۔

④……مرد سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو پہلو سے، کلائیوں کو زمین سے دور رکھے، عورت اپنا پیٹ رانوں کے ساتھ ملائے۔

⑤……مرد دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے، عورت ایک ران دوسری ران پر رکھے اور بایاں پاؤں دائیں سرین کے نیچے سے نکالے اور سرینوں پر بیٹھے۔

⑥……مرد ہاتھ باندھتے وقت چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنائے، عورت حلقہ نہ بنائے (ج ۱ ص ۲۸۵)۔

مذہب حنبلیہ:

مرد رکوع میں بازو کو پہلو سے جدا رکھے گھٹنوں کو ہاتھوں کے ساتھ پکڑے اور انگلیاں کشادہ کرے سجدہ میں بازو پہلو سے پیٹ رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے دور رکھے اور دونوں گھٹنوں کے درمیان کشادگی کرے سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو جدا جدا رکھے پہلے تشہد میں افتراش دوسرے میں تورک کرے۔

عورت نماز کے مذکورہ بالا احکام میں مرد کی مانند ہے لیکن رکوع اور سجدہ میں اس کے لیے اعضاء کو جدا جدا رکھنا مسنون نہیں بلکہ اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب سے نکال کر بیٹھے یہی افضل ہے اور اجنبی آدمی کے قرأت سننے کا خوف ہو تو قرأت سراً کرنا فرض ہے (ج ۱ ص ۲۷۸)

(۱۷)......"الموسوعة الفقهة الکویتیہ" (از وزارت اوقاف وامور اسلامیہ کویت)

"ھَیْئَتُھَا فِی الصَّلٰوۃ"

نماز میں عورت کی کیفیت:

اصل میں مرد وعورت میں عمل عبادت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں "اِلَّا اَنَّ الْمَرْأَۃَ تَخْتَصُّ بِبَعْضِ الْھَیْئَاتِ فِی الصَّلٰوۃِ وَذٰلِکَ کَمَا یَأْتِیْ" لیکن عورت کے ساتھ نماز کی بعض کیفیات مختص ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

①......عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو رکوع میں ملائے پس کہنیوں کو پہلو کی طرف ملائے اوران کو پہلو سے دور نہ رکھے" وَتَنْحَنِیْ قَلِیْلًا فِیْ رُکُوْعِھَا وَلَا تَعْتَمِدُ وَلَا تُفَرِّجُ بَیْنَ اَصَابِعِھَا بَلْ تَضُمُّھَا وَتَضَعُ یَدَیْھَا عَلٰی رُکْبَتَیْھَا وَتَنْحَنِیْ رُکْبَتَیْھَا وَتُلْصِقُ مِرْفَقَیْھَا بِفَخِذَیْھَا" اور رکوع میں تھوڑی جھکے اور گھٹنوں پر ٹیک نہ لگائے بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور انگلیوں کو ملا کر رکھے اور اپنے گھٹنوں کو جھکائے اور اپنی کہنیوں کو رانوں کے ساتھ ملائے۔

②......"وَفِیْ سُجُوْدِھَا تَفْتَرِشُ ذِرَاعَیْھَا" اور سجدہ میں اپنی کلائیوں کو زمین پر بچھائے اور پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے "لِاَنَّ ذٰالِکَ اَسْتَرُ لَھَا" کیونکہ یہ کیفیت عورت کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے، لہذا اس کے لیے مردوں کی طرح اعضاء کو دور دور رکھنا مسنون نہیں "لِحَدِیْثِ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ" (یہ حدیث آگے آرہی ہے) نیز اس لیے بھی کہ جسم کا سمٹا ہوا ہونا اس کے زیادہ لائق ہے اسی طرح عورت کے لیے مناسب ہے کہ وہ موٹی چادر قیام میں اپنے اوپر لپیٹ لے اور رکوع سجدہ میں اس کو ڈھیلا چھوڑ دے تاکہ اس کے کپڑوں سے اس کی جسامت ظاہر نہ ہو اور آواز کو پست رکھے" وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَۃً" اور آلتی پالتی مار کر بیٹھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو نماز میں اسی کا

حکم دیتے تھے یا دونوں پاؤں دائیں جانب سے نکال کر بیٹھے اور یہ کیفیت آلتی پالتی مارنے سے افضل ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکثری عمل یہی تھا "وَھُوَ مَا قَالَہُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ وَالْاِمَامُ اَحْمَدُ" امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں اسی طرح عورتوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ نماز سے فراغت کے بعد مردوں سے پہلے اٹھ جائیں تاکہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِیْنَ یَقْضِیْ تَسْلِیْمَہٗ الخ" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سلام کہہ لیتے تو عورتیں (لوٹنے کے لیے) کھڑی ہو جاتیں جبکہ حضور علیہ السلام اور دوسرے نمازی اپنی جگہ بیٹھے رہتے (ج ۷ ص ۸۹ تا ۹۰)۔

(۱۸)......(فتاوی الاسلام سوال جواب ج ۱ ص ۴۲، مولفہ الشیخ محمد بن صالح المنجد) "① لَیْسَ عَلَی الْمَرْأَۃِ اَذَانٌ وَّلَا اِقَامَۃٌ لِاَنَّ الْاَذَانَ شُرِعَ لَہٗ رَفْعُ الصَّوْتِ وَالْمَرْأَۃُ لَایَجُوْزُ لَھَا رَفْعُ صَوْتِھَا قَالَ اِبْنُ قُدَامَۃَ لَا نَعْلَمُ فِیْہِ خِلَافًا (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۴۳۸) ② کُلُّ الْمَرْأَۃِ عَوْرَۃٌ فِی الصَّلٰوۃِ اِلَّا وَجْھَھَا وَذٰلِکَ لِقَوْلِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ الخ (رواہ الخمسۃ وَفِیْ کَعْبِھَا وَقَدَمَیْھَا خِلَافٌ قَالَ فِی الْمُغْنِیْ ج ۲ ص ۳۲۸ وَاَمَّا سَائِرُ بَدَنِ الْمَرْأَۃِ الْحُرَّۃِ فَیَجِبُ سَتْرُھَا فِی الصَّلٰوۃِ وَاِنِ انْکَشَفَتْ مِنْہُ شَیْءٌ لَمْ تَصِحَّ صَلٰوتُھَا۔ ③ اِنَّ الْمَرْأَۃَ تَجْمَعُ نَفْسَھَا فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ بَدْلًا مِنَ التَّجَافِیْ لِاَنَّہٗ اَسْتَرُ لَھَا (المغنی ج ۲ ص ۲۵۸) وقال النووی قَالَ الشَّافِعِیُّ فِی الْمُخْتَصَرِ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِیْ عَمَلِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا اَنَّ الْمَرْأَۃَ یُسْتَحَبُّ لَھَا اَنْ تَضُمَّ بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ وَاَنْ تُلْصِقَ بَطْنَھَا بِفَخِذَیْھَا فِی السُّجُوْدِ کَاَسْتَرِ مَا تَکُوْنُ وَاُحِبُّ ذٰلِکَ لَھَا فِی الرُّکُوْعِ وَفِیْ جَمِیْعِ الصَّلٰوۃِ (المجموع ج ۳ ص ۴۲۹)

ترجمہ: شیخ محمد بن صالح المنجد اپنے فتوی میں لکھتے ہیں ① اذان اور اقامت عورت کے ذمہ نہیں کیونکہ اذان کی مشروعیت آواز بلند کرنے کے لیے ہے جبکہ عورت کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں اور ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ہم اس میں کسی کا اختلاف نہیں جانتے ② نماز میں سوائے چہرہ کے عورت کا سارا بدن ستر ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز قبول نہیں کرتا مگر اوڑھنی کے ساتھ اس کو بخاری کے علاوہ باقی صحاح ستہ کے پانچوں آئمہ حدیث نے نقل کیا ہے، اور اس کے قدموں اور ٹخنوں کے بارے میں اختلاف ہے، المغنی میں ہے کہ آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے، پس نماز میں اس کا چھپانا فرض ہے اور اگر بدن کا کچھ حصہ کھل گیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ③ عورت رکوع وسجود میں اعضاء کو جدا جدا رکھنے کے بجائے اپنے اعضاء کو ملائے کیونکہ اس سے اس کا بدن زیادہ چھپتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے المختصر میں کہا ہے کہ عمل صلوۃ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ جسم کے بعض حصہ کو بعض کے ساتھ ملائے، اور سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ اس طرح ملائے کہ وہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر پوشی کا موجب بنے، اور میں تمام نماز میں خصوصاً رکوع میں بھی اسی ضم والی کیفیت کو پسند کرتا ہوں۔

(۱۹)......(فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ج ۴ ص ۱۸۸۸۵ المفتی مرکز الفتوی باشراف عبد اللہ الفقیہ) "اِنَّ الْمَرْأَةَ تَخْتَصُّ بِبَعْضِ الْهَيْئَاتِ فِي الصَّلٰوةِ ذَكَرَهَا الْفُقَهَاءُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّهَا يُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَجْمَعَ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ فَتَضُمُّ مِرْفَقَيْهَا اِلَى الْجَنْبَيْنِ وَلَا تُجَافِيْهِمَا وَتَنْحَنِيْ قَلِيْلًا فِي الرُّكُوْعِ وَفِيْ سُجُوْدِهَا تَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهَا وَتَنْضَمُّ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُ لَهَا فَلَا يُسَنُّ لَهَا التَّجَافِيْ كَالرِّجَالِ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَكُوْنُ اَسْتَرَ لَهَا"

ترجمہ: عبد اللہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت نماز میں بعض کیفیات کے ساتھ مختص ہے جن کو فقہاء نے ذکر کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں کہ عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ رکوع میں اپنے جسم کو سمیٹے پس کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے اور ان کو دور نہ کرے اور رکوع میں تھوڑا جھکے اور سجدہ میں کلائیوں کو زمین پر بچھادے اور سکڑ جائے اور پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ چمٹائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے، پس عورت کے لیے مردوں کی طرح اعضاء کو دور رکھنے کے بجائے سنت یہ ہے کہ وہ پوری نماز میں اس کیفیت کو اختیار کرے جو اس کے بدن کو زیادہ چھپائے۔

(۲۰)......"فَاَمَّا الْمَرْأَةُ فَذَكَرَ الْقَاضِيْ فِيْهَا رِوَايَتَيْنِ عَنْ اَحْمَدَ اِحْدَاهُمَا تَرْفَعُ لِمَا رَوَى الْخَلَّالُ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ وَحَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ اَنَّهُمَا كَانَتَا تَرْفَعَانِ اَيْدِيَهُمَا وَهُوَ قَوْلُ طَاوُسٍ...... فَعَلٰى هٰذَا تَرْفَعُ قَلِيْلًا :قَالَ اَحْمَدُ رَفْعٌ دُوْنَ رَفْعٍ وَالثَّانِيَةُ لَا يُشْرَعُ لِاَنَّهٗ فِيْ مَعْنَى التَّجَافِيْ وَلَا يُشْرَعُ ذٰلِكَ لَهَا بَلْ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَسَائِرِ صَلَاتِهَا" (المغنی ج ۲ ص ۳۲۹، مولف ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد المعروف ابن قدامہ مقدسی متوفی ۶۲۰ھ)

ترجمہ: لیکن عورت کے بارے قاضی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ عورت رفع یدین کرے گی اس روایت کی وجہ سے جس کو خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام درداء اور حفصہ بنت سیرین کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ دونوں رفع یدین کرتی تھیں، اس قول کے مطابق عورت رفع یدین کرے گی لیکن معمولی اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رفع یدین کے درجے مختلف ہیں (یعنی مردوں کے لیے اور ہے، عورتوں کے لیے اور ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ عورت کے لیے رفع یدین کرنا مشروع نہیں کیونکہ اس میں اعضاء کو جدا کرنا اور کشادہ کرنا پایا جاتا ہے اور نماز میں عورت کا اپنے

اعضاء کو مردوں کی طرح جدا کرنا مشروع نہیں بلکہ شریعت میں عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ساری نماز میں خصوصاً رکوع وسجود میں ملائے۔

(۲۱)...... "تَجْمَعُ نَفْسَهَا وَتَنْخَفِضُ وَتُلْصِقُ مِرْفَقَيْهَا بِجَنْبَيْهَا وَبَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَغَيْرِهِمَا فِيْ جَمِيْعِ الصَّلٰوةِ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا قَالَ فِي الْاِنْصَافِ بِلَا نِـزَاعٍ" (حاشیۃ الروض المربع ج ۲ ص ۸۲، مولف عبدالرحمن بن محمد الحنبلی البخاری وفات ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ: عورت رکوع وسجود وغیرہ، تمام نماز میں اپنے جسم کو سمیٹے اور پست کرے اور اپنی کہنیوں کو پہلو کے ساتھ (رکوع میں) اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ (سجدہ میں) ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے، الانصاف میں ہے کہ اس میں کسی کا نزاع نہیں۔

(۲۲)...... "اَلْمَرْاَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ مَاذَكَرْنَاهُ مِنْ صِفَاتِ الصَّلٰوةِ...... وَلٰكِنَّ جُلُوْسَهَا لِلْعُلَمَاءِ فِيْهِ وَجْهَانِ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اِذَا جَلَسَتْ فِي التَّشَهُّدِ فَاِنَّهَا تَتَرَبَّعُ وَلَاتَفْتَرِشُ وَالسَّبَبُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اَبْلَغُ فِيْ سَتْرِهَا وَرَوَوْعَنْ بَعْضِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَايَدُلُّ عَلٰى جُلُوْسِهَا مُتَرَبِّعَةً كَمَا اُثِرَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رضی الله عنها وَقَالُوْا مَاكَانَتْ لِتَفْعَلَهٗ اِلَّا وَلَهٗ اَصْلٌ خَاصَّةً وَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَبْنَاهَا عَلَى الْعِبَادَةِ وَالتَّوَقُّفِ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِمَا اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ وَهُوَاَنَّهَا تُمِيْلُ رِجْلَيْهَا اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ وَالسَّبَبُ فِيْ ذَالِكَ اَنَّهَا اِذَا جَعَلَتِ الرِّجْلَيْنِ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ فَاِنَّهٗ لَا يَتَحَدَّدُ جِرْمُهَا فَيَكُوْنُ اَبْلَغَ فِيْ سَتْرِهَا وَيَكُوْنُ غِطَاءُ هَا عَلَيْهَا فَلَا تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُمَيِّزَ جِرْمَ الْمَرْاَةِ بِخِلَافِ اِذَا مَاجَلَسَتْ مُفْتَرِشَةً" (شرح زاد المستقنع للشنقیطی ج ۴۲ ص ۱۲)

ترجمہ: نماز کی مذکورہ صفات میں عورت مرد کی طرح ہے لیکن عورت کے قعدہ کی کیفیت

میں علماء کے دو قول ہیں: بعض علماء کہتے ہیں کہ جب عورت تشہد میں بیٹھے تو چارزانوں ہو کر بیٹھے اور افتراش کی صورت میں نہ بیٹھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چارزانو ہو کر بیٹھنے میں اس کے لیے پردہ پوشی ہے، اور بعض امہات المومنین کے متعلق مروی ہے کہ وہ چوکڑی مار کر بیٹھتی تھیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہی کیفیت منقول ہے، اور علماء نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس کیفیت سے بیٹھنا لازماً دلیل پر مبنی ہے اور بلا شبہ نماز کی بنیاد عبادۃ اور طریقہ نماز سے واقف ہونے پر ہے، اور بعض علماء نے وہ طریقہ بتایا ہے جس کو مصنف نے پسند کیا ہے وہ یہ کہ عورت اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کر لے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب عورت دونوں پاؤں دائیں جانب کرے گی تو اس کی جسامت کا اندازہ نہ ہو سکے گا سو یہ کیفیت اس کے جسم کو چھپانے میں زیادہ موثر ہے خصوصاً جب اس پر بڑی چادر بھی ہو تو عورت کے جسم کو پہنچاننے کی گنجائش ہی نہیں رہتی جبکہ دایاں پاؤں کھڑا کرنے اور بائیں پاؤں پر بیٹھنے میں اتنی پردہ پوشی نہیں ہوتی۔

(۲۳)...... "وَنَبَّهْنَا عَلٰى اَنَّ هٰذَا بِالنِّسْبَةِ لِلرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَاءِ لِاَنَّ الرَّسُوْلَ صلى الله عليه وسلم رَاٰى اِمْرَاَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَاَمَرَهُمَا اَنْ يَّضُمَّا الْعَضُدَيْنِ اِلَى الْجَنْبَيْنِ وَقَالَ ضُمَّا اللَّحْمَ اِلَى اللَّحْمِ فَكُلَّمَا كَانَتْ تَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ كَانَ ذَالِكَ اَدْعٰى اِلٰى سَتْرِهَا وَلَوْ كَانَتْ مُغَطَّاةً" (شرح بلوغ المرام للشیخ عطیہ محمد سالم ج ۶۴ ص ۱۰)

ترجمہ: اور ہم نے اس پر متنبہ کر دیا ہے کہ اعضاء کو جدا جدا رکھنے کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہیں تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے بازو پہلو کے ساتھ ملاؤ اور فرمایا کہ اپنے جسم کے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملاؤ کیونکہ عورت کا اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملانا اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی چیز ہے اور عورت کا جسم اگرچہ چھپا ہوا ہو تب بھی وہ اپنے اعضاء کو ملائے اور جسم کو سمیٹے۔

نوٹ: فقہ حنبلی کے مزید حوالہ جات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

(۲۴)...... ''المطلع علی ابواب المقنع ج اص ۸۵ تا ۸۷''۔

(۲۵)...... ''المخلص الفقہی ج اص ۱۴۷''۔

(۲۶)...... ''حاشیۃ الروض المربع ج ۲اص ۸۳''۔

(۲۷)...... ''شرح الزرکشی ج اص ۱۹۱''۔

(۲۸)...... ''کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۳ص ۴۴''۔

(۲۹)...... ''کلمات السداد علی متن الزاد ج اص ۵۰''۔

(۳۰)...... ''شرح زاد المستقنع للحمد ج ۵ص ۱۲۵''۔

(۳۱)...... ''الشرح الممتع علی زاد المستقنع مولفہ ڈاکٹر سلیمان بن عبد اللہ اور ڈاکٹر خالد بن علی''۔

(۳۲)...... ''فتاوی الاسلام ج اص ۴۲۰ مولفہ محمد صالح المنجد تلمیذ الشیخ بن باز و الشیخ محمد بن صالح العثیمین''۔

(۳۳)...... ''السلسبیل فی معرفۃ الدلیل شرح زاد المستقنع ج اص ۱۱۹''۔

عجیبہ:

①...... مقنع، (مولفہ الامام موفق ابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی متوفی ۶۲۰ھ) فقہ حنبلی کی بڑی معتبر کتاب ہے، اس میں مرد و عورت کے مسائل نماز کا فرق جو آپ حضرات ملاحظہ کر چکے ہیں اِن لفظوں کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے۔

''لٰكِنْ تَضُمُّ نَفْسَهَا وَتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا فِيْ جَانِبِ يَمِيْنِهَا''

ترجمہ: لیکن عورت اپنے جسم کو سکیڑے اور اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے۔

②...... پھر ایک حنبلی عالم ابو النجا موسی بن احمد بن موسی الحجاوی متوفی ۹۶۰ھ نے المقنع کا اختصار کیا اور نام رکھا ''زَادُ الْمُسْتَقْنِعِ فِيْ اِخْتِصَارِ الْمُقْنِعِ'' اس کتاب کی خصوصیت

یہ لکھی ہے ''اِقْتَصَرَ فِيْهِ عَلٰى قَوْلٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الرَّاجِحُ مِنْ مَذْهَبِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ'' اس میں بھی مرد و عورت کی نماز کا یہ فرق لکھا ہوا موجود ہے۔

③...... زاد المستقنع کی ایک شرح ''اَلرَّوْضُ الْمُرَبَّعُ'' منصور بن یونس بن ادریس البھوتی متوفی ۱۰۵۱ھ نے لکھی اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

④...... پھر الروض المربع کا حاشیہ لکھا عبد الرحمٰن بن محمد النجدی نے (متوفی ۱۳۹۲ھ) اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

⑤...... زاد المستقنع کی ایک اور شرح، شرح زاد المستقنع مولفہ محمد بن محمد المختار الشنقیطی (متوفی ۱۳۹۳ھ) نے لکھی اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

⑥...... زاد المستقنع کی ایک اور شرح، شرح زاد المستقنع مولفہ الشیخ حمد بن عبد اللہ الحمد نے لکھی اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

⑦...... ازاں بعد زاد المستقنع کی شرح دو حنبلی عالموں نے لکھی ایک ڈاکٹر سلیمان بن عبد اللہ ابو الخلیل اور ڈاکٹر خالد بن علی المشیقح اس شرح کا نام ہے ''اَلشَّرْحُ الْمُمْتِعُ علی زاد المستقنع'' اس میں بھی نہ صرف یہ کہ وہ فرق موجود ہے بلکہ اس کی مزید وضاحت ہے اس میں زاد المستقنع کی مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت میں لکھا ہے۔

''اَیْ اِنَّ الْمَرْاَةَ تَضُمُّ نَفْسَهَا فِي الْحَالِ الَّتِيْ يُشْرَعُ لِلرَّجُلِ التَّجَافِيْ كَمَا فِيْ حَالِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ يُشْرَعُ لِلرَّجُلِ مُجَافَاةُ الْعَضُدَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ فِي الرُّكُوْعِ وَفِيْ حَالِ السُّجُوْدِ مُجَافَاةُ الْعَضُدَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَالْفَخِذَيْنِ عَنِ السَّاقَيْنِ وَالْمَرْاَةُ لَا تُجَافِيْ بَلْ تَضُمُّ نَفْسَهَا فَاِذَا سَجَدَتْ تَجْعَلُ بَطْنَهَا عَلٰى فَخِذَيْهَا وَفَخِذَيْهَا عَلٰى سَاقَيْهَا وَاِذَا رَكَعَتْ تَضُمُّ يَدَيْهَا وَالدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ الْقَوَاعِدُ الْعَامَّةُ فِي الشَّرِيْعَةِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ يَنْبَغِيْ لَهَا السَّتْرُ وَضَمُّهَا نَفْسَهَا''

ترجمہ: یعنی نماز میں جس حالت میں مرد کے لیے اعضاء کو جدا کرنے کا حکم ہے جیسے رکوع وسجدہ میں اس حالت میں عورت کے لیے اعضاء کو ملانے کا حکم ہے یعنی مرد کو شرعاً حکم ہے کہ وہ رکوع میں بازو پہلو سے دور کرے اور سجدہ کی حالت میں بازو کو پہلو سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے دور رکھے اور عورت دور نہ رکھے بلکہ ملائے پس جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کیساتھ اور رانوں کو پنڈلیوں کیساتھ ملائے اور جب رکوع کرے تو بازو پہلو کے ساتھ ملائے، اور اس پر دلیل اکثر قواعد شرعیہ ہیں کیونکہ عورت کے لیے جسم کو چھپانا اور بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملانا زیادہ مناسب ہے، اور سدل کی تشریح میں لکھا ہے کہ عورت کے بیٹھنے کی کیفیت مرد کی کیفیت کے خلاف ہے پس عورت افتراش (یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا) اور تورک (یعنی ایک پاؤں کھڑا رکھ کر سرین پر بیٹھنا) نہ کرے بلکہ دو سجدوں کے درمیان اور تشہد میں سدل کرے یعنی دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔

(۸)......پھر پندرہویں صدی کے ایک حنبلی نما غیر مقلد عالم محمد بن صالح بن العثیمین (وفات ۱۴۲۱ھ) نے شرح ممتع میں تغیر وتبدل کر کے یہ شرح اپنے نام سے چھپوائی اس کے بعد ان کے ایک شاگرد احمد محمد خلیل عمانی نے اس کا اختصار کیا تو ان مؤخر الذکر ہر دو صاحبان نے اس فرق کا انکار کر دیا، اس لیے مرد وعورت کی نماز کی یکسانیت کا نظریہ مادر پدر آزاد زمانہ کی پیداوار ہے۔



مرد وعورت کی نماز کا فرق فقہ حنفی کی روشنی میں

(۱)......" وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا فَإِنَّهَا عَوْرَةٌ مَسْتُورَةٌ " (البحر الرائق ج۳ص۲۷۴)

ترجمہ: اور نماز میں عورت پست ہو اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے اور عورت مجسم ستر ہے اور اس کو چھپانے کا حکم ہے۔

(۲)......" وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فَلَا تُبْدِيْ عَضُدَيْهَا وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّهُ أَسْتَرُ وَحَرَّرْنَا فِي الْخَزَائِنِ أَنَّهَا تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِيْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ " (الدر المختار ج۱ص۵۰۴)۔

ترجمہ: اور عورت کا جسم نماز میں پست ہو پس وہ اپنے بازو ظاہر نہ کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے اور ہم نے الخزائن کتاب میں تحریر کیا ہے کہ عورت نماز کے پچیس مسائل میں مرد کے خلاف عمل کرتی ہے۔

(۳)......" وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فِيْ سُجُوْدِهَا وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا " (الهدایة ج۱ص۵۰)۔

ترجمہ: اور عورت اپنے سجود میں جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۴)......" وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا " (اللباب فی شرح الکتاب ج۱ص۳۷)۔

ترجمہ: اور عورت اپنے جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۵)......"فَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَحْتَفِزُ وَتَنْضَمُّ وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَعَضُدَيْهَا بِجَنْبَيْهَا هٰكَذَا عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه فِيْ بَيَانِ السُّنَّةِ فِيْ سُجُوْدِ النِّسَاءِ وَلِأَنَّ مَبْنٰى حَالِهَا عَلَى السَّتْرِ فَمَا يَكُوْنُ أَسْتَرَ لَهَا فَهُوَ أَوْلٰى لِقَوْلِهٖ صلی الله علیه وسلم اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ مَسْتُوْرَةٌ" (المبسوط ج۱ص۵۳)

ترجمہ: بہر حال عورت کا جسم نماز میں سمٹا اور ملا ہوا ہو، اور وہ اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ اور بازو کو اپنے پہلو کے ساتھ چپکا دے عورتوں کے سجدہ کا یہ سنت طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اور اس لئے بھی کہ عورت کی کیفیت نماز کی بناء جسم کے چھپانے پر ہے پس جو کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے وہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ عورت سراسر چھپانے کی چیز ہے اس کو چھپایا جائے۔

(۶)......"وَالْمَرْأَةُ فِي السُّجُوْدِ تُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَعَضُدَيْهَا بِجِسْمِهَا لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا" (المحيط البرهاني ج۱ص۴۹۲)۔

ترجمہ: اور عورت سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ اور اپنے بازو کو اپنے جسم کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے۔

(۷)......"فَإِنْ كَانَتْ اِمْرَأَةً جَلَسَتْ عَلٰى إِلْيَتِهَا الْيُسْرٰى وَأَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا" (العناية ج۲ص۷)

ترجمہ: پس اگر عورت ہو تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب سے نکالے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۸)......"فَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَيَنْبَغِيْ أَنْ تَفْتَرِشَ ذِرَاعَيْهَا وَتَنْخَفِضَ وَلَا تَنْتَصِبَ كَانْتِصَابِ الرَّجُلِ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا" (بدائع الصنائع ج۲ص۳۱۷)

ترجمہ: پس عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی کلائیوں کو بچھا دے اور عورت کا جسم نماز میں پست ہو اور مرد کے بلند ہونے کی طرح بلند نہ ہو، اور اس کا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا ہوا ہو کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۹)......"ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْمَرْأَةَ تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِيْ عَشْرِ خِصَالٍ تَرْفَعُ يَدَيْهَا إِلٰى مَنْكِبَيْهَا وَتَضَعُ يَمِيْنَهَا عَلٰى شِمَالِهَا تَحْتَ ثَدْيَيْهَا وَلَا تُجَافِيْ بَطْنَهَا عَنْ فَخِذَيْهَا وَتَضَعُ يَدَيْهَا عَلٰى فَخِذَيْهَا تَبْلُغُ رُؤُوْسُ أَصَابِعِهَا رُكْبَتَيْهَا وَلَا تَفْتَحُ إِبْطَيْهَا فِي السُّجُوْدِ وَتَجْلِسُ مُتَوَرِّكَةً فِي التَّشَهُّدِ وَلَا تُفَرِّجُ أَصَابِعَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَلَا تَؤُمُّ الرِّجَالَ وَتُكْرَهُ جَمَاعَتُهُنَّ وَيَقُوْمُ الْإِمَامُ وَسْطَهُنَّ" (تبیین الحقائق ج۲ص۷۶)۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ عورت دس خصلتوں میں مرد سے مختلف ہے ① وہ اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتی ہے ② اور پستانوں کے نیچے ہاتھ باندھتی ہے ③ اپنے پیٹ کو رانوں سے دور نہیں کرتی ④ اس کی انگلیوں کے کنارے اس کے گھٹنوں تک پہنچتے ہیں ⑤ سجدہ میں بغلوں کو کھلا نہیں کرتی ⑥ تشہد میں بائیں سرین پر بیٹھتی ہے ⑦ رکوع میں اپنی انگلیاں نہیں کھولتی ⑧ مردوں کو امامت نہیں کراتی ⑨ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے ⑩ امام عورت ان کے درمیان کھڑی ہوتی ہے۔

(۱۰)......(وَيُسَنُّ وَضْعُ الْمَرْأَةِ يَدَيْهَا عَلٰى صَدْرِهَا مِنْ غَيْرِ تَحْلِيْقٍ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا) "اَلْمَرْأَةُ تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِيْ مَسَائِلَ مِنْهَا هٰذِهٖ وَمِنْهَا أَنَّهَا لَا تُخْرِجُ كَفَّيْهَا مِنْ كُمَّيْهَا عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَتَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا وَلَا تُفَرِّجُ أَصَابِعَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَتَنْحَنِيْ فِي الرُّكُوْعِ قَلِيْلًا بِحَيْثُ

تَبْلُغ حَدًّا لِرُّکُوْعِ فَلَا تَزِیْدُ عَلٰی ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا وَتُلْزِقُ مِرْفَقَیْهَا بِجَنْبَیْهَا فِیْهِ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَیْهَا فِی السُّجُوْدِ وَتَجْلِسُ مُتَوَرِّكَةً فِیْ کُلِّ قُعُوْدٍ بِاَنْ تَجْلِسَ عَلٰی اَلْیَتِهَا الْیُسْرٰی وَتُخْرِجُ کِلْتَا رِجْلَیْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَیْمَنِ وَتَضَعُ فَخِذَیْهَا عَلٰی بَعْضِهِمَا وَتَجْعَلُ السَّاقَ الْاَیْمَنَ عَلَی السَّاقِ الْاَیْسَرِ کَمَا فِیْ مَجْمَعِ الْاَنْهُرِ وَلَاتَؤُمُّ الرِّجَالَ وَتُکْرَهُ جَمَاعَتُهُنَّ وَیَقِفُ الْاِمَامُ وَسْطَهُنَّ وَلَا تَجْهَرُ فِیْ مَوْضِعِ الْجَهْرِ وَلَا یُسْتَحَبُّ فِیْ حَقِّهَا الْاِسْفَارُ بِالْفَجْرِ وَالتَّتَبُّعُ یَنْفِی الْحَصْرَ" (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ا ص ۱۷۳)

ترجمہ: عورت کچھ مسائل نماز میں مرد کے خلاف عمل کرتی ہے (۱) عورت سینہ پر ہاتھ باندھتی ہے چھنگلی اور انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنائے بغیر (۲) تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اپنی آستینوں سے باہر نہیں نکالتی (۳) اور اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتی ہے (۴) رکوع میں انگلیاں نہیں کھولتی (۵) رکوع میں تھوڑا جھکتی ہے، اس طور پر کہ جھکنے کی حد کو پہنچ جائے اس سے زیادہ نہ جھکے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو چھپانے والی ہے (۶) رکوع میں اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو کے ساتھ ملاتی ہے (۷) سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملاتی ہے (۸) اور وہ ہر قعدہ میں تورک کرتی ہے یعنی اپنی سرین پر بیٹھتی ہے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کی طرف نکالتی ہے (۹) اور دونوں رانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھتی ہے (۱۰) اور دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی کے اوپر کرتی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے (۱۱) اور مردوں کو امامت نہیں کراتی (۱۲) عورتوں کی جماعت مکروہ (۱۳) امام عورت صف کے درمیان کھڑی ہوتی ہے (۱۴) نماز کے اندر جہر کے موقع پر جہر نہیں کرتی (۱۵) عورت کے لیے فجر کی نماز میں ''اسفار'' یعنی روشنی کرنا مستحب نہیں ہے عورتوں کے مختص مسائل کی جستجو کرنے سے مذکورہ بالا مسائل میں حصر کی نہیں (بلکہ اس سے زیادہ ہیں)۔

(۱۱)......تحفۃ الفقہاء ج ا ص ۱۳۵
(۱۲)......درر الاحکام شرح غرر ج ا ص ۳۱۷
(۱۳)......فتح القدیر ج ۲ ص ۹۱
(۱۴)......مراقی الفلاح ج ا ص ۱۳۷
(۱۵)......نور الایضاح ص ۴۸
(۱۶)......بدایۃ المبتدی ج ا ص ۱۵
(۱۷)......رد المحتار ج ۴ ص ۱۷
(۱۸)......مجمع الانہر ج ا ص ۲۸۹
(۱۹)......ملتقی الابحر ج ا ص ۱۴۷
(۲۰)......فتاوی عالمگیری ج ا ص ۴۷
(۲۱)......فتاوی قاضیخان ج ا ص ۸۵
(۲۲)......منیۃ المصلی ج ا ص ۳۱۳
(۲۳)......البنایہ ج ۲ ص ۲۸۵، ۳۰۵
(۲۴)......شرح وقایہ ج ا ص ۱۶۹
(۲۵)......شرح نقایہ ج ا ص ۱۷۸
(۲۶)......السعایہ ج ۲ ص ۱۵۵، ۲۰۵
(۲۷)......فتح المعین ج ا ص ۱۹۳
(۲۸)......غنیۃ المستملی ج ا ص ۳۱۳
(۲۹)......الجوہرۃ النیرۃ ج ا ص ۶۳
(۳۰)......الفقہ الحنفی وادلتہ ج ا ص ۱۹۰
(۳۱)......رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی ج ا ص ۸۲، ۸۳

فقہی عبارات کے نتائج:

(۱)......مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ بعض مسائل نماز کے اعتبار سے مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے۔

(۲)......مذاہب اربعہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ نماز کے تمام احوال میں خصوصاً رکوع و سجود اور قعدہ میں اعضاء کو ملا کر اور جسم کو سمیٹ کر نماز ادا کرے۔

(۳)......مذاہب اربعہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مرد کے لیے سنت یہ ہے رکوع و سجود اور قعدہ میں اعضاء کو کشادہ رکھے۔

(۴)......مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ عورت سے متعلقہ احکام شریعت کی بنیاد اس اصل شرعی پر ہے کہ دین اسلام میں عورت کے لیے ''ستر بدن'' (یعنی بدن کو چھپانا) مطلوب

شرعی" ہے اسی لئے مذاہب اربعہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ نماز میں عورت کے لیے وہ کیفیت اور طریقہ زیادہ پسند ہے جس میں ستر بدن زیادہ ہو۔

۵...... مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جن احادیث مبارکہ میں نماز کے اندر اعضاء کو کشادہ کرنے کا اور زمین پر کتے کی طرح کلایاں نہ بچھانے کا حکم ہے وہ مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں...... مرد و عورت کی نماز کے فرق پر اجماع امت سامنے آجانے کے بعد ہم منکرین کی خدمت میں عرض کریں گے۔

خدا کا کر خوف دل میں گلچیں، لگا نہ بلبل کے گھر میں آتش
وبال سے اس کے لگ اٹھے گی ہر اک شجر اور حجر میں آتش

چاروں فقہوں میں اجمال و تفصیل کا فرق:

فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی میں عورت کے لیے نماز کے جن مسائل مختصہ کو ذکر کیا گیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت ۱ تکبیر تحریمی کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے ۲ ہاتھ سینہ پر باندھے ۳ رکوع میں بازو کو پہلو کے ساتھ ملائے ۴ سجدہ میں بازو کو پہلو کے ساتھ پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور رانوں کو پنڈلیوں کے ساتھ ملائے، نیز دونوں رانوں اور گھٹنوں کو ملائے اور تمام احوالِ نماز میں جسم کو سکیڑے ۵ تشہد میں دائیں طرف پاؤں نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔

لیکن اگر تفصیل میں جائیں تو اب بھی اس میں بہت اجمال ہے۔

۱...... مثلاً تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھانے سے کیا مراد ہے؟، ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں یا انگلیوں کے کنارے کندھوں کے برابر ہوں، ہاتھ اٹھائے تو انگلیاں بند ہوں یا بند نہ ہوں کھلی ہوں تو ملی ہوئی ہوں یا کشادہ ہوں؟۔

۲...... سینہ پر ہاتھ کس جگہ باندھے قیام میں پاؤں ملائے یا نہ ملائے؟۔

۳...... اگر نہ ملائے تو فاصلہ کتنا ہو؟۔

اسی طرح اور بھی متعدد مسائل ہیں جو حل طلب ہیں اور چونکہ احادیث مبارکہ میں ان کا صریح طور پر حکم مذکور نہیں ہوا اس لیے عورت سے متعلقہ احکامِ شریعت میں جو اصل شرعی ہے یعنی "عورت کے لیے تَسَتُّر بدن مطلوب شرعی" ہے اس کے تحت حنفی فقہاء نے ان مسائل کو بھی حل کیا ہے اور ان کا حکم شرعی بتایا ہے، اس لیے فقہ حنفی کے مطابق نماز کے وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں دو قسم کے ہیں ایک وہ مسائل جو احادیث مبارکہ میں صراحتاً مذکور ہیں دوسرے وہ مسائل جو عورت کے لیے تَسَتُّر بدن کے اصلِ شرعی کے تحت حل کئے گئے ہیں۔

ہم پہلے وہ مسائل ذکر کرتے ہیں جو احادیث مبارکہ میں صراحتاً مذکور ہیں، اس کے بعد وہ مسائل ذکر کریں گے جو غیر مخصوص ہیں لیکن ان کو اصل شرعی کے تحت کیا گیا ہے اس لئے فقہ حنفی کتاب و سنت کے جملہ احکام شریعت کی ایک جامع مانع تشریح ہے اس کے ہوتے ہوئے اب کسی نئی تشریح کی ضرورت نہیں۔

زاجتہاد عالماں کوتاہ نظر   اقتداء رفتگان محفوظ تر

فقہاء مسائل بتاتے ہیں بناتے نہیں:

ان مسائل کو فقہاء کے خود ساختہ مسائل، یا شریعت سازی کا عنوان دینا فقہاء کرام پر بہت بڑا بہتان ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے "لکل آیة ظهر وبطن" (مشکوۃ) ہر حکم شرعی کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، ظاہر سے مراد وہ حکم ہے جو لفظوں میں بیان ہوا اور باطن سے مراد وہ شرعی اصول ہیں جو کتاب وسنت کے صریح حکم کے تحت مستور ہیں جن کو فقہاء نے تلاش کیا جبکہ بعض اصولوں کی خود رسول اللہ ﷺ نے نشاندہی فرمائی ہے جیسے عورتوں سے متعلقہ احکام شرع کے ضمن میں "عورتوں کے لیے تستر بدن کا اصل شرعی چھپا ہوا موجود ہے" اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اس اصل شرعی کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ امر اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث گذر

چکی ہے اس میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس لیے احکام شریعت کے ضمن میں چھپے ہوئے
اصل شرعی اور اس اصل شرعی کے ساتھ وابستہ مسائل کو حل کرنا اسی کو رسول اللہ ﷺ نے حکم
شرعی کا باطن کہا ہے اس لئے فقہاء کرام شرعی حکم بناتے نہیں بلکہ قرآن وحدیث میں مذکور
احکام شریعت کے باطن میں چھپے ہوئے اصول شریعت اور ان سے حل ہونے والے مسائل
کا انکشاف واظہار کرتے ہیں۔

جیسا کہ سمندر کی تہہ میں ہیرے، جواہرات موجود ہوتے ہیں غوطہ زن سمندر کی
تہہ میں اُتر کر ان کو تلاش کر کے نکالتے ہیں تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے ہیرے،
جواہرات بنائے ہیں بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے ہیرے جواہرات انہوں نے تلاش کئے ہیں
اور تلاش کر کے ان کو ظاہر کیا ہے، اسی طرح فقہاء کرام بھی قرآن وحدیث کے علمی سمندر کی
تہہ میں غوطہ زنی کر کے الفاظِ قرآن اور الفاظِ حدیث کے پردوں میں مستور اصول شریعت
کے موتی تلاش کر کے ان کے تحت جو جو مسائل آتے ہیں ان کا ادراک کر کے اُس اصل
شرعی کے ذریعہ ان مسائل کو حل کر کے ان کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں تک پہنچاتے ہیں
اس لیے فقہاء کرام قرآن وحدیث کے ظاہری وباطنی علوم کے شارح ہیں شارع نہیں، وہ
قرآن وحدیث کے ظاہری اور باطنی علوم ومسائل بتاتے ہیں خود بناتے نہیں۔

جیسے جج جب قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کی اپنی ذاتی رائے نہیں
ہوتی بلکہ وہ قانون کا تقاضا ہوتا ہے جس کو وہ اپنے فیصلہ کی شکل میں پورا کرتا ہے لیکن کہا یہ
جاتا ہے کہ یہ فلاں جج کا فیصلہ ہے، فلاں جج نے فیصلہ لکھا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ
اس نے اس میں قانون سے بالاتر ہو کر اپنی ذاتی رائے لکھی ہے بلکہ اس نے اپنی ذاتی رائے
سے ہٹ کر خالص قانون کے تقاضے کے مطابق فیصلہ لکھا ہے اور چونکہ لکھا ہے جج نے، قلم
اس کا چلا ہے اس لیے عنوان یہ بن جاتا ہے کہ فلاں جج کا فیصلہ ہے یعنی ہے تو قانون کا تقاضا
مگر لکھا جج نے ہے، اسی طرح جب فقہاء کرام مسائل حل کرتے ہیں تو وہ ان کی قرآن

وحدیث کے مقابلہ میں اپنی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ اصول شریعت کے تقاضوں کے
مطابق مسائل حل کرتے ہیں اور اصول شریعت کے تقاضوں کو ضبط تحریر میں لاتے ہیں اور
چونکہ اصول شریعت کا مسائل پر انطباق کر کے مسائل کو حل کرنا پھر ان حل شدہ مسائل کو لکھنا
اور لکھوانا مجتہد کا کام ہے اسلیے ان مسائل کی نسبت فقہاء کی طرف کردی جاتی ہے اور اصول
شریعت کے تحت مسائل حل کرنے کا نام قیاس ہے اور قیاس کی حقیقت یہ ہے "اَلْقِیَاسُ
مَظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ"، یعنی قیاس کتاب وسنت کے چھپے مسائل کو ظاہر کرتا ہے مسائلِ شریعت کو
نئے سرے سے ثابت نہیں کرتا۔ (البحر المحیط ج ۴ ص ۱۱/ التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۱۳۳/ توضیح
وتلویح ج ۱ ص ۲۷، ۴۵، ۳۰۶)



مرد وعورت کی نماز کا فرق فقہ غیر مقلدین کی روشنی میں

① ......حضرت براء سے مرفوع حدیث ہے کہ ''جب تو سجدہ کرے تو ہاتھ رکھ اور کہنیاں اٹھا'' اس حدیث کے تحت بلوغ المرام کے شارح غیر مقلد الامام محمد بن اسماعیل الصَّنْعَانِی لکھتے ہیں ''وَهٰذَا فِیْ حَقِّ الرَّجُلِ لَا الْمَرْأَةِ فَاِنَّهَا تُخَالِفُهٗ فِیْ ذَالِكَ لِمَا اَخْرَجَهٗ ابوداود فی مراسیله عن یزید بن ابی حبیب اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم مَرَّ عَلٰی اِمْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَةَ فِیْ ذَالِكَ لَیْسَتْ كَالرَّجُلِ قَالَ الْبَیْهَقِیُّ وَهٰذَا الْمُرْسَلُ اَحْسَنُ مِنْ مَّوْصُوْلَیْنِ فِیْهِ'' (سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۳۵۷) کہنیاں اوپر اٹھانے کا حکم مرد کے حق میں ہے عورت کے حق میں نہیں، کیونکہ عورت کا حکم مرد کے حکم کے خلاف ہے (کہ وہ کہنیاں نہ اٹھائے بلکہ زمین کے ساتھ ملائے) اس پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداود نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے یزید بن ابی حبیب سے کہ نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا بعض حصہ زمین کے ساتھ ملاؤ (یعنی کلایاں اور کہنیاں زمین پر بچھادو) کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ مرسل حدیث پچھلی دو موصول حدیثوں سے زیادہ اچھی ہے۔

② ......ایک اور غیر مقلد عالم محدث، فقیہ ابو محمد عبد الحق ہاشمی (متوفی ۱۳۹۲ھ) نے رکوع، سجود قعود میں مرد وعورت کے فرق پر ایک رسالہ تصنیف کیا ہے ''نَصْبُ الْعُمُوْدِ فِیْ تَحْقِیْقِ مَسْأَلَةِ تَجَافِی الْمَرْأَةِ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ'' اس میں وہ ابن حزم ظاہری

اور جمہور علماء کے موقف کو نقل کر کے فرماتے ہیں ''وَاَوْلَی الْاَقْوَالِ عِنْدِیْ بِالْاِخْتِیَارِ قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْمَرْأَةَ لَا تُجَافِیْ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ بَلْ تَضُمُّ بَعْضَ اللَّحْمِ اِلٰی بَعْضٍ وَتَضُمُّ بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ لِاَنَّ ذَالِكَ اَسْتَرُ لَهَا'' (ص ۵۲) میرے نزدیک ان لوگوں کا مذہب راجح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت رکوع، سجود اور قعدہ میں اعضاء کو کشادہ نہ کرے بلکہ بعض اعضاء کو دوسرے بعض اعضاء کے ساتھ ملائے اور جسم کا کچھ حصہ (یعنی کہنیاں اور کلائیاں) زمین کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے۔

③ ......نواب وحید الزمان خان غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شمار ہوتے ہیں عبد الرشید عراقی نے اپنی کتاب چالیس علماء اہل حدیث میں ص ۱۰۳ سے ۱۰۹ تک ان کا بڑی عظمت اور شان وشوکت سے تذکرہ کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں، مولانا وحید الزمان ایک بلند پایہ عالم دین مفسر قرآن محدث، فقیہ، مورخ، متکلم، معلم، مترجم، نقاد، دانشور، مبصر، مصنف اور عربی، فارسی اور اردو کے بلند مرتبہ ادیب تھے، نیز لکھتے ہیں اوائل عمر میں حنفی تھے لیکن اپنے برادر اکبر مولانا بدیع الزمان کی صحبت سے مسلک اہلحدیث قبول کرلیا، پھر ان کی ۳۷ تصانیف کی فہرست درج کی ہے اور ۳۲ نمبر پر نزل الابرار من فقہ النبی المختار کا اندارج کیا۔

غیر مقلدین کی ایک اور کتاب میں نزل الابرار کا یوں تعارف کرایا گیا ہے، نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج اول تعداد صفحات ۲۹۲ مصنف الشیخ العلام نواب وحید الزمان حیدر آباد مطبع سعید المطابع بنارس طبع اول ۱۳۲۸ھ یہ کتاب فقہ اہل حدیث کے موضوع پر ہے اور عوام میں بہت مقبول ہے (جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، رئیس احمد ندوی، عبد السلام ندوی، محمد مستقیم) نواب وحید الزمان نے اپنی اس کتاب میں مرد وعورت کی نماز میں فرق کو تسلیم کیا ہے ''وَصَلٰوةُ الْمَرْأَةِ كَصَلٰوةِ الرَّجُلِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَرْكَانِ وَالْاٰدَابِ اِلَّا اَنَّ الْمَرْأَةَ تَرْفَعُ یَدَیْهَا عِنْدَ التَّحْرِیْمِ اِلٰی ثَدْیَیْهَا وَلَا تُخَوِّیْ فِی السُّجُوْدِ كَالرَّجُلِ

بَلْ تَنْخَفِضُ وَتُلْصِقُ وَتَضُمُّ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَاِذَا حَدَثَ حَادِثَةٌ تُصَفِّقُ "(نزل الابرادمن فقہ النبی المختارج اص ۸۵)

اور تمام ارکان وآداب میں عورت کی نماز مرد کی نماز کی طرح ہے مگر عورت تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے پستانوں تک اٹھائے، اور سجدہ میں مرد کی طرح جسم کواونچا نہ کرے بلکہ پست رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے اور جب نماز میں لقمہ دینے کی صورت پیش آئے تو ہاتھ پر ہاتھ مارے۔

④......"وَهٰذَا فِیْ حَقِّ الرَّجُلِ لَا الْمَرْأَةِ فَاِنَّهَا تُخَالِفُهٗ فِیْ ذَالِكَ لِمَا اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاوٗدُ فِیْ مَرَاسِیْلِهٖ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰی امْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَى الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَةَ فِیْ ذَالِكَ لَیْسَتْ كَالرَّجُلِ قَالَ الْبَیْهَقِیْ وَهٰذَا الْمُرْسَلُ اَحْسَنُ مِنْ مَوْصُوْلَیْنِ فِیْهِ یَعْنِیْ مِنْ حَدِیْثَیْنِ مَوْصُوْلَیْنِ ذَكَرَهُمَا الْبَیْهَقِیْ فِیْ سُنَنِهٖ وَ ضَعَّفَهَا"(مرعاۃ المفاتیح ج ۳ص ۲۰۷)

ترجمہ: اور اعضاء کشادہ رکھنے کا حکم مرد کے حق میں ہے عورت کے لیے نہیں کیونکہ وہ اس حکم میں مرد کے خلاف ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے یزید بن ابی حبیب سے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض اعضاء کو زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ عورت اس حکم میں مرد کی طرح نہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مرسل حدیث ان دو متصل حدیثوں سے بہتر ہے جو اس حکم کے بارے میں ہیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے اور ان کا ضعف بھی بیان کیا ہے۔

⑤......مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد محدث ومفتی سے سوال کیا گیا عورتوں کو نماز میں

انضمام کرنا چاہیے یا نہ؟، مولانا نے اس کے جواب میں پہلے مراسیل ابی داؤد اور سنن بیہقی کے حوالہ سے یزید بن ابی حبیب کی مذکورہ بالا حدیث لکھی پھر فرمایا اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آرہا ہے، پھر مذاہب اربعہ کی کتب معتبرہ سے رکوع وسجود میں عورت کے انضمام وانخفاض کے حوالے نقل کر کے لکھتے ہیں غرض کہ عورتوں کا انضمام وانخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرھم سے ثابت ہے اس کا منکر کتب حدیث وتعامل اہل علم سے بے خبر ہے (فتاوی علمائے حدیث ج ۳ص ۱۴۹ بحوالہ فتاوی غزنویہ ص ۲۷ تا ۲۸)۔

ناظرین کرام! مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تحقیق اور ان کی رائے سامنے آجانے کے بعد اب علامہ اقبال مرحوم کی نصیحت یاد رکھیے۔

زاجتہادِ عالماں کوتاہ نظر اقتداء رفتگاں محفوظ تر

یعنی کوتاہ نظر عالموں کے اجتہاد سے گذشتہ مجتہدین وفقہاء کی اقتداء میں دین وایمان زیادہ محفوظ ہے۔



عورتوں کے مسائل مختصہ کی دو قسمیں:

نماز کے وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں اور ان میں مرد عورت کے درمیان فرق ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔

①......(متفقہ مسائل) یعنی وہ مسائل کہ جن میں غیر مقلدین بھی مرد عورت کے درمیان فرق تسلیم کرتے ہیں اور وہ اپنی کتابوں میں اُن مسائل کو عورتوں کے ساتھ مختص ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

②......(متنازعہ مسائل) یعنی وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں لیکن عرب وعجم کے غیر مقلدین ان کا انکار کرتے ہیں اول قسم کے مسائل کے لیے تفصیلی طور پر احادیث مبارکہ لکھنے کی ضرورت نہیں اس لیے ان مسائل میں طوالت سے بچنے کے لیے صرف احادیث کے حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ دوسرے قسم کے مسائل کو مفصل اور مدلل لکھا گیا ہے۔

مرد عورت کا طریقہ نماز میں فرق متفقہ مسائل کی روشنی میں

نمبر شمار	مرد کی نماز:	عورت کی نماز:
①	مرد بلا عذر ننگے سر نماز جائز مگر خلاف ادب ومکروہ۔	عورت کی ننگے سر نماز باطل ہے

دلیل: ① ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا ② المرأة عورة ترمذی باب ماجاء فی کراھیة الدخول

②	مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے باقی بدن ستر نہیں۔	عورت کا سوائے چہرے، ہاتھ پاؤں کے سارا بدن ستر ہے۔

دلیل: ① ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا ② المرأة عورة ترمذی باب ماجاء فی کراھیة الدخول

③	مرد کے لیے مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے	عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے

دلیل: ابوداود ص۸۴ ج۱_ مجمع الزوائد ص۳۴ ج۲

④	مرد کے لیے اذان باعث ثواب وفضیلت ہے	عورت کے لیے اذان کہنا درست نہیں نہ اس کی اذان کا اعتبار ہے بلکہ اذان کا اعادہ ضروری۔

دلیل: سنن کبریٰ بیہقی ج۱ ص۴۰۸ التصفیق للنساء بخاری ج۱ ص۱۶۰

⑤	مرد اقامت کہہ سکتا ہے	عورت اقامت نہیں کہہ سکتی

دلیل: سنن کبریٰ بیہقی ج۱ ص۴۰۸ التصفیق للنساء بخاری ج۱ ص۱۶۰

⑥	مرد پر نماز فرض اور جماعت واجب	عورت پر نماز فرض ہے جماعت واجب نہیں

دلیل: مجمع الزوائد ج۲ ص۳۴_ الترغیب والترھیب ص۲۲۵

⑦	مرد مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو ثواب زیادہ ہے	عورت مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو ثواب کم گھر میں پڑھے تو ثواب زیادہ ہے

دلیل: ابوداود ص۸۴ مجمع الزوائد ج۲ ص۳۴

⑧	مرد عورتوں کا امام بن سکتا ہے	عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی

دلیل: العدة ص۹۶_ معجم کبیر ج۹ ص۲۹۵،۲۹۶_ موطا امام محمد باب المراة تکون ص۵۸_ مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۱۴۹_ اخروھن من حیث اخرھن اللہ۔

۹	مرد امام ہو تو آگے کھڑا ہو	عورت عورتوں کی امام ہو تو درمیان میں کھڑی ہو

دلیل: مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۴۰ سنن کبری بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱

۱۰	مرد کے لیے بہترین صف اگلی ہے	عورت کے لیے بہترین صف پچھلی ہے

دلیل: مسلم ج ۱ ص ۱۸۲_ ابوداود ج ۱ ص ۹۹_ ترمذی ج ۱ ص ۵۲

۱۱	مرد کے لیے کم ترین صف پچھلی ہے	عورت کے لیے کم ترین صف اگلی ہے

دلیل: مسلم ج ۱ ص ۱۸۲/ ابوداود ج ۱ ص ۹۹/ ترمذی ج ۱ ص ۵۲

۱۲	مرد نے اپنے امام کو لقمہ دینا ہو تو سبحان اللہ کہے	عورت نے لقمہ دینا ہو تو ہاتھ پر ہاتھ مارے

دلیل: بخاری ۱۶۰_ مسلم ج ۱ ص ۱۸۰_ ابوداود ج ۱ ص ۱۳۵

۱۳	مرد کا صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے	عورت کا صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہونا مکروہ نہیں

دلیل: سنن ترمذی ج ۱ ص ۵۴، ۵۵

۱۴	مرد اگلی صف میں جگہ ہو تو صف کے پیچھے کھڑا نہ ہو	عورت مردوں کی صف میں جگہ ہو تب بھی پیچھے کھڑی ہو

دلیل: سنن ترمذی ج ۱ ص ۵۴، ۵۵

۱۵	مرد سجدہ سے پہلے اٹھیں (جب عورتیں جماعت میں شامل ہوں)	عورت سجدہ سے سر تب اٹھائے جب مرد بیٹھ جائیں

دلیل: سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ مختصر نماز نبوی نورستانی غیر مقلد

۱۶	مرد مسجد میں نماز کے لیے آئے تو اذن شرط نہیں	عورت مسجد میں آنا چاہے تو اذن خاوند شرط ہے

دلیل: صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳

۱۷	مرد کے مسجد میں آنے کے لیے پردہ شرط نہیں	عورت مسجد میں آنا چاہے تو پردہ شرط ہے

دلیل: صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰

۱۸	مرد کا خوشبو لگا کر مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے	عورت کا خوشبو لگا کر مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں

دلیل: صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳_ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۱۷

۱۹	مرد کا مسجد میں صاف ستھرا ہو کر نماز پڑھنا افضل	عورت کا مسجد میں میلی کچیلی حالت میں نماز پڑھنا افضل

دلیل: ترمذی ج ۱ ص ۱۲۰، ۲۲۰_ ابن ماجہ ص ۲۸۸

۲۰	مرد کا مسجد میں خوبصورت کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل	عورت کا مسجد کے اندر میلے کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل

دلیل: ترمذی ج ۱ ص ۱۲۰، ۲۲۰_ ابن ماجہ ص ۲۸۸

۲۱	مرد پر جمعہ فرض ہے	عورت پر جمعہ فرض نہیں

دلیل: ابوداود ج ۱ ص ۱۵۳_ کتاب الآثار ص ۱۴۱ باب صلوۃ الجمعہ

تنبیہ:

جب غیر مقلدین حضرات نے اتنے مسائل نماز میں مرد وعورت کے درمیان فرق تسلیم کر لیا تو ان کا یہ دعویٰ کہ مرد وعورت کی نماز کے سب مسائل ایک جیسے ہیں (موجبہ کلیہ) اور ان میں کوئی فرق نہیں یہ دعوی عام باطل ہو گیا کیونکہ ایسا عام دعوی تو ایک دو فرق ثابت ہونے سے بھی باطل ہو جاتا ہے جیسے ایک آدمی دعوی کرتا ہے کہ میں نے کبھی گالی نہیں دی دوسرا کہتا ہے کہ جناب آپ نے فلاں جگہ میرے سامنے ایک مرتبہ گالی دی تھی تو اس سے اس کا دعوی عام باطل ہو گیا لیکن یہاں تو جناب مرد وعورت کا 21 مسائل نماز میں فرق ثابت ہو گیا اور مسائل بھی ایسے کہ جن کو خود غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں تو اس کے بعد

ان کے اس دعوی کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، لہذا ان کو چاہیے کہ وہ اپنا یہ دعوی واپس لیں اور آئندہ ایسا دعوی نہ کریں۔

طریقہ نماز کی حقیقت:

ایک غیر مقلد علامہ صاحب کہنے لگے ہم نے کب یہ دعوی کیا ہے کہ مرد وعورت کے نماز کے سارے مسائل ایک جیسے ہیں ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ مرد وعورت کی نماز کا طریقہ ایک جیسا ہے میں نے کہا آپ ذرا نماز کے مسائل الگ کردیں پھر مجھے بتائیں کہ نماز کا طریقہ کیا ہے وہ کہنے لگے اگر مسائل کو الگ کردیں گے تو اس سے نماز بھی ختم ہو جائے گی اور طریقہ نماز بھی ختم ہو جائیگا میں نے کہا پتہ چلا کہ نماز اور طریقہ نماز نام ہی مسائل نماز کا ہے اگر نماز کے مسائل ختم تو طریقہ نماز بھی ختم۔

مثلاً اگر کوئی آدمی بغیر وضوء کے نماز پڑھنی شروع کردے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس کا نماز کا طریقہ غلط ہے وہ اگر قبلہ رخ ہونے کے بجائے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کردے تو ہم کہیں گے کہ اس کا یہ طریقہ غلط ہے اگر کوئی عورت ننگے سر نماز پڑھنی شروع کردے تو ہم کہیں گے اس کا نماز کا یہ طریقہ غلط ہے اور اگر وضوء کر کے قبلہ رخ ہو کر سر ڈھانپ کر نماز پڑھے تو ہم کہیں گے یہ طریقہ نماز درست ہے، لہذا آپ کی یہ تاویل آپ کے دعوی کو نہیں بچا سکتی اس لئے مان لینا چاہیے کہ بعض مسائل کے لحاظ سے مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے کہ سچ کے ماننے میں عزت اور نہ ماننے میں ذلت! لیکن کیا کیجئے بزبان شاعر غیر مقلدین کی حالت یوں ہے۔

میں جھوٹ میں چھپاتا ہوں اپنے عیوب کو
اللہ جانتا ہے کہ جھوٹا نہیں ہوں میں

متنازعہ مسائل کی دو قسمیں:

نماز کے وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں اور ان مسائل کے اعتبار سے مرد وعورت کے طریقہ نماز میں فرق ہے مگر غیر مقلدین حضرات اس فرق کا انکار کرتے ہیں

ان مسائل متنازعہ کی بھی دو قسمیں ہیں ① وہ مسائل جو نفیاً یا اثباتاً احادیث میں مذکور نہیں البتہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کتاب وسنت کے شرعی اصولوں سے ان کا استنباط کیا ہے ان مسائل کو ہم اخیر میں ذکر کریں گے ② عورت کے متنازعہ مسائل مختصہ کی دوسری قسم وہ مسائل ہیں جو احادیث مبارکہ میں کسی نہ کسی درجہ میں مذکور ہیں لیکن عرب وعجم کے غیر مقلدین صاحبان ان کا انکار کرتے ہیں، انکار کر کے انہوں نے ہر جگہ اختلاف وانتشار کی فضا پیدا کی ہوئی ہے۔

اور قرآن وحدیث کی آڑ میں عورتوں کی نماز کے بارے وساوس ڈال کر، شکوک وشبہات پیدا کر کے صوم وصلوۃ کے پابند صلحاء وصالحات کو ان شرفاء نے پریشانی اور تشویش میں ڈال رکھا ہے، خصوصاً مسائل متنازعہ کی اس دوسری قسم کی وجہ سے اس لیے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان مسائل کو مفصل اور مدلل طور پر تحریر کیا جائے تاکہ نماز کے ان مسائل کے متعلق مردوں اور عورتوں میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کر کے ان کی پریشانی اور تشویش کو دور کیا جائے لیکن احادیث کی رو سے ان مسائل کی وضاحت کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حل مسائل کے اصولوں میں سے کچھ اصول بتا دیئے جائیں تاکہ مسائل بھی حل ہو جائیں اور ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بھی سمجھ آجائیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل حل کرنے کا طریقہ:

کسی مسئلہ کو احایث مبارکہ سے حل کرنے کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے اس مسئلہ سے متعلق تمام احادیث مرفوعہ اور صحابہ واکابر تابعین کے آثار کو جمع کرتے ہیں پھر ان احادیث وآثار میں غور کرتے ہیں اگر وہ سب احادیث وآثار ایک جیسے ہوں ان میں مفہوم ومعنی کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہ ہو اور ان سب حدیثوں میں ایک جیسا مسئلہ ہو تو ان احادیث میں مذکور مسئلہ بالکل واضح ہوتا ہے اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بعینہ اس مسئلہ کو لے لیتے ہیں اور اس مسئلہ میں اپنی اجتہادی رائے

استعمال نہیں کرتے ایسے مسائل میں آئمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوتا اور اگر وہ احادیث مختلف قسم کی ہوں کسی حدیث میں کوئی حکم ہو اور کسی میں کوئی تو اس پیچیدہ اور الجھی ہوئی صورت میں مسئلہ کو حل کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اجتہاد کرتے ہیں اور اپنی اجتہادی رائے کو استعمال کرتے ہیں جس کے تین طریقے ہیں۔

① ......ان احادیث و آثار میں غور کر کے ناسخ اور منسوخ کی تعیین کرتے ہیں تعیین کر کے ناسخ پر عمل کرتے ہیں اور منسوخ کو چھوڑ دیتے ہیں جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کی حدیثیں تو بہت ہیں مگر نہ کرنے کی ایک بھی حدیث نہیں اس لیے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی سنت کہتے ہیں اور چاروں آئمہ کے درمیان یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، لیکن رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں تین قسم کی روایات ہیں۔

◈۱ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد، سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد رفع یدین کی احادیث (حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۵) ◈۲ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کے اثبات اور سجود میں رفع یدین کی نفی کی احادیث (جیسے حدیث ابن عمر سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۵) ◈۳ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا اثبات اس کے علاوہ نماز میں رفع یدین کا ترک (جیسے حدیث عبداللہ بن مسعود، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۸ اور حدیث براء بن عازب، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷) ان حدیثوں کے متعلق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور اجتہادی رائے یہ ہے، تدریجاً رفع یدین ترک ہوا ہے پہلے سجدہ والا رفع یدین ترک ہوا، اس کے بعد رکوع والا رفع یدین بھی ترک ہو گیا اور صرف تکبیر تحریمہ والا رفع یدین باقی رہ گیا چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی ص ۱۶۵ پر ترک رفع یدین عند السجود اور ج ۱ ص ۱۵۸ پر رکوع والے رفع کے ترک کا باب قائم کیا ہے لہذا رکوع وسجود والے رفع یدین کا سنت ہونا منسوخ ہے اور ترک رفع یدین والی احادیث ناسخ ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخیر زندگی تک ہمیشہ ہمیشہ رفع یدین کرتے

رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی ہے اگرچہ آج تک وہ اس دوام پر دلیل پیش نہیں کر سکے اور نہ آپ کی آخری نماز میں رفع یدین ثابت کر سکے ہیں تاہم یہ ان کی رائے ہے، اور اپنی اس ذاتی رائے کی بنیاد پر وہ ترک رفع یدین والی حدیثوں پر عمل نہیں کرتے اور رفع یدین والی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔

② ......اگر ناسخ ومنسوخ کا پتہ نہ چل سکے تو وہ ان احادیث مختلفہ کی ایسی تشریح کرتے ہیں اور تشریح کر کے اس طرح مسئلہ کو حل کرتے ہیں کہ ان سب حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے جیسا کہ آنے والے مسائل میں آپ حضرات اس کا مشاہدہ کر لیں گے (انشاء اللہ العزیز)

③ ......اور اگر ان سب احادیث مختلفہ پر عمل کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ترجیحی طریقہ اختیار کرتے ہیں یعنی ان احادیث میں سے جو حدیثیں وجوہ ترجیح کے لحاظ سے راجح ہوتی ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اُن پر عمل کرتے ہیں مثلاً ان احادیث مختلفہ میں سے جو حدیثیں کتاب اللہ، یا سنت مشہورہ یا آثار صحابہ وتابعین یا اصول شریعت کے زیادہ موافق ہوں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان پر عمل کرتے ہیں اور جو حدیثیں کتاب اللہ یا سنت مشہورہ یا آثار صحابہ وتابعین یا اصول شریعت کے خلاف ہوں تو ان حدیثوں کو چھوڑ دیتے ہیں یا اسی طرح ان میں سے بعض حدیثوں پر اجماع اور عملی تواتر ہوتا ہے اور بعض حدیثوں پر اجماع اور عملی تواتر نہیں ہوتا تو ترجیح ان احادیث کو ہوگی جو اجماع اور تواتر عملی کے دائرہ میں آتی ہے۔

نوٹ:

جب اصل صورت حال یہ ہے تو اس کے پیش نظر غیر مقلدین بھائیوں کو چاہیے کہ وہ عدل وانصاف سے کام لیں اور صاف صاف بات کریں کہ فلاں مسئلہ کے متعلق اتنی قسم کی حدیثیں ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اجتہادی رائے اور اپنی تحقیق کی وجہ سے فلاں حدیث پر عمل کیا ہے اور فلاں حدیث کو چھوڑا ہے اور اس وجہ سے چھوڑا ہے، اور ان کے مقابلہ میں ہم نے اپنی رائے سے فلاں فلاں حدیث پر عمل کیا ہے اور فلاں فلاں حدیث

پر عمل نہیں کیا اور ان پر عمل نہ کرنے کی یہ وجہ ہے پس ان احادیث مختلفہ میں سے معمول بہ حدیثوں کی انتخاب وترجیح میں اختلاف ہوتا ہے اس میں ایک رائے ہوتی ہے خیر القرون کے امام، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری طرف رائے ہوتی ہے، چودھویں اور پندرھویں صدی کے غیر مقلدین کی تو اصل تقابل امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور غیر مقلدین کی رائے کا ہے، لیکن یہ لوگ عوام الناس کو دھوکہ یوں دیتے ہیں کہ ایک مسئلہ فقہ حنفی سے لیا اور اس کے مقابلہ میں منسوخ حدیث کو لے لیا اور دونوں کو ٹکرا کر تاثر یہ دیا کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے، ایک طرف فقہ حنفی کا خود ساختہ مسئلہ ہے دوسری طرف آمنہ کے لعل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری حدیث ہے اب تمہاری مرضی کہ غیر معصوم امتی کی رائے اور اُن کے قول پر عمل کرو یا معصوم نبی کی حدیث پر جس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں، لیکن وہ حدیث جو امام اعظم کی دلیل ہوتی ہے وہ نہیں بتاتے، یا اس کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلد عالم مولانا محمد جونا گڑھی جن کا مترجم قرآن کریم حج کے موقع پر غیر مقلدین بطور تحفہ تقسیم کرتے ہیں وہ اپنی کتاب شمع محمدی کے ٹائیٹل پر لکھتے ہیں "شمع محمدی جس کے ملاحظہ کے بعد ہر شخص یقین کر لیتا ہے کہ فقہ اور چیز ہے، حدیث اور چیز ہے تقلید شخصی اور چیز ہے، اتباع سنت اور چیز ہے، محمدی جماعت الگ ہے اور حنفی گروہ الگ ہے، تقلید شخصی اور پابندی فقہ کا لہسن پیاز اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کتاب وسنت کے من وسلویٰ سے دستبرداری کر لی جائے" اس کتاب کا عربی نام ہے اظہار الطیب والخبیث بتقابل الفقہ والحدیث یعنی فقہ اور حدیث کا تقابل کر کے پاک (حدیث) اور ناپاک (فقہ) کا اظہار، حالانکہ تقابل حدیث وفقہ میں نہیں کیونکہ فقہ حنفی کے مسئلہ کی بنیاد بھی حدیث پر ہوتی ہے بلکہ تقابل ہوتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور غیر مقلدین کی رائے کا امام ابو حنیفہ اپنی اجتہادی رائے سے ایک قسم کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں، غیر مقلدین دوسری قسم کی حدیثوں کو لیکن یہ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے ایک اور غیر مقلد علامہ عبد القادر حصاروی

نے اپنی کتاب اسلام میں اصلی اہل سنت کی پہچان میں فقہ حنفی اور حدیث میں خود ساختہ ٹکراؤ دکھا کر ص ۱۸۰ پر لکھا "یہ اس فقہ کی تعلیم ہے جس کو قرآن وحدیث کا عطر کہا جاتا ہے جو بالکل غلط ہے یہ تو نالیوں کا پیشاب ہے" یہ کتنی بڑی بے انصافی اور ظلم کی بات ہے۔

عالم ہے مکدر، کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

ظالم میں کہہ رہا ہوں کہ اس خون سے درگزر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائے گا



تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے میں فرق

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟، اس مسئلہ میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے، لیکن اس مسئلہ کی وضاحت اور تفصیل کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے مطابق ہم پہلے اس مسئلہ سے متعلق مختلف قسم کی احادیث ذکر کرتے ہیں پھر ان سب احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کریں گے جس سے اس مسئلہ میں مرد وعورت کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی واضح ہو جائیگا اور تمام حدیثیں بھی سمجھ آجائیں گی۔

حدیث نمبر۱: (حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ)

"عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّهٗ رَاٰى نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ" (صحیح مسلم ج۱ ص۱۶۸)

ترجمہ: حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے تکبیر کہی تو اپنے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہاتھ اٹھائے۔

"عَنْ مَّالِكَ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا دَخَلَ فِيْ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ" (مسند احمد ج۴۱ ص۴۹۱)

ترجمہ: حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو ہاتھ اٹھائے حتی کہ کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر

کیے، حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث جس میں کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کا مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر ہے اس کے مزید حوالہ جات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے (سنن ابی داود ج۱ ص۱۰۹/ سنن نسائی ج۱ ص۱۴۰، ۱۴۱/ سنن ابن ماجہ ص۶۲/ سنن کبری بیہقی ج۲ ص۲۴، ۲۵/ مسند احمد ج۳۱ ص۱۹۶، ۲۰۰/ مسند احمد ج۴۱ ص۱۹۲/ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۳، ۲۳۴/ الاحکام الشرعیہ الکبری ج۲ ص۱۸۹/ الاحاد والمثانی ج۲ ص۱۲۱)

حدیث نمبر۲: (حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَا بِاِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ" (سنن ابی داود ج۱ ص۱۰۵/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج۵ ص۳۰۵)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے پھر تکبیر کہی۔

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ حَتّٰى حَاذَتْ اِبْهَامَهٗ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ" (مسند احمد ج۳۸ ص۲۳۳، التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ ص۱۱۶۴۹)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں اس طرح رفع یدین کرتے ہیں کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے نچلے کنارے (یعنی کانوں کی لو) کے برابر ہو جاتے ہیں۔

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضى الله عنه قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى

اللہ علیہ وسلم یَرْفَعُ اِبْهَامَيْهِ فِی الصَّلٰوةِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ" (سنن ابی داود ج۱ ص۱۰۸، جامع الاصول ج۵ ص۳۰۵)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں اپنے انگوٹھے اپنے کانوں کی لو کے برابر اٹھاتے ہیں۔

اس مضمون کی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دوسری احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے (الاحکام الشرعیۃ الکبری ج۲ ص۲۳۹/ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۳/ مسند بزار ج۱۰ ص۱۱۵/ مسند بزار ج۱۰ ص۱۱۷/ سنن کبری بیہقی ج۲ ص۲۴، ۲۸، ۷۱، ۱۳۱/ سنن ابی داود ج۱ ص۱۰۵، ۱۳۸/ ابن ماجہ ص۶۲/ سنن نسائی ج۱ ص۱۴۱/ صحیح مسلم ج۱ ص۱۷۳/ التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ ص۲۵۵)

حدیث نمبر۳: (حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

"عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلٰی قَرِيْبٍ مِّنْ اُذُنَيْهِ" (ابوداود ج۱ ص۱۰۹/ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۶۴/ سنن کبری بیہقی ج۲ ص۲۵)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے۔

حدیث نمبر۴: (حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ" (صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔

حدیث نمبر۵: (حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِفْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِی الصَّلٰوةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حَتّٰی يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ" (صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز کو شروع کیا تو تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے حتی کہ ان کو کندھوں کے برابر کیا۔

حدیث نمبر۶: (حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ اِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ اُذُنَيْكَ وَالْمَرْاَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا" (معجم کبیر طبرانی ج۲۲ ص۱۹/ مجمع الزوائد ج۲ ص۲۷۲، ۶۲۴/ جمع الجوامع ج۱ ص۲۷۴۱۷/ جامع الاحادیث ج۲۳ ص۴۳۹/ کنز العمال ج۷ ص۴۳۱)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اے وائل بن حجر جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھا اور عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کے برابر ہاتھ اٹھائے۔

تشریح احادیث مبارکہ:

مذکورہ بالا چھ احادیث مبارکہ آپ حضرات کے سامنے ہیں، ان میں سے پہلی تین حدیثوں میں کانوں کے برابر...... چوتھی اور پانچویں حدیث میں کندھوں کے برابر...... جبکہ چھٹی حدیث میں مردوں کے لیے کانوں کے برابر اور عورتوں کے لیے چھاتیوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے، یہاں پر دو چیزیں ایسی ہیں جن پر جمہور محدثین اور جمہور فقہاء کا

اتفاق ہے ایک یہ کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم مردوں کے ساتھ مختص ہے اور چھاتیوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم عورتوں کے ساتھ مختص ہے مردوں کے لیے چھاتیوں کے برابر اور عورتوں کے لیے کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کا کوئی بھی قائل نہیں اور کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی حدیثوں کا تعلق مردوں کے ساتھ بھی ہے اور عورتوں کے ساتھ بھی۔

پس مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ کانوں اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں اور عورتوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ چھاتیوں اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں مردوں کے لیے اس کی صورت یہ ہے کہ ① ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور ② انگوٹھے کانوں کے نچلے کناروں کے برابر اور ③ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں اس طرح مرد کا دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اور عورت کے لیے صورت یہ ہے کہ ① وہ اپنی ہتھیلیاں چھاتیوں کے برابر اور ② انگلیاں کندھوں کے برابر کریں تاکہ عورتوں کا بھی دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

پس کندھے مرد کے لیے ابتداء غایت ہیں اور عورت کے لیے انتہاء غایت ہیں یعنی کندھوں سے مرد کے ہاتھ اٹھانے کی ابتداء ہوتی ہے اور عورتوں کی انتہاء۔

حنفیہ کے بیان کردہ اس مفہوم وتشریح کے مطابق مسئلہ بھی احادیث کی روشنی میں حل ہو گیا، سب حدیثیں بھی سمجھ آ گئیں...... مرد وعورت کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا جو فرق ہے وہ بھی واضح ہو گیا، اور مرد وعورت دونوں کا ہر ایک سے متعلقہ سب حدیثوں پر عمل بھی ہو گیا۔

فقہ حنفی کی کتابوں میں مرد وعورت کے لیے یہی طریقہ لکھا ہے چنانچہ محدث وفقیہ علامہ زیلعی لکھتے ہیں "وَكَيْفِيَّتُهُ اَنْ يَّرْفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِاِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ وَبِرُؤُوْسِ الْاَصَابِعِ فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ" (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۸۵) مرد کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے

کانوں کی لو کے برابر ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں، اور تبیین الحقائق کے حاشیہ میں علامہ شیخ شبلی لکھتے ہیں " وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ اُذُنَيْهِ وَيَمَسُّ طَرْفَ اِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ وَ اَصَابِعَهُ فَوْقَ اُذُنَيْهِ...... وَتَرْفَعُ الْمَرْاَةُ يَدَيْهَا فِي التَّكْبِيْرِ اِلٰى مَنْكِبَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا" اور مرد اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے، کانوں کی لو کو اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کو مس کریں اور عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اپنی چھاتیوں سے کندھوں تک اٹھائے۔

تائید از آثار صحابہ وتابعین:

احادیث مذکورہ کے مندرجہ بالا مفہوم وتشریح اور اس مفہوم وتشریح کی روشنی میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی مقدار میں مرد وعورت کے درمیان جو فرق ہے آثار صحابہ آثار تابعین اور اصول شرعی سے اس کی تائید ہوتی ہے، ہم یہ تائیدی آثار امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حدیث عظیم محدث الحافظ عبداللہ بن ابی شیبہ کوفی متوفی ۲۳۵ھ جن کا معروف نام ابوبکر بن ابی شیبہ ہے، کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ سے پیش کرتے ہیں۔

اس میں انہوں نے ایک باب قائم کیا ہے "بَابٌ فِي الْمَرْاَةِ اِذَا افْتَتَحَتِ الصَّلَاةَ اِلٰى اَيْنَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا" (عورت نماز شروع کرے تو کہاں تک ہاتھ اٹھائے) اور یہ کتاب الصلوۃ کا باب نمبر ۹ ہے، محدث ابوبکر بن ابی شیبہ فن حدیث میں اتنا بلند مقام رکھتے ہیں اور امام بخاری کے اتنے قابل اعتماد استاذ حدیث ہیں اور معتمد علیہ ہیں اور علم حدیث میں اتنا اونچا مقام رکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیثیں بخاری میں ان کے حوالہ سے درج کی ہیں، محدث ابوبکر کی احادیث صحیح بخاری جلد اول کے مندرجہ ذیل صفحات میں ملاحظہ کیجیے ص ۱۶۲، ۱۸۳، ۲۶۳، ۲۷۴، ۳۱۱، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۵۳، ۵۴۷، ۵۵۵، اور جلد ثانی میں ص ۵۶۴، ۵۸۱، ۵۹۰، ۶۲۵، ۶۴۱، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۵۶، ۹۵۵۔

اس عظیم محدث کی کتاب مذکورہ سے وہ آثار ملاحظہ کیجئے۔

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْمَرْاَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِرُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کے طریقہ نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا عورت سمٹ کر اور سکڑ کر نماز پڑھے، اب اگر عورت مرد کی طرح اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر کرے تو یہ طریقہ سمٹ کر اور سکڑ کر نماز پڑھنے کے خلاف ہے اور اگر ہتھیلیاں چھاتی کے برابر کرے تو اس میں سمٹنے والی کیفیت قائم رہتی ہے اسی طرح اگر مرد اپنی ہتھیلیاں چھاتی کے برابر کرے تو یہ طریقہ احادیث تجافی (وہ احادیث جن میں مرد کے لیے اعضاء کو کشادہ رکھنے کا حکم ہے) کے خلاف ہے، نیز اس طریقہ میں عورت کی انگلیاں کانوں کے برابر ہوجائینگی اور مرد کی ہتھیلیاں چھاتی کے برابر ہوجائیں گی اور یہ دونوں باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں امت کا اجماع ہے کہ عورت انگلیاں کانوں کے برابر اور مرد ہتھیلیاں چھاتی کے برابر نہ اٹھائے بلکہ کندھوں کے برابر اٹھائے۔

عورت کے لیے ہاتھوں کو پست رکھنے کی اتنی تاکید ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے عورت کے لیے رفع یدین کے بارے دو قول ہیں ایک رفع یدین نہ کرنے کا دوسرا معمولی رفع یدین کرنے کا، چنانچہ فقہ حنبلی کے بڑے مضبوط اور مقبول ترجمان امام ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں "فَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَذَكَرَ الْقَاضِيْ فِيْهَا رِوَايَتَيْنِ عَنْ اَحْمَدَ تَرْفَعُ فَعَلٰى هٰذَا تَرْفَعُ قَلِيْلًا قَالَ اَحْمَدُ رَفْعٌ دُوْنَ رَفْعٍ وَالثَّانِيَةُ لَا يُشْرَعُ لِاَنَّهٗ فِيْ مَعْنَى التَّجَافِيْ وَلَا يُشْرَعُ ذٰلِكَ لَهَا بَلْ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَسَائِرِ صَلَاتِهَا"

بہر کیف عورت کے بارے میں قاضی نے امام احمد بن حنبل کے دو قول نقل کیے ہیں (۱) عورت رفع یدین کرے اس قول کے مطابق وہ رفع یدین کرے لیکن معمولی سا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ رفع یدین کے مختلف درجے ہیں، (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ عورت کے لیے رفع یدین کرنا جائز نہیں کیونکہ رفع یدین کرنا تجافی (اعضاء کو دور اور جدا رکھنا) کے حکم میں ہے جو عورت کے لیے جائز نہیں بلکہ اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ پوری نماز میں اور رکوع و سجود میں اپنے جسم کو سمیٹ رکھے (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۳۲۹، حاشیۃ الروض المربع ج ۲ ص ۸۲)۔

اثر عطاء رحمۃ اللہ علیہ

"حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا شَيْخٌ لَنَا قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً سُئِلَ عَنِ الْمَرْاَةِ كَيْفَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ حَذْوَ ثَدْيَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: محدث عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم سے ہشیم نے بیان کیا اور وہ کہتے ہیں ہمیں ہمارے ایک عظیم شیخ نے خبر دی اس نے کہا کہ (مکہ کے مفتی) عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ عورت نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے؟، تو میں نے عطاء کے جواب کو خود سنا انہوں نے جواب دیا کہ عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے برابر اٹھائے، اس اثر کی سند بڑی قوی ہے ہشیم اور عطاء قوی اور مسلم راوی ہیں اور ہشیم نے اپنے استاذ کا ذکر اس عنوان سے کیا ہے "شیخ لنا" ہمارے عظیم شیخ، اگر اکیلا شیخ کا لفظ بولا جائے تو ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ادنی درجہ کی تعدیل ہے "وَاَدْنَاهَا مَا اَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ كَشَيْخٍ" (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۴) اور ادنی درجے کی تعدیل کے وہ الفاظ ہیں جن سے پتہ چلے کہ اس کے بعد جرح کا نرم ترین درجہ ہے جس شیخ کا لفظ، یعنی اس درجہ عدالت کے بعد پھر ہلکے درجے کی جرح کی حد شروع ہوجاتی ہے، لہٰذا مطلقاً بغیر کسی قید کے لفظ شیخ ذکر کیا جائے تو اس میں راوی کی ادنی درجہ کی تعدیل و توثیق ہوتی ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی صفت ذکر کردی جائے تو جیسی صفت ذکر کی جائیگی توثیق بھی اسی درجہ کی ہوگی مثلاً شیخ حسن الحدیث، شیخ جید الحدیث، شیخ وسط، اور یہاں پر ہشیم نے ایک صفت ذکر کی ہے "شیخ

لنا'' ہمارے شیخ صیغہ جمع کا بتا رہا ہے کہ یہ کوئی بڑے درجہ کے استاذ اور بڑے درجہ کے محدث ہیں جو کئی محدثین کے استاذ ہیں یہ قرینہ ہے کہ شیخ میں تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کا مطلب یہ بنتا ہے ''ہمارے عظیم شیخ''، ہشیم جیسے محدث کی طرف سے اپنے استاذ کی اتنی توثیق کے بعد ان کے ضعیف ہونے کا احتمال ختم ہو جاتا ہے، پھر عطاء بن ابی رباح وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے دوسو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۰) وہ مسئلہ بتا رہے ہیں اور یہ شیخ سن رہے ہیں پس یہ شیخ تبع تابعی ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے تین ادوار یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور کو خیر القرون فرمایا ہے (سب سے بہترین یہ تین جماعتیں ہیں) لہذا نبی پاک ﷺ کی اس توثیقی سند کے بعد تبع تابعین میں بھی اصل عدالت وثقاہت ہے اگر راوی کی تعیین نہ بھی ہو لیکن اتنا پتہ چل جائے کہ وہ تابعی یا تبع تابعی ہے تو نبی پاک ﷺ کی مذکورہ بالا توثیق کی وجہ سے اُس کی روایت قبول کر لیجائے گی، ہشیم کا استاذِ حدیث جس کا انہوں نے شیخ لنا کے پُرعظمت عنوان سے ذکر کیا ہے وہ تبع تابعی ہے، خیر القرون کا صاحبِ خیر راوی ہے اس لیے شر القرون (پندرہویں صدی) کے کسی شخص کی جرح سے نہ وہ مجروح ہوگا اور نہ اس کی بیان کردہ حدیث مردود ہوگی، پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ عظیم محدث عبداللہ بن ابی شیبہ اپنی حدیث کی عظیم کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں عنوان قائم کرتے ہیں ''فِی الْمَرْأَةِ اِذَا افْتَتَحَتِ الصَّلَاةَ اِلٰی اَیْنَ تَرْفَعُ یَدَیْهَا'' (عورت نماز کے شروع میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟) اور اس اثر کو بطور دلیل نقل کرتے ہیں ان کا اپنے اس شیخ الشیخ یعنی دادا استاذ کی حدیث کو بطور دلیل اور بطور حجت نقل کرنا ان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

لیکن پندرہویں صدی کا فن حدیث سے غیر مانوس، آدمی جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استنجاء میں استعمال شدہ ڈھیلے کے برابر بھی نہیں وہ اس کو کیسے رد کرتا ہے؟، پھر ان آثار کو ہم تائید کے طور پر نقل کر رہے ہیں اور تائید میں ضعیف احادیث وآثار کو پیش کیا جا سکتا ہے،

چنانچہ صحیح بخاری میں امام بخاری کی درج کردہ بعض ضعیف حدیثوں کا یہی جواب دیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ضعیف حدیثوں کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ تائید کے طور پر نقل کیا ہے، ان وضاحتوں کے بعد ''شیخ لنا'' کی عدم تعیین کو موجب ضعف نہیں سمجھنا چاہیئے۔

اثر عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

'' عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تُشِیْرُ الْمَرْأَةُ بِیَدَیْهَا بِالتَّکْبِیْرِ کَالرَّجُلِ ؟ قَالَ لَا تَرْفَعُ بِذٰلِكَ یَدَیْهَا کَالرَّجُلِ وَاَشَارَ فَخَفَضَ یَدَیْهِ جِدًّا وَجَمَعَهُمَا اِلَیْهِ جِدًّا وَقَالَ اِنَّ لِلْمَرْأَةِ هَیْئَةً لَیْسَتْ لِلرَّجُلِ وَاِنْ تَرَکَتْ ذٰلِكَ فَلَا حَرَجَ'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: ابن جریج کہتے ہیں میں نے (مکہ کے مفتی) عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کیا عورت تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کی طرح ہاتھ اٹھائے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا تکبیر تحریمہ کے وقت عورت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے اور (عملاً سمجھانے کے لیے) انہوں نے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کیا پس اپنے دونوں ہاتھوں کو پست رکھا اور دونوں ہاتھوں کو خوب ملایا نیز فرمایا عورت کا طریقہ نماز مرد کی طرح نہیں اور اگر وہ ہاتھ نہ اٹھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اثر حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا:

'' یَحْیٰی بْنُ مَیْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ قَالَ رَاَیْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِیْرِیْنَ کَبَّرَتْ فِی الصَّلَاةِ وَاَوْمَاَتْ حَذْوَ ثَدْیَیْهَا وَوَصَفَ یَحْیٰی فَرَفَعَ یَدَیْهِ جَمْعًا'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: یحیٰی بن میمون کہتے ہیں مجھ سے عاصم احول نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حفصہ بنت سیرین کو دیکھا اس نے نماز کے شروع میں تکبیر کہی اور اپنی چھاتیوں کے برابر ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کیا، یحیٰی بن میمون کے شاگرد یونس بن محمد کہتے ہیں کہ ہمارے استاذ یحیٰی بن میمون نے (عملاً سمجھانے کے لیے) اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پستانوں کے برابر اٹھایا۔

اثر حماد رحمۃ اللہ علیہ:

"عَنْ حَمَّادٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْمَرْأَةِ اِذَا اسْتَفْتَحَتِ الصَّلَاةَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا اِلٰى ثَدْيَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: عورت کے متعلق حماد رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ بتایا کرتے تھے کہ جب وہ نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتیوں تک اٹھائے۔

اثر زہری رحمۃ اللہ علیہ:

"عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: حدیث کے جامع اول امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عورت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے۔

اثر ام درداء:

"عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ زَيْتُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَرْفَعُ كَفَّيْهَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا حِيْنَ تَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: عبد ربہ بن زیتون کہتے ہیں میں نے ام درداء کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

تنبیہ:

ان چھ آثار تابعین میں سے پہلے چار آثار میں چھاتیوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور آخری دو میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے ان میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہاتھ اٹھانے میں دو چیزوں کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ ہاتھ کہاں سے کہاں تک اٹھائے جائیں؟ پہلے چار آثار میں ہاتھ اٹھانے کی ابتداء کا ذکر ہے، اور آخری دو میں انتہاء کا ذکر

ہے، اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عورت جب ہاتھ اٹھائے تو انگلیاں طولاً کھلی ہوں تا کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جائیں انگلیاں بند نہ ہوں۔

سند پر اعتراض:

ہم نے پہلے نمبر پر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے جو لوگ مرد و عورت کی نماز کے ایک طرح ہونے کے مدعی ہیں ان کی طرف سے اس حدیث کی سند پر ایک اعتراض ہے اس اعتراض کی بنیاد علامہ ہیثمی کے ایک قول پر ہے، مجمع الزوائد میں وہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو نقل کر کے آگے لکھتے ہیں "رواہ الطبرانی فی حدیث طویل فی مناقب وائل من طریق میمونة بنت حجر عن عمتها ام یحییٰ بنت عبد الجبار ولم اعرفها وبقیة رجاله ثقات" امام طبرانی نے حضرت وائل بن حجر کے مناقب کے بیان میں ایک طویل حدیث میں اس کو نقل کیا ہے۔ جس کی سند میں...... میمونہ بنت حجر اپنی پھوپھی ام یحییٰ بنت عبد الجبار سے روایت کرتی ہیں اور میں ام یحییٰ کو نہیں جانتا، اس سے معلوم ہوا کہ ام یحییٰ مجہول ہیں اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے لہذا یہ حدیث بھی ام یحییٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

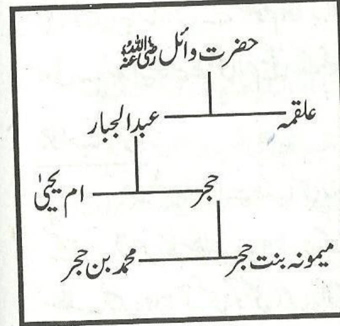
جواب نمبر ۱:

محدثین حضرات جب کسی راوی کے بارے "لَا اَعْرِفُهَا یا لَمْ اَعْرِفْهَا" کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس محدث کو اس راوی کے بارے علم نہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کسی کو بھی اس راوی کے متعلق علم نہیں، چنانچہ عبد الرحمٰن بن ابراہیم الخمیسی لکھتے ہیں "مَنْ قَالَ فِيْ رَاوٍ مَّا: لَا أَعْرِفُهٗ فَهُوَ حُكْمٌ مِّنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ، وَلَا يَنْفِيْ ذٰلِكَ مَعْرِفَةَ غَيْرِهٖ لَهٗ، فَهٰذَا أَبُوْ حَاتِمٍ الرَّازِيُّ وَابْنُ حَزْمٍ جَهِلَا أَقْوَامًا مَعْرُوْفِيْنَ، وَفِيْهِمْ مَنْ هُوَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ" (معجم علوم الحدیث النبوی ۱۷۸) جب کوئی محدث کسی راوی کے متعلق یہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا تو

یہ اس کا اپنے متعلق اقرار ہوتا ہے کہ مجھے اس کے بارے میں علم نہیں لیکن اس سے دوسروں کے علم کی نفی نہیں ہوتی، جیسے ابو حاتم رازی اور ابن حزم متعدد راویوں کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ وہ راوی معروف ہوتے ہیں بلکہ وہ بخاری اور مسلم کے راوی ہوتے ہیں، لہذا علامہ ھیثمی کے عدم علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی ام یحییٰ مجہول ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

جواب نمبر۲:

مجہول کی دو قسمیں ہیں ۞۱ مجہول العین ۞۲ مجہول الحال، مجہول العین کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی تعین نہ ہو یہ پتہ نہ چل سکے کہ یہ راوی کون ہے اس کا مصداق کونسا شخص ہے، مجہول الحال ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کے ثقہ وضعیف ہونے کی کیفیت معلوم نہ ہوسکے اگر ام یحییٰ کے مجہول ہونے سے مجہول العین مراد ہے تو یہ بالکل غلط ہے ام یحییٰ مجہول العین نہیں ہے، ام یحییٰ کی تعیین کے لیے ذیل کے نقشہ کو پیش نظر رکھئے۔



ام یحییٰ عبدالجبار کی بیٹی، حُجر کی بہن، علقمہ کی بھتیجی وائل رضی اللہ عنہ کی پوتی، اور ابو حُریز کی بیوی ہیں (تاریخ دمشق ج۶ص ۳۸۸) ام یحییٰ اپنے باپ عبدالجبار اور اپنے چچا علقمہ سے روایت کرتی ہیں، پھر ام یحییٰ سے دو روایت کرنے والے راوی ہیں۔

۞۱ ان کا بھتیجا محمد بن حجر ۞۲ بھتیجی میمونہ بنت حجر، اور اسماء رجال کی کتابوں میں ام یحییٰ کے تین نام مذکور ہیں ۞۱ کِشَّہ "کاف پر زیر اور شین پر شد" (الاکامل ج۷ص ۱۲۴، اکمال الاکمال ج۷ص ۱۵۸، المؤتلف والمختلف للدارقطنی ج۴ص ۶۱) ۞۲ کبشہ (تاریخ دمشق ج۶۲ ص ۳۹۰، ۞۳ حبشہ (تبصیر المنتبہ، تحریر المشتبہ ج۱ص ۴۴۲) اتنے واضح

تعارف کے بعد ام یحییٰ کو مجہول العین کہنا درست نہیں، اور اگر مجہول سے مجہول الحال مراد ہے تو اس سلسلہ میں دو باتیں عرض خدمت ہیں۔

۞۱ ام یحییٰ یقیناً تبع تابعیہ ہیں اور اگر اپنے دادا کا زمانہ پایا ہے تو تابعیہ بھی ہیں اور یہ دونوں طبقے خیر القرون میں شامل ہیں، لہذا ام یحییٰ نبی پاک ﷺ کی مصدقہ مشہود لہ بالخیر جماعت میں داخل ہیں اور خیر القرون کے راوی کا مجہول ہونا موجب ضعف تب بنتا ہے جب خیر القرون کے اصحاب خیر حضرات نے اس کی روایت کو رد کیا ہو پس جو لوگ ام یحییٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ان کی حدیث کو رد کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ یہ بات ثابت کریں کہ ام یحییٰ کی حدیث کو تابعین یا تبع تابعین نے رد کر دیا تھا اور اگر یہ ثابت نہیں کر سکتے، تو شر القرون کے اصحاب الشر کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خیر القرون کے اصحاب الخیر حضرات کی حدیث کو رد کریں۔

۞۲ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے سامنے دو چیزیں ہیں ایک نبی پاک ﷺ کی طرف سے خیر القرون کے لوگوں کی اجمالی توثیق وتصدیق جن میں ام یحییٰ بھی شامل ہیں دوسری طرف علامہ ھیثمی کا عدم علم اور عدم واقفیت ہے، ہمارا علم وایمان اس کو گوارا نہیں کرتا کہ علامہ ھیثمی کے عدم علم کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی توثیق وتصدیق کو رد کر کے ام یحییٰ کی روایت کردہ حدیث کو رد کریں، ہاں اگر آپ علامہ ھیثمی کے عدم علم اور عدم واقفیت کی کمزور ترین وجہ کی بنیاد پر نبی پاک ﷺ کی توثیق کو رد کر کے ام یحییٰ کی حدیث کو رد کرنے کا حوصلہ اور جرأت کرتے ہیں تو یہ ابولہبی جرأت آپ لوگوں کو مبارک ہم اس سے بیزار ہیں۔

جواب نمبر۳:

اس حدیث شریف کی شریعت کے نہایت مضبوط اجماعی شرعی اصول کہ "عورت کے لیے عدم تجافی اور تستر بدن مطلوب شرعی ہے" سے تائید ہوتی ہے آثار صحابہ اور آثار

تابعین سے بھی تائید ہوتی ہے، نیز فقہاء کے وہ اقوال جن میں تمام احوال میں خصوصاً نماز میں عورت کے لیے ستر بدن کی تاکید ہے ''والستر فی جمیع احوالها فی الصلوۃ وغیرھا'' عورت کے لیے نماز وغیرہ سب احوال میں ستر بدن ضروری ہے (ملاحظہ کیجئے، الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ ج۱ص۷۳/حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج۲ص ۴۸، ۴۹/بلغۃ السالک ج۱ص ۲۱۸/فقہ العبادات مالکی ج۱ص۱۶۵/شرح شروط الصلوۃ وارکانہا لمحمد بن عبد الوہاب ج۱ص۳۸ /الفقہ الاسلامی وادلیہ ج۲ص۸۲، ج۲ص۱۰۷، یہ بھی اس حدیث کے لیے مؤید ہیں، لہذا ان مؤیدات کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۴:

حدیث مرفوع کے ساتھ موافقت نیز آثار کے ایک دوسرے کے لیے مؤید ہونے کی وجہ سے یہ ضعف دور ہو گیا۔

میرا بھی اک سوال ہے (جواب نمبر۵):

اگر مرد وعورت کی نماز ایک طرح ہوئیکے مدعی حضرات کسی طور پر بھی اس حدیث اور اس کے تائیدی آثار اور اصول شریعت کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو ہمارا ان سے مطالبہ یہ ہے کہ آپ حضرات کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا روا نہیں، نیز آپ حضرات کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سمیت کسی کی رائے بھی حجت نہیں، لہذا اپنے ان ہر دو اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کردیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد وعورت ایک طرح ہاتھ اٹھائیں تو ہم اس حدیث کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اے پھول تو کب کھلے گا میں تجھ سے پیار کروں گا
تو نہ کھلا تو قیامت تک تیرا انتظار کروں گا

مسئلہ:

مرد وعورت کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا مذکورہ بالا مستحب طریقہ اس وقت ہے جب کوئی چیز مانع نہ ہو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اس مجبوری کی حالت میں جیسے بھی ہاتھ اٹھائیں نماز بلا کراہت صحیح ہے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''ثُمَّ اَتَیْتُهُمْ فَرَاَیْتُهُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اِلٰی صُدُوْرِهِمْ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَیْهِمْ بَرَانِسُ وَاَکْسِیَةٌ'' حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (سردیوں میں) ان کے (یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم) کے پاس دوبارہ آیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں کیونکہ ان کے سر پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں اور سنن کبری بیہقی میں ہے کہ وہ اپنے ان کپڑوں کے نیچے ہاتھ اٹھاتے تھے، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سردی کیوجہ سے بڑی چادریں لپیٹ رکھی تھیں تو وہ ان کپڑوں میں ہی اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے، یہ طریقہ سنت کے طور پر نہ تھا بلکہ سردی اور چادروں کی مجبوری کی بناء پر تھا۔



مردوعورت کاہاتھ باندھنے میں فرق

نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں مردوعورت کے درمیان جوفرق ہے اس کی وضاحت سے قبل چندنکات کاذہن نشین کرناضروری ہے۔

①......مردوعورت کی نماز ایک طرح ہونے کے مدعی حضرات بھی مانتے ہیں کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے لیکن وہ یہ وضاحت نہیں کرتے کہ سینہ پر ہاتھ کس جگہ پر باندھے فقہ حنفی میں اس کی بھی تعیین موجود ہے،عورت سینہ پر پستانوں کے نیچے متصل ہاتھ باندھے چنانچہ غنیۃ المستملی المعروف کبیری ص۲۹۴ الاشباہ والنظائر ج۱ص۳۵۷ تبیین الحقائق ج۲ص۷۶ میں ہے" وَتَضَعُ یَمِیْنَهَا عَلٰی شِمَالِهَا تَحْتَ ثَدْیَیْهَا "عورت نماز میں اس طرح ہاتھ باندھے کہ پستانوں کے نیچے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے عورت کے بارے شریعت کا جواصول ہے کہ" عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے"اس کا تقاضا بھی یہی ہے۔

②......مردوعورت کی نماز ایک طرح ہونے کے مدعی لوگوں کے اس مسئلہ میں دودعوے ہیں ایک یہ کہ عورت سینہ پر ہاتھ باندھے دوسرا یہ کہ مرد بھی عورت کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھے چونکہ ان کے پہلے دعوی میں ان کی اہل السنّت والجماعت کیساتھ موافقت ہے اس لیے اس پر ہمیں کچھ کہنے لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ دوسرے دعوی میں اس افتراقی انتشاری فرقہ نے پوری امت مسلمہ سے ایک جداموقف اختیار کیا ہے اس لیے آگے اسی دوسرے مسئلہ کی اجماع امت اوراحادیث وآثار کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

مرد کانماز میں ہاتھ باندھنامذاہب اربعہ کی روشنی میں:

نماز کے اندر بحالت قیام ہاتھوں کی کیفیت کے بارے تین مذاہب ہیں،جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مذہب نمبر۱:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کامذہب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کواپنے دائیں بائیں نیچے چھوڑ کر پورے ادب اوروقار کے ساتھ کھڑاہونامستحب ہے اوران کے نزدیک فرضوں میں ہاتھ باندھنا جائز ہے لیکن اس میں کراہت بھی ہے البتہ نوافل میں ہاتھ باندھنابلاکراہت جائز ہے،مگربعض مالکیوں نے ہاتھ باندھنے کوترجیح دی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کامذہب فقہ مالکی کی مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

① فتح الجلیل ج۲ص۶۴،ج۲ص۷۷ میں ہے"وَاَرْسَلَهُمَا بِوَقَارٍ هٰذِهِ اَشْهَرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ مَالِكٍ وَهِيَ الَّتِيْ عَمِلَ بِهَا اَكْثَرُ اَصْحَابِهِ وَكُرِهَ الْقَبْضُ فِي الْفَرْضِ وَيَجُوْزُ فِي التَّطَوُّعِ"اوروقار کے ساتھ نماز میں ہاتھوں کوچھوڑناامام مالک کامشہورقول یہی ہے اوراکثر مالکی حضرات کاعمل اسی پر ہے اور ہاتھوں کوفرض میں باندھنامکروہ ہے البتہ نفلوں میں بلاکراہت جائز ہے ② ارشادالسالک ج۱ص۳۰،۳۱ ③ الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ للقروی ج۱ص۷۲ مندوب نمبر۵ ④ الشرح الکبیر للدردیر ج۱ ص۲۴۷،۲۵۰ ⑤ الفواکہ الدوانی ج۱ص۲۵۸ ⑥ الکافی فی فقہ اہل المدینہ ج۱ص۲۰۶ ⑦ الاستذکار ج۲ص۲۹۱ ⑧ حاشیہ دسوقی ج۲ص۴۳۹ ⑨ فقہ العبادات مالکی ج۱ص۱۶۱ ⑩ اشرف المسالک ج۱ص۳۸ ⑪ مواہب الجلیل ج۲ص۲۳۹۔

مذہب نمبر۲:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف کے نیچے متصل ہاتھ

باندھنا مستحب ہے لیکن سینہ اور ناف کے درمیان ہاتھ باندھنا یا ہاتھوں کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے، مگر خلاف اولیٰ ہے حنفیہ کا مذہب کنز، قدوری، ھدایہ، فتاوی عالمگیری، البحر الرائق، تبین الحقائق، فتح القدیر اور السعایہ میں دیکھا جا سکتا ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب فقہ حنبلی کی مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

① المغنی ج۲ص۳۳۱ ''یَضَعُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهٖ رُوِیَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِیٍّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ مِجْلَزٍ وَالنَّخْعِیِّ وَالثَّوْرِیِّ وَاِسْحَاقَ لِمَا رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ مِنَ السُّنَّةِ الخ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذَا یَنْصَرِفُ اِلٰی سُنَّةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَلِاَنَّهٗ قَوْلُ مَنْ ذَكَرْنَا مِنَ الصَّحَابَةِ'' دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے یہ مذہب حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو مجلز، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ سنت ہے دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا اس حدیث کو امام احمد نے اور امام ابوداود نے نقل کیا ہے اس سنت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہے نیز اس لئے بھی کہ مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب بھی یہی ہے۔

② مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ ج۲ص۵۵۱،۵۵۲ ''قَالَ تَحْتَ السُّرَّةِ اَقْوٰی فِی الْحَدِیْثِ وَاَقْرَبُ اِلَی التَّوَاضُعِ'' ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اور عاجزی کے زیادہ قریب ہے ③ التھذیب المقنع ج۱ص۲۳۶ ④ الروض المربع ج۱ص۶۸ ''لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ'' ⑤ الشرح الممتع ج۳ص۳۶ ⑥ الکافی فی فقہ ابن حنبل ''لِرِوَایَةِ عَلِیٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ'' ⑦ المبدع شرح المقنع ج۱ص۳۷۹ ''لِرِوَایَةِ عَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ'' ⑧ حاشیۃ الروض المربع ج۲ ص۲۰ ''لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ'' ⑨ شرح اخصر المختصرات لابن جبرین لحدیث علی ج۷ص۷ ⑩ شرح الزرکشی ج۱ص۱۷۳ ⑪ شرح منتہی الارادات ج۱ص۲۱۳ ''لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ'' ⑫ شرح زاد المستقنع للحمد ج۵ص۲۸ ''لِحَدِیْثِ

عَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ'' ⑬ شرح کشاف القناع ج۲ص۴۷۶ ''رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗد''

مذہب نمبر۳:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر دونوں ہاتھ اس طرح باندھیں کہ ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے نیچے والے آخری حصہ پر ہو اور باقی سینہ سے نیچے ہو، تاہم ان کے نزدیک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا یا ہاتھوں کو چھوڑنا بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

شافعی مذہب کی مختلف تعبیرات:

امام شافعی کے اس طریقہ میں غور کریں تو چار نکات واضح طور پر سامنے آتے ہیں

①...... سینہ کے اوپر والے حصہ سے ہاتھ مکمل طور پر نیچے رہتے ہیں۔

②...... ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، ان دو چیزوں کی طرف دیکھتے ہوئے بعض شافعی علماء نے تحت الصدر (سینہ کے نیچے) کی تعبیر اختیار کی ہے، پس تحت الصدر سے ان کی مراد سینہ کا بالائی حصہ یا آخری حصہ ہے اور ان کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہاتھ سینہ کے بالائی اور آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، تحت الصدر کی اس وضاحت کی تائیدات کتب شافعیہ سے تشریح احادیث کے تحت پیش ہونگی، انشاء اللہ العزیز۔

③...... ہاتھ ناف سے اوپر رہتے ہیں اس لئے بعض نے ''فَوْقَ السُّرَّةِ'' (ناف سے اوپر) کی تعبیر اختیار کی۔

④...... ہاتھ کا کچھ حصہ سینہ اور ناف کے درمیان ہوتا ہے اس لیے بعض نے بین الصدر والسرۃ (سینہ اور ناف کے درمیان) کی تعبیر اختیار کی، لہٰذا امام شافعی کا بطور سنت طریقہ ایک ہی ہے اور اسی ایک ہی طریقہ کی مختلف جہتوں کے اعتبار سے مختلف تعبیرات ہیں، امام شافعی کا مذہب فقہ شافعی کی کتابوں کے حوالہ سے ملاحظہ کیجئے۔

① الحاوی فی فقہ الشافعی ج۲ص۹۹،۱۰۰ "فَمِنَ السُّنَّةِ اَنْ یَّضَعَهَا تَحْتَ صَدْرِهٖ" ② السراج الوھاج ج۱ص۵۱، ج۱ص۹۵ ③ الشرح الکبیر للرافعی ج۳ص۲۶۹، ص۲۸۱، ج۵ص۱۷۷ ④ اللباب فی الفقہ الشافعی ج۱ص۸۷ ⑤ المجموع شرح المھذب ج۳ص۳۱۰ "وَیَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهٖ وَفَوْقَ سُرَّتِهٖ هٰذَا هُوَالصَّحِیْحُ الْمَنْصُوْصُ" المجموع شرح المھذب ج۵ص۲۳۱ ⑥ المقدمۃ الحضرمیہ ج۱ص۶۶ ⑦ المنھاج للنووی ج۱ص۳۳ ⑧ منھج القویم ج۱ص۹۲ ⑨ اسنی المطالب شرح روض الطالب ج۲ص۴۵۱ ⑩ اعانۃ الطالبین ج۱ص۱۳۵ "قولہ لِلْاِتِّبَاعِ وَهُوَ مَارَوَاهُ ابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ تَحْتَ صَدْرِهٖ" ج۲ص۱۲۵ ⑪ الوسیط ج۱ص۱۰۰ ⑫ الاقناع فی حل الفاظ ابی الشجاع ج۱ص۱۳۱ ⑬ الاقناع للشربینی ج۱ص۱۴۲ ⑭ الاقناع للماوردی ج۱ص۳۸ ⑮ تحفۃ المحتاج ج۲،ص۵،۳۱۴/ج۶ص۱۲، ۳۱، ۲۰۴ ⑯ حاشیۃ البجیرمی ج۴ ص۳۴۳، ج۲ص۴۵۰ ⑰ حاشیہ الجمل ج۳ص۴۷۴ ⑱ حلیۃ العلماء ج۲ص۸۲ ⑲ حواشی الشروانی ج۲ص۱۸،۷۹ ⑳ فتح المعین ج۱ص۱۳۵ ㉑ فتح الوھاب ج۱ص۸۵۔

مرد کا سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے:

زیر بحث مسئلہ میں مذاہب اربعہ کی تفصیل باحوالہ آپ کے سامنے آچکی ہے، اس کے مطابق نماز کے اندر مرد کے لیے بحالتِ قیام ہاتھوں کی کیفیت کے متعلق تین ہی مذہب ہیں ① امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف کے نیچے اور ② امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہے جبکہ ③ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھ چھوڑنا مستحب ہے پس سینہ پر ہاتھ باندھنا مذاہب اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی کا مذہب ہے لہذا سینہ پر ہاتھ نہ باندھنے پر امت کا اجماع ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کا نظریہ اجماع امت کے خلاف ہے۔

مشہور محدث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جن کی حدیث کی عظیم کتاب سنن ترمذی صحاح

ستہ میں شامل ہے اس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کے متعلق دو ہی مذہب ذکر کیے ہیں ① ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا ② اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مردوں کے لیے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے والا مذہب انہوں نے ذکر نہیں کیا کیونکہ سلف میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں تھا فرماتے ہیں "وَرَأٰی بَعْضُهُمْ اَنْ یَّضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَأٰی بَعْضُهُمْ اَنْ یَّضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ" (سنن ترمذی ج۱ص۵۹) بعض صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا مذہب یہ ہے کہ ناف سے اوپر ہاتھ باندھے جائیں جبکہ بعض کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں، اور عظیم محقق ڈاکٹر ماہر یٰسین "اَلْفَحْلُ رَئِیْسُ کُلِّیَّةِ الْعُلُوْمِ الْاِسْلَامِیَّةِ جَامِعَةُ الْاَنْبَارِ" لکھتے ہیں "اِنِّیْ لَمْ اَجِدْ نَقْلًا قَوِیًّا عَنْ اَحَدٍ مِنَ السَّلَفِ یَقُوْلُ بِوَضْعِ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی عَلَی الصَّدْرِ" (نَمَاذِجُ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الْمُتَعَارِضَةِ بِاللَّفْظِ ج۱۴ص۸) اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینہ کے اوپر باندھے۔

مرد کا نماز میں ہاتھ باندھنا احادیث کی روشنی میں:

گزشتہ مسئلہ کی طرح زیر غور مسئلہ میں بھی امام اعظم ابوحنیفہ کے طریقہ کے مطابق پہلے اس سے متعلقہ تین قسم کی احادیث مبارکہ ذکر کی جائینگی ازاں بعد ان کی تشریح عرض کریں گے جس سے نماز میں مرد کے لیے ہاتھ باندھنے کا حکم واضح ہوجائے گا اور یہ بات بھی واضح ہوجائیگی کہ مرد کا نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا احادیث نبویہ کیخلاف ہے۔

احادیث کی قسم اول (ہاتھ چھوڑنا)

حدیث نمبر۱:

"عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ

وسلم اِذَا كَانَ فِیْ صَلَاتِهٖ رَفَعَ يَدَيْهِ قِبَالَةَ اُذُنَيْهِ فَاِذَا كَبَّرَ اَرْسَلَهَا وَرُبَّمَا رَأَيْتُهٗ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ" (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۴۱۱ باب احادیث معاذ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے پھر تکبیر کہہ کر ہاتھوں کو چھوڑ دیتے اور بسا اوقات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھتے ہیں۔

حدیث نمبر۲:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ عظیم محدث عبداللہ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۵ پر باب قائم کیا ہے "مَنْ كَانَ يُرْسِلُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ" (ان صحابہ وتابعین کا ذکر جو نماز میں ہاتھ چھوڑ دیتے تھے) اس کے حوالہ سے چند آثار پیش کئے جاتے ہیں "عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ ، وَمُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُمَا كَانَا يُرْسِلَانِ اَيْدِيَهُمَا فِي الصَّلَاةِ" یونس حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اور مغیرہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں نماز میں اپنے ہاتھ چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِذَا صَلّٰى يُرْسِلُ يَدَيْهِ"

ترجمہ: عمرو بن دینار (تابعی) کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب پڑھتے تو اپنے ہاتھ چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث نمبر۴:

"عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُمْسِكُ يَمِيْنَهٗ بِشِمَالِهٖ؟ قَالَ اِنَّمَا فَعَلَ ذَالِكَ مِنْ اَجَلِ الدَّمِ"

ترجمہ: ابن سیرین سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے؟ تو جواب میں فرمایا اس طرح فقط اس وقت کرے گا جب ہاتھوں کو چھوڑنے سے انگلیوں کی جانب خون کا دباؤ بڑھ جائے۔

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ مَارَأَيْتُ ابْنَ الْمُسَيِّبِ قَابِضًا يَمِيْنَهٗ فِي الصَّلٰوةِ كَانَ يُرْسِلُهَا"

ترجمہ: عبداللہ بن یزید کہتے ہیں میں نے سعید بن المسیب کو نماز میں ہاتھ باندھے ہوئے نہیں دیکھا وہ نماز میں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَيْزَارِ قَالَ كُنْتُ اَطُوْفُ مَعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَرَاٰى رَجُلًا يُصَلِّيْ وَاضِعًا اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ فَذَهَبَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ جَاءَ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عیزار کہتے ہیں میں سعید بن جبیر کے ساتھ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا سعید بن جبیر نے ایک آدمی کو دیکھا کو وہ نماز پڑھ رہا ہے اور کبھی اس ہاتھ کو اُس پر اور کبھی اُس ہاتھ کو اِس پر رکھتا ہے سعید بن جبیر گئے اور اس کے ہاتھوں کو جدا کیا اور واپس آ گئے۔

احادیث کی قسم دوم (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا):

حدیث نمبر۱:

"عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۱ بحاشیہ الشیخ محمد عوامہ)

ترجمہ: علقمہ اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

حدیث نمبر۲:

"اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ زَیْدِ السُّوَائِیُّ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلَاةِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" (سنن الدار قطنی ج۱ص ۲۸۶/السنن الکبری بیہقی ج۲ص ۳۱)

ترجمہ: ابومعاویہ، عبدالرحمان بن اسحاق، زیاد بن زید السوائی، ابوجحیفہ کی سند سے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کا ہتھیلی کے اوپر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعَ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (دار قطنی/بیہقی)

ترجمہ: حفص بن غیاث، عبدالرحمان بن اسحاق، نعمان بن سعد کی سند سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک نماز کی سنتوں میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث نمبر۴:

"یَحْیَی بْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ زَیْدِ السُّوَائِیُّ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلَاةِ وَضْعَ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" (بیہقی، دار قطنی)

ترجمہ: یحیٰی بن ابی زائدہ، عبدالرحمان بن اسحاق، زیاد بن زید سوائی، ابوجحیفہ کی سند سے روایت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک نماز کی سنتوں میں سے ہے دائیں ہتھیلی کو بائیں پر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْاَیْدِیْ عَلَی الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَرِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ص ۳۲۴)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کی سنتوں میں سے ہاتھوں کو ہاتھوں کے اوپر رکھنا نافوں کے نیچے۔

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعَ الْاَکُفِّ عَلَی الْاَکُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" (اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی ج۴ص ۳۹۰/جامع الاحادیث ج۳۰ص ۱۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں کے اوپر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

حدیث نمبر۷:

"عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ وَیَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ اخرجه رزین" (جامع الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ج۵ص ۳۲۰)

ترجمہ: ابوجحیفہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے" ذَکَرَ الْاَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الطَّیَالِسِیُّ

، قَالَ حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عن عُقْبة بن صَهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ" (فتح المالک بتبویب التمہید علی موطا امام مالک ج ۳ ص ۲۰۱) اثرم، ابوالولید طیالسی، حماد بن سلمہ، عاصم جحدری، عقبہ بن صہبان کی سند سے روایت ہے کہ عقبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فصل لربک وانحر کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھنا ناف کے نیچے۔

نوٹ:

شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ اور بعض حنفی علماء فرماتے ہیں کہ جب صحابی کسی قید کے بغیر کہے السنۃ کذا (سنت اس طرح ہے) تو اس سے سنت رسول مراد ہوتی ہے پس صحابی کا السنۃ کہنا قال رسول اللہ یا فعل رسول اللہ کے قائمقام ہے، اور جیسے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیث مرفوع ہوتی ہے اسی طرح صحابی جب السنۃ کہے تو وہ بھی حدیث مرفوع ہوتی ہے، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث، حدیث مرفوع ہے۔

نوٹ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی عبدالرحمان بن اسحاق الواسطی ضعیف راوی ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے۔ (اس سلسلہ میں تین نکات ملاحظہ کیجیے۔

① قاعدہ ہے کہ جب ضعیف حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو اور ان میں سے ہر سند اگرچہ ضعیف ہو لیکن ان متعدد سندوں کے ملنے سے وہ ضعف دور ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک ایک دھاگہ کمزور ہوتا ہے لیکن جب کئی کمزور دھاگوں کو ملا کر ان سے رسی بنائی جاتی ہے تو وہ اتنی مضبوط بنتی ہے کہ اس کو جوان آدمی بھی نہیں توڑ سکتا اسی طرح جب ضعیف

حدیث کی سندیں متعدد ہوں تو ان کے ملنے سے اس حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے اور وہ حدیث قابل حجت بن جاتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کی اسناد ایک راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف بتائی گئی ہیں لیکن ان متعدد سندوں کے ملنے کی وجہ سے وہ ضعف دور ہو گیا اس لیے یہ حدیث حجت ہے۔

② یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب ایک ضعیف حدیث کی دوسری حدیثوں سے تائید ہو جائے اگرچہ وہ ضعیف ہی ہوں تو ان مؤیدات کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ ضعیف حدیث کے درجہ سے نکل کر درجہ حسن میں آجاتی ہے، حضرت وائل کی مذکورہ بالا حدیث اور آگے آنے والی دیگر حدیثوں سے بھی حدیث علی کی تائید ہوتی ہے۔

③ حنبلی اور حنفی علماء نے اپنی کتب فقہ میں خوب اس سے استدلال کیا ہے، اور فقہاء کا استدلال کرنا دلیلِ صحت ہے۔

لہذا ان ہر سہ قواعد کیوجہ سے ضعف دور ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث حجت بن گئی، سو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ضعیف کہہ کر وہی آدمی رد کرے گا جو محدثین کے ان مذکورہ بالا اصولوں سے جاہل ہو گا یا علم و دانش کے باوجود، دیدہ دانستہ بوجہ تعصب جاہل بن جائے گا۔

انجان تم بنے رہے یہ اور بات ہے　　ایسا تو کیا ہے تم کو ہماری خبر نہ ہو

حدیث نمبر ۸:

"قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه اَخْذُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۳۱۴/ فتح المالک ج ۳ ص ۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں کے ساتھ پکڑنا ناف کے نیچے سنت ہے۔

حدیث نمبر۹:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِی الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (المحلی ابن حزم ص ۳۷۰: مسئلہ نمبر ۴۴۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں ہتھیلی، ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا (سنت ہے)۔

حدیث نمبر۱۰:

"عَنْ عَلِیٍّ رضی الله عنه قَالَ ثَلٰثَةٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِیَاءِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ فِی الصَّلَاةِ" (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۲۲۸/ کنز العمال ج ۱۶ ص ۲۳۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تین چیزیں انبیاء علیہم السلام کے اخلاق سے ہیں ① روزہ جلدی افطار کرنا ② سحری دیر سے کھانا ③ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۱۱:

"عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه ثَلَاثٌ مِنَ النُّبُوَّةِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰى عَلَى الْیَدِ الْیُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ" (المحلی لابن حزم ص ۳۷۰ مسئلہ نمبر ۴۴۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تین چیزیں اخلاق نبوۃ سے ہیں، روزہ جلدی افطار کرنا، سحری دیر سے کھانا اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۱۲:

"عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَهٗ عَلَى شِمَالِهٖ فِی الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۲ باب نمبر ۱۶۷)

ترجمہ: (مشہور جلیل القدر تابعی) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا نمازی اپنے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھے۔

حدیث نمبر۱۳:

"قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا مِجْلَزٍ قَالَ قُلْتُ كَیْفَ اَضَعُ قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ یَمِیْنِهٖ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَیَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۳ باب نمبر ۱۶۷)

ترجمہ: حجاج بن حسان کہتے ہیں میں نے ابومجلز سے پوچھا نماز کے اندر میں ہاتھ کہاں رکھوں ابومجلز نے جواب ارشاد فرمایا اپنے دائیں ہاتھ ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور ناف کے نیچے کردے۔

احادیث کی قسم سوم (ہاتھ سینہ اور ناف کے درمیان باندھنا)

حدیث نمبر۱:

"مُؤَمِّلُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عن الثوری عن عاصم بن كُلَیْبٍ عن ابیه عن وائل اَنَّهٗ رَأَى النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلَى شِمَالِهٖ ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلَى صَدْرِهٖ" (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۰)

ترجمہ: مؤمل بن اسماعیل، سفیان ثوری، عاصم، کلیب، وائل بن حجر کی سند سے روایت ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا پھر ان کو اپنے سینہ پر رکھا۔

نوٹ:

اس حدیث کی سند میں مؤمل بن اسماعیل انتہائی ضعیف راوی ہے، چنانچہ صحیح ابن خزیمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے "قَالَ الْاَلْبَانِیُّ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ لِاَنَّ مُؤَمَّلًا وَهُوَ ابْنُ

"اِسْمٰعِیلَ سَیِّئُ الْحِفْظِ" ناصر البانی نے کہا ہے اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل کا حافظہ خراب تھا۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ بِالتَّکْبِیْرِ ثُمَّ وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلٰی یُسْرَاهُ عَلٰی صَدْرِهٖ" (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۰)

ترجمہ: سعید، عبدالجبار، اُمِّہ، وائل بن حجر کی سند سے روایت ہے، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جب نماز کا وقت ہوا آپ محراب میں داخل ہوئے تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھائے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر کر کے سینہ کے اوپر رکھے۔

نوٹ:

آپ حضرات کو یاد ہوگا جب اہل السنّت والجماعت کی طرف سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی گئی کہ عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں کے برابر اٹھائے تو منکرین کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ اس حدیث کی سند میں امہ ہے جو مجہول ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ علی صدرہ والی مذکورہ بالا حدیث میں بھی وہی امہ موجود ہے مگر اس جگہ خاموشی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں پیدا ہوا، صرف اس لیے کہ بظاہر یہ حدیث ان کے مطلب کی ہے اور وہ اس کو اپنی دلیل سمجھتے ہیں جب کہ یہ حدیث سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کی دلیل بن بھی نہیں سکتی، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حدیث نمبر۳:

"اِنَّ عَلِیًّا رضی الله عنه قَالَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ)

قَالَ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی وَسْطِ یَدِهِ الْیُسْرٰی ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰی صَدْرِهٖ" (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فصل لربک وانحر کی تفسیر میں فرمایا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے درمیان (یعنی بائیں ہتھیلی کے اوپر) رکھے پھر ان دونوں کو سینہ کے اوپر رکھے۔

نوٹ:

مذکورہ بالا تفسیر کے متعلق دو باتیں عرض خدمت ہیں۔

① ......علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فصل لربک وانحر کی تفسیر نماز اور قربانی کے ساتھ کی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، موصوف اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

① جیسا کہ ہم نے آپ کو دنیا اور آخرت میں خیر کثیر عطا کی ہے اور مذکورہ صفات کی حامل نہر عطا کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی تمام نمازوں کو اور قربانی کو اپنے رب کے لیے مختص کر دیجئے، پس اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیجئے اور قربانی بھی اسی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے نام پر کیجئے، جیسا کہ اس تفسیر کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے فرمادیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور (امت محمدیہ) میں سب سے پہلے میں اس کو تسلیم کرنے والا ہوں (پ ۸ آیت ۱۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، ربیع، عطاء خراسانی، حکیم، سعید بن ابی خالد کے علاوہ بے شمار سلف نے وانحر سے اونٹ وغیر کی قربانی مراد لی ہے بخلاف اس کے مشرکین غیر اللہ کو سجدہ کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے اسلیئے اللہ جل شانہ نے حکم دیا اور ان جانوروں کا گوشت مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو اور یہ بے شک گناہ ہے (پ ۸ آیت ۱۲۱)۔

② اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وانحر سے مراد ہے دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینہ کے نیچے رکھنا یہ تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے ولا یصح (لیکن یہ روایت صحیح نہیں)

③ اور ابو جعفر باقر سے وانحر کی تفسیر یہ منقول ہے نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا۔

④ اور یہ بھی کہا گیا ہے سینہ کو قبلہ رخ کرنا

⑤ ''وَكُلُّ هٰذِهِ الْاَقْوَالِ غَرِيْبٌ جِدًّا وَالصَّحِيْحُ الْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّحْرِ ذِبْحُ الْمَنَاسِكِ وَلِهٰذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّى الْعِيْدَ ثُمَّ يَنْحَرُ نُسُكَهٗ وَيَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلَا نُسُكَ لَهٗ'' (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵۸، ۵۵۹) یہ سب اقوال بہت ہی بعید ہیں البتہ ان میں سے پہلا قربانی والا قول صحیح ہے کہ النحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا مراد ہے۔

وجہ ترجیح ①:

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے نماز عید پڑھتے پھر اپنی قربانی کو ذبح کرتے اور فرماتے جس نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور قربانی بھی ہمارے ساتھ کی (یعنی نماز کے بعد قربانی کی) اس نے درست کیا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی ہے اس کی قربانی جائز نہیں۔

وجہ ترجیح ②:

اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ پہلے حضرت ابن عباس، قتادہ، عطاء، عکرمہ سے ''نماز عید اور قربانی'' کے ساتھ تفسیر نقل کر کے دو شان نزول لکھتے ہیں ① ''وَقَالَ اَنَسٌ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَنْحَرُ ثُمَّ يُصَلِّي فَاُمِرَ اَنْ يُّصَلِّيَ ثُمَّ يَنْحَرَ'' ② ''وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَيْضًا، نَزَلَتْ فِي الْحُدَيْبِيَةِ حِيْنَ حُصِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْبَيْتِ فَاَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يُّصَلِّيَ وَيَنْحَرَ الْبُدْنَ وَيَنْصَرِفَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ'' (تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۲۱۸) ① حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ پہلے قربانی کرتے پھر نماز پڑھتے بعد میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ پہلے نماز پڑھیں پھر قربانی

کریں ② اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس آیت کا یہ بھی شان نزول ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کے طواف کرنے سے حدیبیہ میں روک دیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ نماز عید پڑھیں، قربانی کریں اور لوٹ جائیں، پس نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

خلاصہ:

پس قرآن کریم کی دوسری آیات، احادیث، آثار صحابہ، آثار تابعین اور حضرت انس و سعید بن جبیر سے منقول شانِ نزول سے اسی تفسیر کی تائید ہوتی ہے جس کو امام ابن کثیر نے صحیح قرار دیا ہے وہ یہ کہ اس سے نماز اور قربانی مراد ہے، لہذا یہی تفسیر راجح ہے۔

②...... اگر وانحر کی ہاتھ باندھنے والی تفسیر پر ہی اصرار ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ سے اس کی تفسیر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ساتھ مروی ہے وہ بھی تسلیم کریں جب کہ اس کی سند بھی قوی ہے۔

اور حضرت ابن عباس سے جو تفسیر منقول ہے اس کی سند میں روح بن المسیب راوی ہے اس کے متعلق محدث ابن حبان فرماتے ہیں ''يروى الموضوعات لا تحل الرواية عنه'' یہ جھوٹی حدیثیں نقل کرتا ہے اس کے روایت لینا حلال نہیں۔

تشریح احادیث:

مذکورہ بالا احادیث کی تشریح کے سلسلہ میں دو امر وضاحت طلب ہیں۔

①...... پیچھے گزر چکا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کا سلف میں کوئی بھی قائل نہیں تھا، اس لیے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے، اور شافعیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ تحت الصدر (سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا) مستحب ہے جب کہ حدیث میں صراحتاً مذکور ہے علی صدرہ (سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا) پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ شافعیہ کا دعویٰ ہے تحت الصدر کا مگر دلیل میں پیش کرتے ہیں وہ حدیثیں جن میں علی صدرہ ہے دعوی اور دلیل میں کوئی جوڑ نہیں۔

(۲)......جب ایک مسئلہ کے بارے تین قسم کی حدیثیں ہیں (۱) ارسال ید (ہاتھ چھوڑنا) (۲) تحت السرۃ (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا) (۳) علی صدرہ (سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا) تو ان تینوں قسم کی حدیثوں میں تضاد ہے ان پر عمل کیسے ہوگا؟۔

وضاحت امر اول (علی صدرہ کی وضاحت):

اگر علی صدرہ کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو یہ دونوں اشکال دور ہو جاتے ہیں یہ بات تو واضح ہے کہ علی صدرہ کا ظاہری اور سطحی مفہوم یعنی پورے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا ہرگز مراد نہیں کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر پورے سینہ کے اوپر رکھا بھی نہیں جا سکتا، لہذا علی صدرہ سے سینہ کا بعض حصہ مراد ہے، سارا سینہ مراد نہیں۔

جیسے ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں چارپائی پر بیٹھا ہے، فلاں فرش پر بیٹھا ہے، فلاں زمین پر بیٹھا ہے، اس سے پوری چارپائی، پورا فرش اور پوری زمین مراد نہیں ہوتی بلکہ چارپائی، فرش، زمین کا وہ مخصوص حصہ مراد ہوتا ہے جس پر وہ بیٹھا ہے، فلاں مسجد میں بیٹھا ہے ذکر تو ہے مسجد کا مگر اس سے مسجد کا وہ خاص حصہ مراد ہے جس میں وہ بیٹھا ہے اسی لئے جب وہ آدمی مسجد میں نظر نہ آئے اور خبر دہندہ سے پوچھا جائے تو بعد میں اس کے بیٹھنے کی وہ خاص جگہ بتاتا ہے، اسی طرح لفظ تو بولا گیا ''علی صدرہ'' مگر اس سے پورا سینہ مراد نہیں بلکہ سینہ کا مخصوص حصہ مراد ہے وہ کون سا حصہ مراد ہے؟ بعض غیر مقلدین سینہ کا اوپر والا حصہ مراد لیتے ہیں بعض درمیان والا حصہ مراد لیتے ہیں جب کہ شافعیہ جو ان حدیثوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں وہ ''علی صدرہ'' سے سینہ کا نیچے والا آخری حصہ مراد لیتے ہیں یعنی نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر سینہ کے نیچے والے آخری حصہ پر اس طرح باندھے کہ ہاتھ کا انگوٹھے کی طرف والا حصہ سینہ کے آخری حصہ پر ہو اور باقی ہاتھ سینہ سے نیچے ہو۔

اس طریقہ کے مطابق علی صدرہ پر بھی عمل ہو جاتا ہے، اور یہ تحت الصدر بھی ہے، اس وجہ سے کہ ہاتھ سینہ کے بالائی اور وسط حصہ سے نیچے ہیں، نیز سینہ کے آخری حصہ سے

بھی نیچے ہیں، اس تشریح کے مطابق تحت الصدر اور علی صدرہ میں جوڑ ہو گیا اور تحت السرہ کے بھی قریب ہو گیا، نیز یہ پتہ چل گیا کہ سینہ کے آخری حصہ پر ہاتھ رکھنے کے قائل تو سلف میں موجود ہیں مگر سینہ کے اوپر والے حصہ یا وسط سینہ پر ہاتھ رکھنے کا سلف میں سے کوئی بھی قائل نہیں، کیونکہ مالکیہ کا مذہب ارسال ید کا ہے شافعیہ کا سینہ کے آخری حصہ پر رکھنے کا ہے اور حنفیہ وحنبلیہ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے تو ائمہ اربعہ میں سے سینہ کے بالائی یا وسط حصہ پر ہاتھ باندھنے کا کوئی بھی قائل نہیں، لہذا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ سینہ کے اوپر والے یا وسط حصہ پر ہاتھ نہ باندھے جائیں پس سینہ کے اوپر والے یا درمیان والے حصہ پر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے۔

اب ایک طرف عرب وعجم کی جماعت قلیلہ (غیر مقلدین) کا فہم ہے دوسری طرف پوری امت کے مجتہدین اور محدثین وفقہاء کا اجماعی واجتماعی فہم ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق غلطی اور گمراہی سے محفوظ ہے، اب آپ کی مرضی کہ غیر مقلدین کے فہم پر چلیں یا امت کے اجماعی اور اجتماعی فہم پر عمل کریں۔

علامہ اقبال کی نصیحت یہ ہے

زاجتہادِ عالماں کوتاہ نظر   اقتداءِ رفتگاں محفوظ تر

ناقص علم والوں کے اجتہاد سے گذشتہ مجتہدین کی اتباع میں دین وایمان کی زیادہ حفاظت ہے۔

تائیدات از کتب شافعیہ

تائید نمبر ۱:

شرح بہجۃ الوردیہ ج ۳ ص ۳۳۹ میں لکھا ہے ''جَعَلَ اَسْفَلَ صَدْرِہٖ وَفَوْقَ السُّرَّۃِ لِخَبَرِ ابْنِ خُزَیْمَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ (اِلٰی قَوْلِہٖ) عَلٰی صَدْرِہٖ اَیْ آخِرِہٖ فَیَکُوْنُ الْیَدُ تَحْتَہٗ بِقَرِیْنَۃِ رِوَایَتِہٖ تَحْتَ صَدْرِہٖ''

ترجمہ: ہاتھوں کو سینہ سے نیچے اور ناف کے اوپر کرے اُس حدیث کی وجہ سے جو حضرت وائل بن حجر سے صحیح ابن خزیمہ میں ہے اس میں علی صدرہ ہے اور علی صدرہ سے مراد سینہ کا آخری حصہ ہے، لہذا اس کے مطابق ہاتھ سینہ سے نیچے ہو جاتا ہے اور اس مفہوم پر قرینہ تحت صدرہ والی روایت ہے۔

تائید نمبر ۲:

"اَسنَی المَطَالِبُ شرح رَوضُ المَطَالِب (ج ۲ ص ۳۳۹)

وَیَضَعُهُمَا اِلَی الیَدَینِ بَینَ السُّرَّةِ وَالصَّدرِ رواه ابن خُزَیمَةَ فِی صحیحه عَن وَّائِلِ بنِ حُجرٍ صَلَّیتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَوَضَعَ یَدَهُ الیُمنٰی عَلٰی یَدِهِ الیُسرٰی عَلٰی صَدرِهٖ اَی آخِرِهٖ فَتَکُونُ الیَدُ تَحتَهٗ بِقَرِینَةِ رِوَایَتِ تَحتَ صَدرِهٖ"

ترجمہ: اور دونوں ہاتھوں کو ناف اور سینہ کے درمیان رکھے اس حدیث کی وجہ سے جسے ابن خزیمہ نے حضرت وائل بن حجر سے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے سینہ کے اوپر رکھا یعنی سینہ کے آخری حصہ پر رکھا پس ہاتھ سینہ سے نیچے ہو جاتا ہے اور اس پر قرینہ تحت صدرہ والی روایت ہے۔

تائید نمبر ۳:

"دِرهَمُ الصُّرَّةِ فِی وَضعِ الیَدَینِ تَحتَ السُّرَّةِ (ص ۴۷ میں ہے)

وَاَجَابَ عَنهُ بَعضُ مُتَاَخِّرِی الشَّافِعِیَّةِ کَالمَحَلِّیِّ فِی شَرحِ المِنهَاجِ وَابنِ حَجَرٍ المَکِّیِّ فِی شَرحِ العُبَابِ بِاَنَّ المُرَادَ مِنَ الصَّدرِ فِی قَولِ الشَّافِعِیَّةِ تَحتَ الصَّدرِ اَعلَاهُ وَفِی حَدِیثِ وَائِلِ الَّذِی فِیهِ لَفظُ عَلٰی صَدرِهٖ اَسفَلُهٗ فَیَکُونُ السُّنَّةُ عِندَ الشَّافِعِیَّةِ وَضعُ الیَدَینِ عَلٰی اَسفَلِ

الصَّدرِ بِحَیثُ یَکُونُ آخِرُ الیَدِ تَحتَهٗ فَیُطَابِقُ الدَّلِیلُ المُدَّعٰی"

ترجمہ: بعض متاخرین شافعیہ نے دلیل اور دعوی میں عدم مطابقت کا جواب یوں دیا ہے کہ شافعیہ کے قول تحت الصدر میں الصدر سے سینہ کا اوپر والا حصہ مراد ہے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو علی صدرہ ہے اس سے سینہ کا نیچے والا حصہ مراد ہے پس شافعیہ کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے والے حصہ پر اس طرح رکھے جائیں کہ ہاتھ کا آخیر والا حصہ سینہ کے نیچے ہو اس سے دلیل دعوی کے مطابق ہو جاتی ہے۔

تائید نمبر ۴:

"(مرقات شرح مشکوۃ لملاعلی القاری ج ۲ ص ۵۰۹ باب صفۃ الصلاۃ حدیث نمبر ۷۹۸) کے تحت ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حجر کی یہی توجیہ نقل کی ہے۔

"اِدَّعٰی اِبنُ حَجَرٍ مِن سُنَّةِ الوَضعِ اَن یَّکُونَ بَینَ سُرَّتِهٖ وَصَدرِهٖ لِلحَدِیثِ الصَّحِیحِ اَنَّهٗ علیه السلام وَضَعَ یَدَهُ الیُمنٰی عَلٰی یَدِهِ الیُسرٰی عَلٰی صَدرِهٖ اَی آخِرِهٖ فَیَکُونَانِ تَحتَهٗ بِقَرِینَةِ رِوَایَتِ تَحتَ صَدرِهٖ"

ترجمہ: ابن حجر نے دعوی کیا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف اور سینہ کے درمیان باندھے جائیں اُس صحیح حدیث کی وجہ سے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ کے اوپر باندھا علی صدرہ سے سینہ کا آخری حصہ مراد ہے، پس اس کے مطابق دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے ہوتے ہیں اور اس توجیہ پر قرینہ وہ روایت ہے جس میں تحت صدرہ کا لفظ ہے یعنی ہاتھ سینہ کے نیچے ہوں۔

تائید نمبر ۵:

"سُبُلَ السَّلَامِ (ج ۱ ص ۱۶۹) وَقَالَ النَّوَوِیُّ فِی المِنهَاجِ وَیَجعَلُ

يَدَيْهِ تَحْتَ صَدْرِهٖ قَالَ فِيْ شَرْحِ النَّجْمِ الْوَهَّاجِ عِبَارَةُ الْاَصْحَابِ تَحْتَ صَدْرِهٖ وَالْحَدِيْثُ بِلَفْظِ عَلٰى صَدْرِهٖ قَالَ وَكَاَنَّهُمْ جَعَلُوْا التَّفَاوُتَ بَيْنَهُمَا يَسِيْرًا"

ترجمہ: امام نووی نے المنہاج میں کہا ہے اور اپنے ہاتھ اپنے سینہ کے نیچے کرے اورالمنہاج کی شرح النجم الوہاج میں ہے کہ ہمارے شافعی حضرات کی عبارۃ ہے تحت صدرہ (اپنے سینہ کے نیچے) اور حدیث میں علی صدرہ (اپنے سینہ کے اوپر) شارح نے کہا ہے کہ شافعیہ نے ان دونوں کے درمیان معمولی سا فرق کیا ہے (یعنی جب ہاتھ کو سینہ کے آخری حصہ پر رکھے گا تو یہ تحت صدرہ بھی ہے اور علی صدرہ بھی ہے)۔

تائید نمبر ۶:

شرح ابن ماجہ لمغلطائی ج۱ص ۱۳۸۲ میں ہے "وَعِنْدَ الْبَزَّارِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ عِنْدَ صَدْرِهٖ" اور مسند بزار کی حدیث میں ہے پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں پر رکھے سینہ کے قریب (اس سے بھی شافعیہ کی مذکورہ بالا توجیہ کی تائید ہوتی ہے کہ جب ہاتھ کا کچھ حصہ سینہ سے نیچے ہوگا تو یہ عند صدرہ ہے یعنی سینہ کے قریب ہے)

خلاصہ:

مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام کے نزدیک علیٰ صدرہ سے سینے کا نیچے والا آخری حصہ مراد ہے اور اس پر عمل کی صورت یہ ہے کہ ہاتھوں کا اوپر والا حصہ سینہ کے آخری حصہ پر ہو اور باقی ہاتھ سینہ سے نیچے ہو لیکن شافعیہ کے نزدیک عمل کی یہ صورت مستحب ہے جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی ہے لیکن غیر مقلدین کے نزدیک علی صدرہ سے سینہ کا بالائی یا وسط حصہ مراد ہے، اور یہ ان کی یا بعض دوسرے امتیوں کی رائے ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک تو پیغمبر ﷺ کی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں تو دوسرے امتیوں کی رائے کیسے حجت ہو سکتی ہے؟۔

لہذا غیر مقلدین کے لیے دو ہی راستے ہیں۔

①......وہ اپنے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں کہ علی صدرہ سے سینہ کا بالائی حصہ یا وسط حصہ مراد ہے۔

②......اگر اپنے سمجھے ہوئے مفہوم ومراد پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کرنے سے عاجز ہیں اور عاجز ہی رہیں گے تو پھر صاف گوئی سے کام لیں اور اقرار کریں کہ علی صدرہ سے سینہ کا اوپر والا حصہ یا درمیان والا حصہ مراد لینا مجتہدین امت سے ہٹ کر اور ان سے کٹ کر ہماری اپنی رائے ہے، اور اپنی اس رائے کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ مرد بھی عورتوں کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھیں اس اقرار کے بعد ہمیں کوئی گلہ نہیں۔

لیکن ہوان کی اپنی رائے اور اس کو "آمنہ کے لعل پیارے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کی پیاری حدیث" کا عنوان دینا بہت بڑا جھوٹ ہے، اور جھوٹ بھی امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر، جو عذاب جہنم کا بہت بڑا سبب ہے، اور اگر وہ علی صدرہ کے اپنی رائے سے فہمیدہ یا تراشیدہ مفہوم پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث بھی پیش نہ کریں اور اس کو اپنی رائے بھی تسلیم نہ کریں بلکہ اپنی رائے اور اپنے فہم سے سمجھے ہوئے مفہوم کو خالص حدیث کا عنوان دے کر لوگوں کو دھوکہ دیں تو کیا وہ اس شعر کا مصداق نہیں؟

میں جھوٹ میں چھپاتا ہوں اپنے عیوب کو
اللہ جانتا ہے کہ جھوٹا نہیں ہوں میں

وضاحت امر دوم (رفع تضاد):

جب کسی مسئلہ سے متعلقہ حدیثوں میں بظاہر تضاد ہو تو وہ مسئلہ اجتہادی ہوتا ہے مجتہدین اپنی اجتہادی صلاحیت کے ذریعہ اس تضاد کے پردہ میں چھپی حقیقت کا ادراک کر کے اپنی اجتہادی رائے سے اس مسئلہ کو اور اس سے متعلقہ احادیث کو حل کرتے ہیں مرد نماز میں ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے اور اگر باندھے تو کس جگہ باندھے چونکہ اس مسئلہ کے بارے تین قسم کی

حدیثیں ہیں اور بظاہر ان میں تضاد پایا جاتا ہے اس لیے آئمہ اربعہ جو مسلّم مجتہدین ہیں انہوں نے اس مسئلہ کو اور ان احادیث کو اپنی اپنی اجتہادی رائے سے حل کیا ہے اور جب کسی مسئلہ کو اجتہادی رائے سے حل کیا جاتا ہے تو اجتہادی اختلاف کا ہو جانا بعید بھی نہیں اور قبیح بھی نہیں۔

چنانچہ اس مسئلہ میں بھی ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہوا لیکن اس اجتہادی اختلاف کے باوجود سب کا بنیادی مقصد ایک ہے، وہ مقصد ہے ''نماز میں خشوع وخضوع، تواضع وعاجزی، اور تعظیم باری تعالیٰ'' ان تین قسم کی حدیثوں میں سے کن حدیثوں کو سنت شرعیہ کا درجہ دیکر بطور سنت نبویہ ان پر عمل کیا جائے، اس کے لیے ان آئمہ کرام نے تعظیم رب اور خشوع وتواضع کو اصل بنیاد اور معیار بنا کر ان کے ساتھ کچھ دیگر قرائن ملا کر ہر ایک نے ان حدیثوں کو ترجیح دی جن پر عمل کرنے میں ان کے ذوقِ اجتہاد کے مطابق تواضع زیادہ ہے اور دوسرے قرائن سے بھی اسی کیفیت عمل کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق اجتہاد یہ ہے کہ اگر نماز میں ہاتھ باندھے جائیں تو نمازی کا خیال اور دل ودماغ ہاتھ باندھنے کی کیفیت میں مشغول رہے گا اور ظاہراً بھی وہ اس کیفیت کے درست کرنے کی کوشش میں لگا رہیگا یہ خشوع اور تواضع کے منافی ہے۔

نیز سنن ابو داود ج ا ص ۱۴۲ پر باب ہے کراھیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ یعنی نماز میں ہاتھوں کا سہارا لینا مکروہ ہے اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے ''نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدِهٖ فِي الصَّلٰوةِ'' رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی نماز میں اپنے ہاتھوں کا سہارا لے، اور نماز میں ہاتھ باندھنا یہ بھی ہاتھوں کے ساتھ سہارا لینے کے مشابہ ہے، لہذا نماز میں خشوع اور نماز میں ہاتھوں کے سہارے کی کراہت کا تقاضا ہے کہ ہاتھوں کو چھوڑ دیا جائے اور جن حدیثوں میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ ارسال ید والی حدیثوں کے ساتھ منسوخ ہیں، یعنی ہاتھ باندھنے کی افضلیت منسوخ ہے البتہ جواز باقی ہے لیکن فرائض میں جائز مع الکراہت ہے اور نوافل

میں بلا کراہت جائز ہے کیونکہ نوافل میں جتنی توسع ہے فرائض میں اتنی نہیں اور بعض مالکی علماء فرماتے ہیں کہ نماز میں اصل مقصود خشوع وخضوع ہے، پس جس کیفیت میں خشوع وخضوع زیادہ ہو وہی کیفیت افضل ہے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے میں ہیں خشوع زیادہ ہو تو ہاتھ چھوڑنا افضل ہے اور اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں خشوع وخضوع زیادہ پیدا ہوتا ہو تو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے (فتاوی ابن علیش ج ا ص ۹۸، ج ۳ ص ۱۹۸)۔

تحت السرۃ کے وجوہ ترجیح:

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر تحت السرہ والی حدیثوں کو ترجیح حاصل ہے۔

① ...... بادشاہوں اور حکام کے سامنے تعظیم وتواضع کے لیے عرف وعادت میں جو معروف طریقہ ہے وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے، اس لیے شہنشاہ کائنات اور احکم الحاکمین کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے سامنے حاضری کے وقت تعظیم وتواضع کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو عرف وعادت میں بادشاہوں اور حکام کے سامنے حاضر ہونے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اور وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

② ...... نماز میں اصل مقصود رب تبارک وتعالیٰ کی تعظیم ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں اس مقصدِ صلوۃ کی زیادہ رعایت ہے۔

③ ...... قرآن وحدیث میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی سخت تاکید ہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جب کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ یہود نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں محدث وفقیہ علامہ محمد ہاشم سندھی لکھتے ہیں یہ فقیر جب یمن کی بندرگاہ عدن کی طرف پہنچا تو وہاں پر ہم نے دیکھا کہ یہود کی کچھ جماعتیں سکونت پذیر ہیں ان کی طرف کچھ لوگ بھیجے گئے اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے کہ یہود نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھتے ہیں تو انہوں

نے جواب دیا کہ ہم نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں اور اس پر سب عوام وخواص یہود کا اتفاق ہے (ترصیع الدرۃ علی درھم الصرۃ ص ۸۹)۔

④......اس میں ستر عورت بھی ہے اور تہہ بند کے گرنے سے حفاظت بھی ہے۔

⑤......مرد کے لیے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جس کی احادیث میں بہت تاکید ہے (البنایہ شرح الھدایہ ج ۲ ص ۲۰۱، درھم الصرۃ الفصل الرابع ص ۴۵)۔

باقی ''اِرْسَالِ یَدْ'' اور ''تَحْتَ الصَّدْرِ'' والی حدیثیں بیان جواز پر محمول ہیں یعنی جن حدیثوں میں ارسال ید یا سینہ اور ناف کے درمیان ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ مستقل شرعی حکم اور سنت شرعیہ کے طور پر نہیں بلکہ محض ان دو طریقوں کے جواز بتانے کے لیے بعض دفعہ یہ عمل کیا گیا جیسا کہ وضو میں سنت طریقہ تین تین دفعہ اعضاء کو دھونا ہے مگر نبی کریم ﷺ نے بعض دفعہ ایک یا دو مرتبہ دھونے پر بھی اکتفا کیا ہے لیکن محض اس کا جواز بیان کرنے کے لیے مستقل سنت شرعیہ کے طور پر نہیں پس اسی طرح ارسال ید اور تحت الصدر والے دونوں طریقوں پر یہ جزوی عمل محض بیان جواز کے لیے ہے جبکہ مستقل سنت شرعیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۰)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ناف اور سینہ کے درمیان ہاتھ باندھنے میں زیادہ تعظیم اور زیادہ تواضع ہے نیز سینہ کے آخری نیچے والے حصہ پر ہاتھ باندھنا دل پر ہاتھ باندھنا ہے جو محل ایمان ہے (حالانکہ محل قلب تو اس سے اوپر رہ جاتا ہے) یہ بھی فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے والا حصہ ستر ہے لہذا اس پر ہاتھ رکھنے کی بجائے ناف سے اوپر ہاتھ رکھنا بہتر ہے اس وجہ کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ عورت سینہ پر اور مرد قعدہ میں رانوں پر ہاتھ نہ رکھے کہ وہ بھی ستر ہے اس لیے یہ وجہ بہت کمزور اور ناقابل اعتبار ہے اور باقی دو قسم کی حدیثوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان جواز پر محمول کرتے ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی

چاروں مکاتب فکر مانتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ حدیثوں کے تضاد کی وجہ سے پیچیدہ اور الجھا ہوا مسئلہ ہے ائمہ مجتہدین نے اپنی اپنی اجتہادی رائے سے اس کو حل کیا ہے چونکہ ہم اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے جب کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس لئے ہم نے ائمہ مجتہدین پر اعتماد کر کے ان کے اجتہادی فیصلہ کو قبول کیا ہے اور قبول کر کے عملاً اس امام کے فیصلہ کو اختیار کیا ہے جو اس کے نزدیک دیگر آئمہ سے کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں تو مجتہدین کی رائے ان کے ہاں کیسے حجت ہو سکتی ہے پس اگر وہ ہمیں بھی امتیوں کی آراء سے بچانے اور نکالنے کے فکر میں ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے۔

میرے بھی دو سوال ہیں:

زیر بحث مسئلہ میں ہر چھوٹے بڑے سنی مرد وزن کے دو سوال ہیں۔

①......علی صدرہ سے غیر مقلدین سینہ کا بالائی یا درمیان والا حصہ مراد لیتے ہیں اس اپنے مفہوم ومراد پر نبی کریم ﷺ کی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں تا کہ نہ وہ خود اپنی رائے پر چلیں نہ ہمیں اپنی رائے پر چلائیں۔

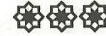
②......نماز کے اندر بحالت قیام ہاتھوں کی کیفیت کے بارے میں تین قسم کی حدیثیں ہیں غیر مقلدین کی خدمت میں ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کا صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں فیصلہ دیکھائیں کہ ان میں سے کن حدیثوں پر عمل کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے اور کن پر عمل کرنے سے منع کیا ہے اور اگر غیر مقلدین یہ جواب دیں کہ آپ کو آزادی ہے کہ ان میں سے جس طریقہ پر چاہیں عمل کریں اور جس پر چاہیں عمل نہ کریں تو اس آزاد منش رویہ پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں جس میں نبی پاک ﷺ کا واضح فرمان ہو کہ مسلمان ہاتھ باندھنے کے متعلق ان تین قسم کی حدیثوں میں سے جس پر چاہیں عمل کریں اور جس پر چاہیں عمل نہ کریں، ورنہ یہ بھی غیر مقلدین کی رائے شمار ہوگی اور

غیر مقلدین کی رائے سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے لاکھوں درجے بہتر ہے۔

یا تنگ نہ کر، ناصح ناداں مجھے اتنا

یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

مسئلہ: مرد کے لیے رکوع وسجود میں اعضاء کو کشادہ کرنے کا حکم انفرادی نماز میں ہے، نماز باجماعت میں نہیں، چنانچہ الجوہرۃ النیرہ ص۶۳ میں ہے ''وھذا اذا لم یؤ ذ احدا اما اذا کان فی الصف لا یفعل'' اعضاء کو کشادہ کرنے کا یہ حکم تب ہے جب وہ کسی کے لیے ایذاء کا موجب نہ بنے اس لیے جب وہ جماعت کی صف میں ہو تو اعضاء کو کشادہ نہ کرے۔



مرد وعورت کا رکوع وسجود میں فرق:

مرد وعورت کے رکوع وسجود کے مسائل ایک دوسرے سے مختلف اور ایک دوسرے سے جدا ہیں مسائل کی اس مغایرت اور دوئیگی کی وجہ سے ان کے رکوع وسجود کا طریقہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتا ہے۔

رکوع وسجود کی کیفیت اجماع امت کی روشنی میں:

پہلے ہم نے مرد وعورت کی نماز کا فرق چاروں مکاتب فقہ اور فقہ غیر مقلدین کی روشنی میں ایک سو پانچ (105) حوالہ جات کے ساتھ لکھا ہے جن میں فقہ مالکی کے گیارہ (۱۱)، فقہ شافعی کے پچیس (۲۵)، فقہ حنبلی کے تینتیس (۳۳)، فقہ حنفی کے اکتیس (۳۱) فقہ غیر مقلدین کے پانچ (۵) حوالہ جات درج کئے ہیں، ان میں مرد وعورت کے رکوع وسجود کا فرق بتایا گیا ہے کہ مرد اپنے اعضاء کو جدا جدا رکھے لیکن رکوع وسجود میں عورت کا جسم سمٹا ہوا ہو، اور اعضاء ملے ہوئے ہوں۔

اور جس مسئلہ پر چاروں فقہی مذاہب متفق ہوں وہ مسئلہ اجماعی شمار ہوتا ہے، لہذا اجماع امت سے ثابت ہوا کہ مرد وعورت کے رکوع وسجود کی کیفیت میں فرق ہے۔

رکوع وسجود کی کیفیت احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبر۱:

'' عَنْ سَالِمٍ الْبَرَّادِ قَالَ اَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيَّ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَقُلْنَا لَهٗ حَدِّثْنَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ بَيْنَ اَيْدِيْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ

اَصَابِعَهُ اَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ وَجَافٰی بَیْنَ مِرْفَقَیْهِ...... وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّیْهِ عَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ جَافٰی بَیْنَ مِرْفَقَیْهِ ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَئَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم " (ابوداود ج ا ص ۱۲۵/ بخاری ج ا ص ۱۱۲)

ترجمہ: سالم براد کہتے ہیں کہ ہم عقبہ بن عمرو ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز بتائیے، وہ مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے پس تکبیر کہی پھر جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو اس سے نیچے کیا اور اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور کیا، پھر تکبیر کہہ کر جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور کیا پھر فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دیکھا ہے۔

حدیث نمبر ۲:

"عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَاِذَا رَكَعْتَ ضَعْ رَاحَتَیْكَ عَلٰی رُكْبَتَیْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ" (ابوداود ج ا ص ۱۲۵)

ترجمہ: رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر رکھ اور اپنی پیٹھ کو پھیلا (یعنی سیدھا رکھ)۔

حدیث نمبر ۳:

" عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا رَكَعَ لَمْ یُشَخِّصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ یُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَیْنَ ذٰالِكَ" (صحیح مسلم ج ا ص ۱۹۴/ ابن ماجہ ص ۶۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ زیادہ اونچا رکھتے اور نہ زیادہ نیچے کرتے بلکہ اس اونچ نیچ کے درمیان رکھتے۔

حدیث نمبر ۴:

"عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَلَا اُصَلِّیْ لَكُمْ كَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُصَلِّیْ؟ فَقُلْنَا بَلٰی فَقَامَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ رَاحَتَیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ وَجَعَلَ اَصَابِعَهٗ مِنْ وَّرَاءِ رُكْبَتَیْهِ وَجَافٰی اِبِطَیْهِ " (سنن کبری نسائی ج ا ص ۲۱۶، ص ۲۱۷)

ترجمہ: عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے شاگردوں کو کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، ہم نے کہا جی ہاں دکھائیے! سو وہ کھڑے ہو گئے اور نماز شروع کر دی پس جب رکوع کیا تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر رکھا اور اپنی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے کیا اور اپنے بازو کو اپنی بغلوں سے دور کیا۔

حدیث نمبر ۵:

ایک انصاری صحابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں اتنے میں ایک ثقفی آدمی آیا اس نے کہا یا رسول اللہ! میں کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا سَبَقَكَ الْاَنْصَارِیُّ (انصاری نے آپ سے پہلے درخواست کی ہے) انصاری نے ایثار کرتے ہوئے عرض کیا" اِنَّهٗ رَجُلٌ غَرِیْبٌ وَاِنَّ لِلْغَرِیْبِ حَقًّا فَابْدَاْ بِهٖ " (یہ مسافر آدمی ہے اور مسافر کا حق ہے لہذا اس کا جواب پہلے ارشاد فرمائیے) رسول اللہ ﷺ ثقفی آدمی کی طرف متوجہ ہوئے اور بطور معجزہ فرمایا اگر آپ چاہیں تو جو آپ پوچھنا چاہتے ہیں میں اس کا جواب بتا دیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو سوال کریں پھر اس کے بعد جواب دیتا ہوں، ثقفی نے کہا "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلْ اَجِبْنِیْ عَمَّا كُنْتُ اَسْاَلُكَ" (اے رسولِ خدا! جو میں پوچھنا چاہتا ہوں اس کا جواب ہی ارشاد فرما دیجئے) آپ نے فرمایا" جِئْتَ تَسْاَلُنِیْ عَنِ الرُّكُوْعِ

وَالسُّجُوْدِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَأْتَ مِمَّا كَانَ فِیْ نَفْسِیْ شَیْئًا قَالَ فَاِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَیْكَ عَلٰی رُكْبَتَیْكَ ثُمَّ فَرِّجْ بَیْنَ اَصَابِعِكَ ''آپ رکوع، سجود اور نماز روزہ کے متعلق پوچھنے آئے ہیں ثقفی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے جو کچھ میرے دل میں تھا اس سے آپ ایک ذرا بھی نہیں چوکے، آپ ﷺ نے فرمایا جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھ اور انگلیوں کو کشادہ کر (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۱۸۱)۔

حدیث نمبر ۶:

''قَالَ اَبُوْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیُّ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَكَعَ فَوَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ كَالْقَابِضِ عَلَیْهِمَا فَوَتَّرَ یَدَیْهِ فَنَحّٰی بِهِمَا عَنْ جَنْبَیْهِ وَلَمْ یُصَوِّبْ رَأْسَهٗ وَلَمْ یُقْنِعْهُ'' (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۱۸۴)

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ آپ نے گھٹنوں کو پکڑا اور ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلو سے دور کیا اور ہاتھوں کو تھوڑا سا باہر کی جانب خم دے کر کمان کی تانت کی طرح بنایا اور سر کو نہ زیادہ نیچے کیا اور نہ زیادہ اونچا کیا۔

حدیث نمبر ۷:

صحابی رسول احمر بن جزء کی مرفوع حدیث میں ہے ''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ اِذَا سَجَدَ جَافٰی عَضُدَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ حَتّٰی نَاوِیَ لَهٗ'' (سنن ابو داود ج ۱ ص ۱۳۰، باب صفة السجود)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے اپنے بازؤں کو اپنے دونوں پہلو سے اس طرح دور کرتے کہ ہمیں آپ پر ترس آتا۔

حدیث نمبر ۸:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ''كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سَجَدَ جَافٰی بَیْنَ یَدَیْهِ حَتّٰی لَوْ اَنَّ بَهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ یَدَیْهِ مَرَّتْ''۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے بازو کو زمین سے اور پہلو سے اتنا دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ بازوؤں کے نیچے سے گذرنا چاہتا تو گذر سکتا۔

حدیث نمبر ۹:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے ''اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَفْتَرِشْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَیْهِ اِفْتِرَاشَ الْكَلْبِ''

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے (اور نہ زیادہ اونچی کرے بلکہ) ان کے درمیان رکھے۔

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت عبد اللہ بن مالك بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے بازوؤں کو اتنا کشادہ کرتے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی (نسائی ج ۱ ص ۱۶۶)

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت براء بن عازب کی حدیث میں ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سجدے کا طریقہ بتایا ''فَوَضَعَ یَدَیْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ وَرَفَعَ عَجِیْزَتَهٗ''۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور گھٹنوں پر ٹیک لگائی اور اپنی سرین کو اونچا کیا۔

حدیث نمبر١٢:

حضرت براء کی ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ“ (مسلم ج ١ ص ١٩٤)

ترجمہ: جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں نیچے رکھ اور کہنیاں اونچی کر۔

حدیث نمبر١٣:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَكَعَ فَرَّجَ اَصَابِعَهٗ وَاِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ“ (سنن کبری بیہقی ج ٢ ص ١١٢)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ رکوع میں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کرتے اور سجدہ میں ملاتے۔

حدیث نمبر١٤:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”وَهُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوْبَتَانِ“ (نسائی ج ١ ص ١٦٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو میں نے سجدہ میں اس طرح پایا کہ آپ کے دونوں قدم کھڑے ہیں۔

حدیث نمبر١٥:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَكَعَ بَسَطَ ظَهْرَهٗ وَاِذَا سَجَدَ وَجَّهَ اَصَابِعَهٗ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَتَفَلَّجَ“ (سنن کبری بیہقی ج ٢ ص ١١٣/ بخاری ج ١ ص ١١٢)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی کمر کو پھیلاتے اور جب سجدہ کرتے اپنی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے حتی کہ انگلیاں کھل جاتیں۔

حدیث نمبر١٦:

”عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَخِذَيْهِ“ (سنن کبری بیہقی ج ٢ ص ١١٥)

ترجمہ: حضرت ابو حمید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو ذرہ بھی پیٹ کو رانوں کے ساتھ نہ لگاتے۔

حدیث نمبر١٧:

”عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ“ (ابوداود ج ١ ص ١٢٢)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا۔

تشریح احادیث:

مذکورہ بالا احادیث میں رکوع وسجود کی حالت میں جو اعضاء کو جدا جدا اور دور، دور رکھنے کا حکم ہے، کیا یہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے ہے یا صرف مردوں کے لیے ہے؟ اس کے متعلق دو آراء ہیں۔

① ...... آئمہ اربعہ سمیت سب اہلسنت والجماعت علماء، فقہاء، اور محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم صرف اور صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے شریعت کا حکم اس کے برعکس ہے، یعنی عورت رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑے اور سمیٹے اور اپنے اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے۔ اعضاء کو ملا کر اپنے جسم اور اعضاء جسم کو چھپانے والی کیفیت اختیار کرے۔

۲......دوسری طرف عرب وعجم کے چند سلف دشمن افراد ہیں جو سلف بیزاری میں نامور اور شہرت یافتہ ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ ان احادیث میں مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں حکم ہے، اس لئے ان کا موقف یہ ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح رکوع وسجود میں اپنے جسم اور اعضاء کو کشادہ کرے، وہ مردوں کی طرح سرینوں کو اونچا کرے، بغلوں، بازوؤں اور کہنیوں کو اتنا کشادہ کرے اور اتنا اونچا رکھے کہ نیچے سے بکری کا بچہ گذر سکے۔

ہم ذیل میں اہلسنت والجماعت علماء کی رائے اور ان کی فہمیدہ مفہوم پر احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ وتابعین، اجماع امت، اور اصول شریعت سے تائیدی دلائل پیش کرتے ہیں جن سے انشاء اللہ العزیز روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اہل سنت والجماعت کی رائے اور انہوں نے ان دلائل کی روشنی میں مذکورہ بالا احادیث کا جو مفہوم سمجھا ہے وہی صحیح اور برحق ہے۔

تائیدی دلائل

دلیل نمبر ۱:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْاَۃُ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَ ھَا عَلٰی فَخِذِھَا الْاُخْرٰی فَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا فِیْ فَخِذَیْھَا کَاَسْتَرِ مَا یَکُوْنُ لَھَا وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَیَقُوْلُ یَا مَلَائِکَتِیْ اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا" (کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹ / التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۶۳۹ / سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ / جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۳ / جمع الجوامع ج ۱ ص ۲۱۰۸ / مجموعۃ الحدیث ج ۱ ص ۴۵۲ / اعلاء السنن ج ۳ ص ۳۱ / جامع الاحادیث القدسیہ ج ۱ ص ۷ / موسوعۃ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۶۱۷۸۷، ص ۶۳۴۵۳ / تاریخ اصفہان ج ۱ ص ۸۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملا دے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ عورت کی اس حالت کو دیکھ کر فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو بخش دیا ہے، (یہ حدیث قدسی ہے یعنی اس کی سند اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے) اس سے چار باتیں معلوم ہوئیں ۱ عورت پہلے بیٹھ جائے پھر سجدہ کرے ۲ رانوں کو ملائے ۳ پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے ۴ جو عورت سجدہ میں اپنے جسم کو سمیٹ کر اور چھپا کر سجدہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ فرشتوں کو گواہ بنا کر اس کی بخشش کا اعلان فرما دیتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَأْمُرُ الرِّجَالَ اَنْ یَّتَجَافَوْا فِیْ سُجُوْدِھِمْ وَیَأْمُرُ النِّسَاءَ یَنْخَفِضْنَ فِیْ سُجُوْدِھِنَّ" (سنن کبیر بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲ / التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۶۳ / موسوعہ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۶۳۴۵۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مردوں کو حکم دیتے کہ وہ سجود میں اپنے اعضاء کو کشادہ رکھیں اور عورتوں کو حکم دیتے کہ وہ سجود میں اپنے جسم کو پست اور سمیٹ رکھیں۔

دلیل نمبر ۳:

"عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰی اِمْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ

فِیْ ذَالِكَ لَیْسَتْ كَالرَّجُلِ" (مراسلیل ابی داود ص۸ طا ایچ ایم سعید/ سنن کبری بیہقی ج۲ص۲۲۳/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۴۱۷۵/ جمع الجوامع ج۱ص۲۴۶۱/ معرفة السنن والآثار ج۳ص۲۳۶/ کنز العمال ج۷ ص۴۶۲/اعلاء السنن ج۳ص۱۹، ۲۰/التلخیص الحبیر ج۱ص۵۹۱/الجواہر النقی ج۲ ص۲۲۳/ تحفة الاشراف للمزی ج۱۳ص۴۱۹/موسوعہ اطراف الحدیث ج۱ ص۳۶۹۹۸)

ترجمہ: یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصہ کو زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ عورت سجدہ کرنے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

دلیل نمبر۴:

"عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِیٍّ رضی الله عنه قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَیْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۰۲/ سنن کبری بیہقی ج۲ص۲۲۲/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۲۶۳۹/ جامع الاحادیث ج۲۹ص۲۹۲/ کنز العمال ج۸ص۱۶۵/ مصنف عبد الرزاق ج۳ص۱۳۸/النہایہ فی غریب الاثر ج۱ص۵۵، ج۱ص۱۰۰۳/غریب الحدیث لابن الجوزی ج۱ص۲۲۱/غریب الحدیث لابن سلام ج۴ص۲۳۸/ موسوعة اطراف الحدیث ج۱ص۶۳۴۵۱، ص۶۳۴۵۲، ص۱۷۰۹۰/موسوعة التخریج ج۱ص۲۱۷۶۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو وہ سمٹ کر سرینوں پر بیٹھے اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور دونوں رانوں کو ملائے۔

دلیل نمبر۵:

"وَفِیْ حَدِیْثِ السُّجُوْدِ اَلرَّجُلُ یُوَخِّیْ وَالْمَرْاَةُ تَحْتَفِزُ" (النہایہ فی غریب الاثر ج۱ص۵۵/لسان العرب ج۱ص۶۰)

ترجمہ: سجود کے بارے حدیث میں ہے کہ آدمی دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے اور عورت سمٹ کر سرینوں پر بیٹھے۔

دلیل نمبر۶:

"عَنْ عَلِیٍّ رضی الله عنه اِذَا صَلَّی الرَّجُلُ فَلْیُخَوِّ وَاِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ اَیْ تَتَضَامُّ وَتَجْتَمِعُ اِذَا جَلَسَتْ وَاِذَا سَجَدَتْ وَلَا تُخَوِّیْ كَمَا یُخَوِّی الرَّجُلُ" (لسان العرب ج۱ص۸۷۸/الفائق فی غریب الحدیث والاثر ج۱ص۴۰۲، مؤلفہ محمود بن عمر زمخشری وفات ۵۳۸ھ/غریب الحدیث لابن سلام ج۴ص۲۳۸، مؤلفہ قاسم بن سلام الھروی وفات ۲۲۴ھ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ جب مرد نماز پڑھے تو پیٹ کو زمین اور رانوں سے اونچا رکھے اور جب عورت نماز پڑھے تو سکڑ کر اور سمٹ کر نماز پڑھے، یعنی عورت جب بیٹھے اور بیٹھ کر سجدہ کرے تو سمٹے اور سکڑے اور مرد کی طرح پیٹ کو رانوں سے اونچا نہ کرے۔

دلیل نمبر۷:

"اِذَا سَجَدَ الرَّجُلُ فَلْیُخَوِّ وَاِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ" (النہایہ فی غریب الاثر ج۲ص۱۸۵)

ترجمہ: جب مرد سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے اونچا رکھے اور جب عورت سجدہ کرے تو وہ سرینوں پر بیٹھے (اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا دے)۔

دلیل نمبر ۸:

"عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَلْزِقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَلَا تَرْفَعُ عَجِيْزَتَهَا وَلَا تُجَافِيْ كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ"(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۷۰/ سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲/ موسوعۃ اطراف الحدیث ج۱ص ۶۳۴۵۵)

ترجمہ: منصور کہتے ہیں ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنی سرین کو نہ اٹھائے اور جیسے مرد اپنے اعضاء کو جدا رکھتا ہے عورت اسی طرح جدا نہ کرے۔

دلیل نمبر ۹:

"قَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تُؤْمَرُ اِذَا سَجَدَتْ اَنْ تُلْزِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَيْ لَا تَرْفَعَ عَجِيْزَتَهَا وَلَا تُجَافِيْ كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ" (سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ جب وہ سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے تاکہ اس کے سرین اونچے نہ ہو اور تاکہ مرد کی طرح اس کے اعضاء جدا جدا نہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱۰:

"مغیرہ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا وَلْتَضَعْ بَطْنَهَا عَلَيْهِمَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۳۰۲/ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۸/ موسوعۃ اطراف الحدیث ج۱ص ۶۳۴۵۴)

ترجمہ: مغیرہ کہتے ہیں حضرۃ ابراھیم نخعی نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے اوپر رکھدے۔

دلیل نمبر ۱۱:

"عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ بَطْنَهٗ عَلٰى فَخِذَيْهِ اِذَا سَجَدَ كَمَا تَضَعُ الْمَرْأَةُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۳۰۲)

ترجمہ: حضرت مجاہد تابعی اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو وہ عورت کی طرح پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھے۔

دلیل نمبر ۱۲:

"عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْمَرْأَةُ تَضْطَمُّ فِي السُّجُوْدِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۳۰۳)

ترجمہ: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عورت سجدہ میں سمٹی اور سکڑی رہے۔

دلیل نمبر ۱۳:

"عَنْ عَطَاءٍ قَالَ تَجْتَمِعُ الْمَرْأَةُ فَاِذَا سَجَدَتْ فَلْتَضُمَّ يَدَيْهَا اِلَيْهَا وَتَضُمُّ بَطْنَهَا وَصَدْرَهَا اِلٰى فَخِذَيْهَا وَتَجْتَمِعُ مَا اسْتَطَاعَتْ" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷/ موسوعہ اطراف الحدیث ج۱ص ۱۱۴۹۸۰)

ترجمہ: حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں عورت سمٹی رہے، پس جب سجدہ کرے تو اپنے بازوؤں کو اپنی طرف ملائے اور اپنے پیٹ اور سینہ کو رانوں کے ساتھ ملائے اور وہ جس حد تک سمٹ سکتی ہو سمٹے۔

دلیل نمبر ۱۴:

"عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ قَالَا اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَاِنَّهَا تَنْضَمُّ مَا اسْتَطَاعَتْ وَلَا تُجَافِيْ لِكَيْ لَا تَرْتَفِعَ عَجِيْزَتُهَا" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷

حسن بصری اور قتادہ دونوں تابعی فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو حتی المقدور سمٹنے کی کوشش کرے اور اعضاء کو کشادہ نہ کرے تا کہ اس کی سرین اونچی نہ ہو۔

ان احادیث مرفوعہ آثار صحابہ، اور آثار تابعین میں اس بات کی صراحت ہے کہ رکوع وسجود میں مرد وعورت کی کیفیت ایک دوسرے سے مختلف ہے مرد کے لیے اعضاء کو کشادہ کرنے اور زمین پر کلایاں نہ بچھانے کا حکم ہے جب کہ عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ نہ کرنے اور زمین پر کہنیاں اور کلایاں بچھانے کا حکم ہے۔

مذاہب اربعہ متفق ہیں کہ رکوع وسجود میں مرد وعورت کا طریقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے اور مذاہب اربعہ کا متفق علیہ مسئلہ اجماعی مسئلہ شمار ہوتا ہے۔

نیز اصول شریعت کہ ''نماز میں عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے'' اس کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ تجافی اور افتراش والے حکم میں عورتیں مردوں کے ساتھ شامل نہ ہوں کیونکہ عورتوں کا نماز میں اعضاء کو کشادہ کرنا اور کہنیوں اور کلائیوں کو اوپر اٹھانا ستر بدن کے خلاف ہے۔

لہذا احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ، آثار تابعین، اجماع امت اور اصول شریعت سے علماء اہلسنت کی اس رائے کی تائید اور تصدیق وتصویب ہوتی ہے کہ احادیث میں رکوع وسجود کے اندر اعضاء کو کشادہ کرنے اور کلائیوں کو زمین پر نہ بچھانے کا جو حکم ہے یہ مردوں کیساتھ مختص ہے اس حکم میں عورتیں مردوں کے ساتھ شامل نہیں، پس حنفیہ کا دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہے، البتہ دونوں کا محل اور محمل جدا جدا ہے تجافی اعضاء والی حدیثوں کا محل مرد ہے اور ضم اعضاء والی حدیثوں کا محمل اور محل عورت ہے۔

میرا بھی ایک سوال ہے:

غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ تجافی والے حکم میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں، لہذا عورتیں بھی مردوں کی طرح رکوع وسجود میں اعضاء کو کشادہ کریں، ہماری

گذارش یہ ہے کہ جیسے علماء اہل سنت نے فہم حدیث کے سلسلہ میں اپنی رائے پر صریح دلائل پیش کئے ہیں اسی طرح غیر مقلدین کو چاہیئے کہ انہوں نے اپنی رائے سے کلائیاں نہ بچھانے اور تجافی اعضاء والی حدیثوں کا جو مفہوم سمجھا ہوا ہے کہ یہ حکم مردوں اور عورتوں سب کے لیے برابر ہے اس پر وہ صحیح صریح مرفوع متصل کوئی ایک حدیث پیش کر دیں تو ہم ان کو اس مسئلہ میں سچا مان لیں گے۔

اس شوق فراواں کی یارب، آخر کوئی حد بھی ہے کہ نہیں
انکار کریں وہ یا وعدہ ، ہم راستہ دیکھا کرتے ہیں

اعتراض:

غیر مقلدین کے لاجواب ہوجانے کی صورت میں ان کا آخری حربہ اور آخری حملہ یہ ہوتا ہے کہ پورا زور لگا کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہم اس کو نہیں مانتے جن حدیثوں میں مرد وعورت کے رکوع وسجود میں فرق بتایا گیا ہے ان کو رد کرنے کے لیے بھی غیر مقلدین نے یہ حربہ آزمایا ہے اور حملہ کیا ہے مگر ناکام!۔

جواب نمبر ا:

غیر مقلدین کے نزدیک جب بغیر وحی کے نبی ﷺ کی رائے بھی حجت نہیں تو حدیثوں کے ضعف وصحت کے متعلق محدثین کی رائے کو ماننا ان کے اپنے اصول کے خلاف ہے

جواب: نمبر ۲:

محدثین مسلمہ فقہاء اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ جب کسی ضعیف السند حدیث پر عملی اجماع اور عملی تواتر ہو تو وہ حدیث اعلی درجہ کی قوی اور صحیح بن جاتی ہے حتی کہ متواتر شمار ہوتی ہے اور حلال وحرام کے احکام میں بھی حجت ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

"وَمَحَلُّ كَوْنِهٖ لَايُعْمَلُ بِالضَّعِيفِ فِي الْاَحْكَامِ مَالَمْ يَكُنْ تَلَقَّهُ

النَّاسُ بِالْقُبُوْلِ فَاِنْ كَانَ كَذٰلِكَ تَعَيَّنَ وَصَارَ حُجَّةً يُعْمَلُ بِهَا فِيْ الْاَحْكَامِ وَغَيْرِ هَا كَمَا قَالَهُ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ"

ترجمہ: حلال وحرام کے احکام میں ضعیف حدیث پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائیگا جب تک اس کو مجتہدین امت کے ہاں "تلقی بالقبول" (یعنی اجماع عملی، اور عملی تواتر) کا درجہ حاصل نہ ہو اور اگر اس ضعیف کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ حجت بن جاتی ہے اب اس پر احکام وغیرہ میں عمل کیا جائیگا جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے۔

پہلی تینوں مرفوع حدیثوں پر اجماع امت اور مجتہدین امت کا عملی تواتر ہے اس لیے یہ حجت ہیں جب ان سے حلال وحرام جیسا حکم بھی ثابت ہو سکتا ہے تو امر مستحب تو بطریق اولیٰ ثابت ہو سکتا ہے رہا ان حدیثوں پر اجماع امت اور عملی تواتر کا ثبوت تو اس کے لیے مذاہب اربعہ سے تحریر کردہ یکصد حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے۔

جواب نمبر۳:

یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب کسی ضعیف السند حدیث کی آثار صحابہ اور آثار تابعین سے تائید ہو جائے تو اس سے بھی حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے یہاں پر ہم نے ان احادیث مرفوعہ کی تائید میں چودہ آثار صحابہ وتابعین پیش کئے ہیں، جن کی تائید وتوافق سے یہ ضعف دور ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۴:

قاعدہ ہے کہ صحیح السند حدیث اصول شریعت کے خلاف ہو تو وہ اپنے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے ضعیف شمار ہوتی ہے اور ناقابل حجت وناقابل عمل قرار پاتی ہے اور اگر ضعیف السند حدیث ہو مگر اصول شریعت کے موافق ہو تو وہ اس موافقت کی وجہ سے صحیح، قابل حجت اور قابل عمل بن جاتی ہے، شریعت کا اصول یہ ہے کہ نماز میں عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے، یہ تینوں مرفوع حدیثیں اس کے موافق ہیں کہ ان حدیثوں میں عورت کو

جو رکوع وسجود کا طریقہ بتایا گیا ہے اس میں عورت کے لیے زیادہ ستر بدن ہے، اس لئے اس قاعدہ کی رو سے ان حدیثوں کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۵:

ایک قانون ہے جس کو نہ صرف یہ کہ غیر مقلدین تسلیم کرتے ہیں بلکہ حسب موقع اور حسب ضرورت خود استعمال بھی کرتے ہیں وہ قانون یہ ہے کہ اگر ایک مضمون کی متعدد ضعیف حدیثیں ہوں تو ایک دوسرے کے لیے مؤید ہونے کی وجہ سے وہ قابل عمل بن جاتی ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اِنَّ الْاَحَادِيْثَ الضَّعِيْفَةَ اِذَا انْضَمَّ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ اَحْدَثَتْ قُوَّةً" (فتح المبین ص ۳۳) جب کئی ضعیف حدیثیں ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں تو وہ قوی ہو جاتی ہیں۔

جواب نمبر۶:

عورت کا سمٹ کر رکوع وسجود کرنا امر مستحب ہے اور امر مستحب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قَالَ الْعُلَمَاءُ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَغَيْرِهِمْ يَجُوْزُ وَيُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ فِي الْفَضَائِلِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ بِالْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ مَالَمْ يَكُنْ مَوْضُوْعًا" (کتاب الاذکار للنووی ص ۷) محدثین فقہاء وغیرہ وعلماء نے فرمایا ہے کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں "وَالْاِسْتِحْبَابُ يَثْبُتُ بِالضَّعِيْفِ غَيْرِ الْمَوْضُوْعِ" (فتح القدیر ج ۱ ص ۹۵، فصل فی الصلاۃ علی المیت کا اخیر) مستحب ضعیف حدیث کیساتھ ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو، اور غیر مقلدین علماء بھی ضعیف حدیث کو قابل عمل مانتے ہیں، غیر مقلد مفتی عبد الستار فرماتے ہیں، ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے (فتاوی ستاریہ ج ۴ ص ۱۳۷/ نیز ملاحظہ کیجئے فتاوی علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۷۸، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۷۹، ۱۹۶، ۱۹۹)

جواب نمبر ۷:

جب ایک طرف رائے ہو اور دوسری طرف ضعیف حدیث ہو تو رائے کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، زیر بحث مسئلہ میں غیر مقلدین عوام وخواص کا یہ کہنا کہ زمین پر کلائیاں نہ بچھانے کا حکم نیز تجافی والی حدیثوں میں اعضاء کو کشادہ کرنے کا حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے، یہ غیر مقلدین کی اپنی رائے اور ان کا اپنا قول ہے نہ یہ قرآن ہے اور نہ حدیث ہے، لہذا اس رائے کے مقابلہ میں ان ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں فقط ضعیف حدیث ہو اور صحیح صریح مرفوع حدیث نہ ہو تو اس مسئلہ میں وہ ضعیف حدیث حجت اور قابل عمل ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول نقل کرتے ہیں "وَعَنْ اَحْمَدَ اَنَّهُ يُعْمَلُ اِذَالَمْ يُوْجَدْ غَيْرُهٗ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ مَا يُعَارِضُهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ رَاْيِ الرَّائِيْ وَ الْقِيَاسِ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ فِي الْبَابِ غَيْرُهٗ" (فتح المبین ص ۳۶)

① ......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مسئلہ میں ضعیف حدیث کے علاوہ دوسری حدیث موجود نہ ہو اور اس ضعیف حدیث کا معارض بھی نہ ہو تو اس پر عمل کیا جائیگا۔

② ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ضعیف حدیث کے علاوہ حدیث موجود نہ ہو تو رائے وقیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا ہمیں زیادہ پسند ہے۔

کیا غیر مقلدین کی رائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعیف حدیث سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟ کہ غیر مقلدین اپنی رائے پر تو عمل کرتے ہیں لیکن ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں اور اگر رائے وقیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کی حیثیت زیادہ مضبوط اور زیادہ قوی ہے تو پھر غیر مقلدین کو چاہیئے کہ وہ اپنی رائے کو چھوڑ کر ضعیف حدیث پر عمل کریں۔

سوال: کیا مرد وعورت کے رکوع وسجود میں فرق کرنے والی حدیثوں سے کسی معتبر عالم نے استدلال کیا ہے؟، اگر استدلال کیا ہے تو اس کا حوالہ پیش کریں اور اگر استدلال نہیں کیا تو آپ بھی نہ کریں۔

جواب: کسی ایک معتبر عالم کی بات نہیں بلکہ ان احادیث سے متعدد معتبر علماء کرام نے استدلال کیا ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔ (السنن الکبری ج ۲ ص ۲۲۲، مصنف الامام المحدث ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی وفات ۴۵۸ھ)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کے احکام نماز کے لیے ایک شرعی اصول اور شرعی ضابطہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں "وَجِمَاعُ مَايُفَارِقُ الْمَرْاَةُ فِيْهِ الرَّجُلَ مِنْ اَحْكَامِ الصَّلٰوةِ رَاجِعٌ اِلَى السَّتْرِ وَهُوَاَنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ بِكُلِّ مَاكَانَ اَسْتَرَلَهَا وَالْاَبْوَابُ الَّتِيْ تَلِيْ هٰذِهٖ تَكْشِفُ عَنْ مَّعْنَاهُ وَتَفْصِيْلِهٖ" نماز کے مختلف قسم کے احکام جن میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے ان کی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن کے اصول پر ہے یعنی شریعت میں عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ نماز میں اس طریقہ کو اختیار کرے جس میں اس کا بدن زیادہ سے زیادہ چھپا رہے، اور آنے والے ابواب سے شریعت کا یہ مقصد بخوبی واضح ہو جائیگا۔

ان تمہیدی جملوں میں عورت کے احکام نماز کے لیے ستر بدن والے شرعی ضابطہ کو بطور بنیاد تحریر کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب منعقد کیا ہے جس کا عنوان ہے "بَابُ مَايُسْتَحَبُّ لِلْمَرْاَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِيْ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ" (اس باب میں عورت کے لیے نماز ایک مستحب کا بیان ہے جو یہ ہے رکوع وسجود میں عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اعضاء کو کشادہ نہ کرے بلکہ اعضاء کو ملائے) پھر اس امر مستحب کے ثبوت کے لیے امام بیہقی نے دو اثر اور تین مرفوع حدیثیں درج کی ہیں ① اثر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ② اثر علی رضی اللہ عنہ ③ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ④ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان

دونوں حدیثوں کے بارے امام بیہقی نے لکھا ہے یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں ان جیسی حدیثوں کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاسکتی ⑤ حدیث یزید بن ابی حبیب، اس پانچویں حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی تابعی درمیان میں صحابی کا واسطہ چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ سے نقل کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود پہلی دونوں متصل حدیثوں (یعنی حدیث ابی سعید اور حدیث عبداللہ بن عمر) سے بہت بہتر ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ امام بیہقی تین مرفوع حدیثوں میں پہلی دو حدیثوں کو ضعیف اور تیسری کو منقطع یعنی مرسل کہہ رہے ہیں اس کے باوجود اپنے مدعی کے لیے بطور دلیل یا تائید نقل بھی کر رہے ہیں اس کی مختلف وجوہ ہیں۔

① ایک یہ کہ ان حدیثوں پر اجماع امت ہے۔

② دوسری یہ کہ یہ تینوں مرفوع حدیثیں الگ الگ تو حجت نہیں لیکن ایک دوسرے کے لیے مؤید ہونے کی وجہ سے قابل حجت ہیں۔

③ تیسری یہ کہ آثار صحابہ اور آثار تابعین کی تائید کی وجہ سے حجت ہیں شاید اسی لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مرفوع حدیثوں کے نقل کرنے سے پہلے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے اس کے بعد مرفوع حدیثوں کو تحریر کر کے اشارہ کیا ہے کہ یہ مرفوع حدیثیں اگر چہ ضعیف ہیں لیکن آثار صحابہ اور آثار تابعین کی وجہ سے اس ضعف کا تدارک ہوجاتا ہے۔

④ چوتھی یہ کہ یہ حدیثیں اصل شرعی یعنی ”عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی“ ہے کیساتھ موافقت کی بناء پر حجت ہیں غالباً امام بیہقی نے اسی لئے بطور تمہید پہلے یہی شرعی ضابطہ بتایا ہے اس کے بعد اپنا دعوی اور اس پر دلائل تحریر کئے ہیں تاکہ شرعی ضابطہ کے ساتھ توافق سے ان احادیث کے ضعف کا تدارک وازالہ ہوجائے۔

⑤ پانچویں یہ کہ یزید بن ابی حبیب کی حدیث مرسل تابعی ہے جو جمہور کے

نزدیک حجت ہے، اور جب اس کی دوسری حدیث سے تائید ہوجائے وہ حدیث اگر چہ ضعیف ہو، تو ایسی مرسل حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ مسح رأس کے مسئلہ میں ایک حدیث مرسل ہے دوسری موصول ہے مگر ضعیف ہے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حدیثیں نقل کر کے اور موصول حدیث کا ضعف بیان کر کے لکھتے ہیں ”فَقَدِ اعْتَضَدَ كُلٌّ مِنَ الْمُرْسَلِ وَالْمَوْصُوْلِ بِالْآخَرِ وَحَصَلَتِ الْقُوَّةُ مِنَ الصُّوْرَةِ الْمَجْمُوْعَةِ وَهٰذَا مِثَالٌ لِمَا ذَكَرَهُ الشَّافِعِيُّ مِنْ اَنَّ الْمُرْسَلَ يَعْتَضِدُ بِمُرْسَلٍ آخَرَ اَوْ مُسْنَدٍ“ (فتح الباری ج۱ ص۳۸۸/ارشاد الساری ج۱ ص۲۶۸) پس تحقیق جب مرسل اور موصول میں سے ہر ایک دوسری کے ساتھ مل گئی تو دونوں کے مجموعہ سے قوت حاصل ہوگئی اور یہ اس ضابطہ کی مثال ہے جس کو امام شافعی نے ذکر کیا ہے کہ مرسل حدیث دوسری مرسل یا مسند حدیث کے ساتھ مل کر مضبوط اور قوی ہوجاتی ہے۔

یہاں تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی دو مرفوع حدیثوں سے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے یزید بن ابی حبیب کی مرسل حدیث کی تائید ہوتی ہے، اس لئے وہ سب کے نزدیک حجت ہے، ہم آگے چل کر ان علماء کی باحوالہ فہرست پیش کریں گے جنہوں نے یزید بن ابی حبیب کی مرسل حدیث سے رکوع وسجود میں مرد وعورت کے فرق پر استدلال کیا ہے۔

⑥ چھٹی یہ کہ ضعیف حدیث کسی چیز کے وجوب اور حرمت پر دلیل نہیں بن سکتی، لیکن امر مستحب پر دلیل بن سکتی ہے، چنانچہ علامہ الشیخ حسن المدابغی لکھتے ہیں ”وَقَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ لَا فِي الْوُجُوْبِ وَالْحُرْمَةِ“ (حاشیہ فتح المبین ص۳۶) اور تحقیق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے نہ کہ وجوب اور حرمت میں اس سے معلوم ہوا کہ استحباب کے درجہ میں ضعیف حدیث قابل عمل اور قابل حجت ہوتی ہے لیکن وجوب وحرمت میں حجت نہیں ہوسکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے عنوان میں رکوع وسجود میں عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ نہ کرنے کے استحباب کا دعویٰ کیا ہے جس پر یہ ضعیف حدیثیں دلیل بن سکتی ہیں اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثوں کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں ان جیسی حدیثوں سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ضعیف حدیثوں سے وجوب وحرمت پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی یہ مطلب نہیں کہ مستحب پر بھی ان سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ استحباب پر تو وہ ان حدیثوں کو بطور دلیل پیش کررہے ہیں۔

(۷) ساتویں یہ کہ ان حدیثوں پر صراحتاً عورت کے لیے رکوع وسجود میں اعضاء کو کشادہ نہ کرنے کا حکم ہے جبکہ رکوع وسجود میں عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ کرنے کا صریح حکم کسی حدیث میں بھی نہیں ہاں البتہ اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کی رائے ہے کہ تجافی اعضاء اور کلائیاں نہ بچھانے والی حدیثوں میں مردوں اور عورتوں سب کے لیے حکم ہے اور امتیوں کی رائے سے ضعیف حدیث لاکھ درجے بہتر ہے، بہر کیف جو صورت بھی ہو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امر مستحب کے لیے ان حدیثوں کو قابل حجت اور قابل عمل مانتے ہیں اور اگر امام بیہقی کے نزدیک ان کی پیش کردہ پانچوں حدیثیں ناقابل حجت اور ناقابل تسلیم ہیں تو سوال یہ ہے کہ امام بیہقی نے عورت کے لیے رکوع وسجود میں ترک تجافی اور ضم اعضاء کے مستحب ہونے کا عنوان کیوں قائم کیا ہے؟ اور اگر یہ عنوان قائم کردیا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟۔

نوٹ:

مندرجہ ذیل علماء کرام نے مرد وعورت کے سجود میں فرق پر یزید بن ابی حبیب کی حدیث نمبر ۳ سے استدلال کیا ہے، اور جو حضرات سجدہ میں فرق مانتے ہیں وہ رکوع میں بھی مانتے ہیں۔

(۱)......المبسوط سرخسی ج ۱ ص ۵۹، مصنف محمد بن احمد المعروف شمس الدین سرخسی، وفات ۴۳۸ھ۔

(۲)......المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۱۰، مصنف ابوزکریا یحییٰ بن شرف المعروف امام نووی، وفات ۶۷۶ھ۔

(۳)......تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۶۷، مصنف المحدث الفقیہ عثمان بن علی الزیلعی، وفات ۷۴۳ھ۔

(۴)......شرح زرکشی ج ۱ ص ۱۹۱، مصنف شمس الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی وفات ۷۷۲ھ

(۵)......المبدع شرح المقنع ج ۱ ص ۴۲۱، مصنف برہان الدین، ابراہیم بن محمد بن عبداللہ، وفات ۸۸۴ھ

(۶)......البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۲۷۴، مصنف زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، وفات ۹۷۰ھ

(۷)......تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ج ۶ ص ۷۷، مصنف احمد بن حجر الہیتمی المکی، وفات ۹۷۴ھ۔

(۸)......کشاف القناع ج ۳ ص ۴۴، مصنف منصور بن یونس البہوتی وفات ۱۰۵۱ھ۔

(۹)......مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج ۱ ص ۱۳۲، مصنف حسن بن عمار بن علی الشُرُنبلالی وفات ۱۰۶۹ھ۔

(۱۰)......مطالب اولی النہی ج ۳ ص ۵۳، مصنف مصطفیٰ بن سعد السیوطی، وفات ۱۲۴۳ھ۔

(۱۱)......تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام ج ۱ ص ۱۲۳، مصنف محمد بن حمد البسام نجدی وفات ۱۴۲۶ھ۔

(۱۲)......السعایہ شرح، شرح الوقایہ ص ۲۰۵، مصنف ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی لکھنوی وفات ۱۳۰۷ھ

(۱۳)......مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۲۳، مصنف عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارکپوری وفات ۱۴۱۴ھ۔

⑭......شرح بلوغ المرام ج ۶۴ ص ۱۰، مصنف الشیخ عطیہ محمد سالم، وفات ۱۴۲۰ھ۔

⑮......شرح بلوغ المرام ج ۹ ص ۶۴، مصنف الشیخ عطیہ محمد سالم، وفات ۱۴۲۰ھ

⑯......فتح اللہ المعین علی شرح منلا مسکین، مصنف السید محمد ابو السعود المصری الحنفی۔

⑰......الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ج ۷ ص ۸۹، صادر عن وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ،

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۴ سے مندرجہ ذیل حضرات نے استدلال کیا ہے۔

① المبسوط سرخسی ج ۱ ص ۵۳، مولفہ محمد بن احمد السرخسی وفات ۴۸۳ھ۔

② الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۱ ص ۴۰۰، مولفہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد الشہیر بابن قدامہ وفات ۶۲۰ھ

③ المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۴۸۸ مولفہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد الشہیر بابن قدامہ وفات ۶۲۰ھ

④ شرح زرکشی ج ۱ ص ۱۹۱ مولفہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی وفات ۷۷۲ھ

⑤ المبدع شرح المقنع ج ۱ ص ۴۲۱ مولفہ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ وفات ۸۸۴ھ۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے ملاحظہ کیجئے (المجموع شرح المھذب ج ۳ ص ۴۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی استاذ الفقہ الاسلامی واصولہ جامعہ دمشق الکلیۃ الشرعیہ نے استدلال کیا ہے، ملاحظہ کیجئے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۱۶۲)

غیر مقلدین میں سے ان کے مایہ ناز محدث، مفسر، فقیہ ابو محمد عبد الحق الہاشمی السلفی متوفی ۱۳۹۲ھ اپنے رسالہ "نَصْبُ الْعَمُوْدِ فِیْ تَحْقِیْقِ مَسْأَلَةِ تَجَافِی الْمَرْأَةِ فِیْ

الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ" کے صفحہ نمبر ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ پر مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں، پہلے انہوں نے سنن کبری بیہقی کے حوالہ سے رکوع وسجود میں عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ نہ کرنے کا استحباب نقل کیا پھر اس پر بطور دلیل حدیث ابی سعید خدری، حدیث عبد اللہ بن عمر، حدیث یزید بن ابی حبیب، حدیث علی بحوالہ سنن کبری بیہقی، حدیث علی بحوالہ ابن قدامہ، حدیث علی بحوالہ النہایہ لابن اثیر، اثر ابراہیم نخعی بحوالہ سنن کبری بیہقی نقل کر کے لکھتے ہیں۔

"فَيُعْرَفُ بِهٖ اَنَّ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةَ كَانَتْ فَاشِيَةً فِیْ عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَكَانَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ قَائِلِيْنَ بِالتَّجَافِیْ لِلرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَاءِ وَاَمَّا اَقْوَالُ الْفُقَهَاءِ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنْبَلِيَّةِ وَشُرَّاحِ الْاَحَادِيْثِ فَكَثِيْرَةٌ اَذْكُرُ مِنْهَا بِقَدْرِ الْحَاجَةِ"

ترجمہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں مشہور تھا اور صحابہ وتابعین نماز میں مردوں کے لئے اعضاء کشادہ کرنے کے قائل تھے عورتوں کے لیے قائل نہ تھے، رہے حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ فقہاء اور شارحین حدیث کے اس پر اقوال تو وہ بہت ہیں ان میں سے چند ایک اقوال بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں۔

چنانچہ آگے غیر مقلد محدث نے مذاہب اربعہ کے فقہاء اور شراح حدیث کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں اسی طرح ایک اور غیر مقلد محدث ومفتی مولانا عبد الجبار غزنوی نے عورت کے رکوع وسجود میں انضمام وانخفاض پر یزید بن ابی حبیب کی حدیث سے استدلال کیا (فتاوی علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۸ / فتاوی غزنویہ ص ۲۷) اتنے فقہاء ومحدثین کا ان احادیث سے مرد وعورت کے رکوع وسجود کے فرق پر استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث مذاہب اربعہ کے فقہاء ومحدثین کے نزدیک قابل حجت اور قابل عمل ہیں، ضعف احادیث کے اتنے مضبوط جوابات کے باوجود بھی اگر غیر مقلدین حضرات کا اصرار ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں، لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے تو میرا بھی ایک سوال ہے۔

میرا بھی ایک سوال ہے:

اگر غیر مقلدین اور غیر مقلدات سنی (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) عورتوں سے ان حدیثوں پر عمل چھوڑا کر مردوں کی طرح اعضاء کو کشادہ کر کے نماز پڑھانا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں یہ صراحت ہو کہ مرد وعورت کے رکوع وسجود کا طریقہ ایک جیسا ہے تو...... الحمدللہ سب سنی مردوں اور عورتوں کے دل میں حدیث کے احترام اور حدیث کی عظمت ومحبت کے نقوش ثبت ہیں اس لئے ہم سب اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ غیر مقلد سے اُس کے دعوے پر حدیث کا مطالبہ کیا اور غیر مقلد گیا۔

جیسے ہم، صورت آشنا ہی نہیں
صدقے اِس منہ چھپا کے جانے کے



مردعورت کا سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے میں فرق

پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے قیام کی طرف مرد وعورت کے اٹھنے کا طریقہ از روئے شریعت ایک دوسرے سے مختلف ہے، مرد کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جیسے سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیوں کو قبلہ رخ کر کے سجدہ کرتا ہے وہ سجدہ سے اٹھ کر اسی طرح پاؤں کے سینہ پر زور دیتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے نہیں، جبکہ عورت سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے اور اپنے پاؤں سیدھے کر کے پھر کھڑی ہو، کیونکہ عورت کے سجدہ کرنے کا جو طریقہ ہے کہ وہ دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سجدہ کرتی ہے اس کے مطابق اس کے لیے سجدہ سے اٹھ کر سیدھا قیام کی طرف جانا، ناممکن ہے اس لیے وہ پہلے بیٹھ کر اپنے پاؤں سیدھے کرے گی پھر قیام کی طرف جائے گی اور مرد پاؤں کو کھڑا رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ کر کے سجدہ کرتا ہے پس اس کے لیے سجدہ سے اٹھ کر پاؤں کے سینہ پر زور دے کر سیدھا کھڑا ہونا کوئی مشکل نہیں۔ (البتہ معذور لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں)

زیر غور مسئلہ میں غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عورت سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے پھر قیام کی طرف جائے اور عورت کے بارے اہل سنت والجماعت علماء کا موقف بھی یہی ہے البتہ مرد کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ وہ بھی عورت کہ طرح سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے پھر قیام کی طرف جائے لیکن احناف کا موقف یہ ہے کہ مرد، مردوں والا طریقہ اختیار کرے یعنی سجدہ سے اٹھ کر سیدھا قیام کی طرف چلا جائے اور بیٹھے نہیں، آگے مردوں کے سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے کے مختلف فیہ موقف پر احادیث کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

مرد کا سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنا احادیث کی روشنی میں:

مردوں کے سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے کے متعلق دو قسم کی حدیثیں ہیں۔

(۱)......وہ حدیثیں جن میں سجدہ سے اٹھ کر بغیر بیٹھے سیدھا قیام کی طرف جانے کا ذکر ہے۔

(۲)......وہ حدیثیں جن میں سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کے بعد قیام کی طرف جانے کا ذکر ہے، ہم پہلے دونوں قسم کی حدیثیں ذکر کرتے ہیں پھر ان کی تشریح اور مسئلہ کا حل عرض کریں گے، جس سے زیر غور مسئلہ میں مرد و عورت کا فرق واضح ہو جائیگا۔

حدیث نمبر ۱:

"عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَارَةَ بْنَ عُمَيْرٍ يُصَلِّيْ مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ كُنْدَهْ قَالَ فَرَاَيْتُهُ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمَّا قَامَ مِنَ السَّجْدَةِ الْاَخِيْرَةِ قَامَ كَمَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهُ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْمُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ الْاَعْمَشُ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيَّ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَفْعَلُ ذَالِكَ، فَحَدَّثْتُ بِهٖ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْمُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيَّ فَقَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى يَقُوْمُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ عَطِيَّةَ الْعُوْفِيَّ فَقَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ وَاَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رضی الله عنهم يَقُوْمُوْنَ عَلٰى صُدُوْرِ اَقْدَامِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ" (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۱۵۷)

ترجمہ: سلیمان اعمش کہتے ہیں میں نے عمارۃ بن عمیر کو دیکھا کہ وہ کُنْدَہْ کی جانب نماز پڑھ رہے پس میں نے ان کو دیکھا انہوں نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا اور سجدہ کر کے سیدھے کھڑے ہو گئے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کے سامنے سجدہ سے سیدھا کھڑے ہونے کا ذکر کیا، تو عمارہ بن عمیر نے کہا مجھ سے عبد الرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، سلیمان اعمش کہتے ہیں میں نے عبد الرحمٰن بن یزید کی یہ حدیث ابراہیم نخعی کے سامنے بیان کی تو ابراہیم نخعی نے کہا! میرے سامنے عبد الرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، سلیمان اعمش کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خیثمہ بن عبد الرحمٰن کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سجدہ سے اپنے دونوں قدموں کے سینوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں، سلیمان اعمش کہتے ہیں، میں نے یہ حدیث محمد بن عبد اللہ الثقفی کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، سلیمان اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمَقْتُ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ فَرَاَيْتُهُ يَنْهَضُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَجْلِسُ اِذَا صَلّٰى فِيْ اَوَّلَ رَكْعَةٍ حِيْنَ يَقْضِي السُّجُوْدَ قَالَ الشَّيْخُ هُوَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ صَحِيْحٌ" (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۵)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب پہلی رکعت کے سجود پورے کر لیتے ہیں تو اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے ہیں اور بیٹھتے نہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی غلط فہمی:

(موطا مالک ص ۷۱ "بَابُ الْعَمَلِ فِي الْجُلُوْسِ" میں حدیث ہے)

"مَالِكٌ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهٗ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَرْجِعُ فِي السَّجْدَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ سُنَّةَ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا اَفْعَلُ هٰذَا مِنْ اَجْلِ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ"

ترجمہ: امام مالک، صدقہ بن یسار سے وہ مغیرہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں، مغیرہ بن حکیم نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ نماز کے اندر دو سجدوں میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل لوٹتے ہیں، جب عبداللہ بن عمر نماز سے فارغ ہوئے تو مغیرہ بن حکیم نے اسکا حضرت ابن عمر کے سامنے ذکر کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سنت نہیں اور میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ مجھے تکلیف ہے، اس حدیث میں اجمال ہے اور قاعدہ ہے "اَلْحَدِيْثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا" (بعض حدیثوں کی دوسری بعض حدیثوں کیساتھ تفسیر ہو جاتی ہے) اسی قاعدہ کے مطابق اس کی وضاحت سمجھئے، مرد کے لیے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تکلیف کی وجہ سے دو سجدوں کے درمیان اس سنت طریقہ کے مطابق نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لئے ان کے بیٹھنے کے دو طریقے تھے۔

① ...... دونوں پاؤں کو پنجوں کے بل سجدہ والی حالت پر کھڑا رکھ کر اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے (محدثین کی اصطلاح میں اس نشست کو اقعاء کہا جاتا ہے) اس کے بعد دوسرا سجدہ کرتے چنانچہ

موطا امام محمد میں اسی مذکورہ بالا سند کے ساتھ یہ وضاحت موجود ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَجْلِسُ عَلٰى عَقِبَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا فَعَلْتُهٗ مُنْذُ اشْتَكَيْتُ" (موطا امام محمد ص ۱۱۳ بَابُ الْجُلُوْسِ فِي الصَّلٰوةِ) ہمیں امام مالک نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں صدقہ بن یسار نے خبر دی مغیرہ بن حکیم سے وہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا وہ نماز کے اندر دو سجدوں کے درمیان اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے ہیں میں نے اس اقعاء کا عبداللہ بن عمر کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے دو سجدوں کے درمیان اقعاء اس وقت سے شروع کیا ہے جب سے مجھے تکلیف ہوئی ہے۔

② ...... بعض دفعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دو سجدوں کے درمیان دونوں پاؤں دائیں طرف موڑ کر بائیں سرین پر بیٹھتے حدیث میں اسی کو تربع کہا گیا ہے اس کی مزید تفصیل اگلے مسئلہ میں ہوگی، چنانچہ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۵ ص ۴۰۷ میں اور مصنف عبدالرزاق باب الاقعاء ج ۲ ص ۱۹۴ میں حدیث ہے "عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهٗ رَاٰى ابْنَ عُمَرَ تَرَبَّعَ فِي سَجْدَتَيْنِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَلٰكِنِّيْ اَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْ اَجْلِ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ" امام مالک صدقہ بن یسار سے وہ مغیرہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں، مغیرہ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز کے دو سجدوں کے درمیان اپنے قدموں کے سینوں پر بیٹھنے کے بعد تربع کرتے ہیں، مغیرہ نے اس کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ نماز میں سنت نہیں لیکن میں تکلیف کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں...... غالب یہ ہے کہ جب دو سجدوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھتے ہوں گے تو اقعاء پر اکتفا کرتے ہوں گے اور جب زیادہ دیر بیٹھتے ہوں گے تو اقعاء کے بعد تربع کی شکل میں بیٹھتے ہوں گے، ان تینوں حدیثوں کی سند ایک ہے اور تینوں کا مضمون بھی ایک ہے صرف اتنا فرق

ہے کہ موطا امام مالک کی حدیث میں اجمال ہے اور دوسری دونوں حدیثوں میں تفصیل ہے، ان تفصیلی دو حدیثوں سے موطا مالک کی مجمل حدیث کے مندرجہ ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں۔

①..... "فِي السَّجْدَتَيْنِ" سے مراد "بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ" ہے یعنی دو سجدوں کے درمیان اس کا معنی من السجدتین دو سجدوں سے نہیں ہے۔

②.....نماز کی جس رکعت کے بھی دو سجدے ہوں ان کی درمیان والی کیفیت کا بیان ہے، اس سے پہلی اور تیسری رکعت کے دو سجدے مراد نہیں ہیں، اور نہ ہی ان دو سجدوں کے بعد کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے۔

③.....موطا امام مالک کی روایت میں رجوع سے مراد پہلے سجدہ سے اٹھنے کے بعد اقعاء یا تربع کی طرف لوٹنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں قدموں کے سینہ کے بل سجدہ کرتے پھر پہلا سجدہ قدموں کے سینہ پر کرنے کے بعد اقعاء یا تربع کی طرف لوٹتے یا یہ مراد ہے کہ دوسرے سجدہ کی طرف لوٹتے، رجوع سے پہلی اور تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد قدموں کے سینوں کے بل سیدھا قیام کی طرف لوٹنا مراد نہیں ہے، اسی لئے مصنف عبد الرزاق میں اس حدیث کو "بَابُ الْإِقْعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ" میں درج کیا گیا ہے نیز ملاحظہ کیجئے "فَتْحُ الْمَالِكِ بِتَبْوِيْبِ التَّمْهِيْدِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ عَلٰى مُوَطَّا اِمَامِ مَالِكٍ (ج ۲ ص ۱۵۱) ابن عبد البر فرماتے ہیں "وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنَ الْفِقْهِ اَنَّ الرُّجُوْعَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُوْرِ الْقَدَمَيْنِ خَطَاٌ لَيْسَ بِسُنَّةٍ" اس حدیث سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان قدموں کے سینوں کے بل لوٹنا غلطی ہے اور خلاف سنت ہے۔

④.....حضرت ابن عمر نے دو سجدوں کے درمیان اقعاء اور تربع کے سنت ہونے کی نفی کی ہے۔ دو سجدوں کے بعد قدموں کے سینوں پر زور دیکر سیدھا قیام کی طرف اٹھنا نہ خلاف سنت ہے اور نہ ہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث موطا کے سمجھنے میں پانچ غلطیاں لگی ہیں، ایک یہ کہ انہوں نے سجدتین سے پہلی اور تیسری رکعت کے دو سجدے مراد لئے ہیں، دوسری یہ کہ انہوں نے فی کو من کے معنی میں کیا ہے یعنی دو سجدوں سے، تیسری یہ کہ انہوں نے رجوع سے قیام کی طرف لوٹنا مراد لیا ہے، چوتھی یہ کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس میں دو سجدوں سے قیام کی طرف اٹھنے کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے، پانچویں یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دو سجدوں سے قیام کی طرف قدموں کے سینوں پر زور دیکر بغیر بیٹھنے کے سیدھے قیام کی طرف اٹھتے اور انہوں نے اسی کو خلاف سنت کہا ہے، اپنی ان پانچ غلطیوں پر بنیاد رکھ کر انہوں نے سنن کبری بیہقی میں لکھا کہ "حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث کہ وہ دو سجدوں سے قیام کی طرف قدموں کے سینوں پر زور دے کر اٹھتے اور بیٹھتے نہیں تھے صحیح ہے لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے" حالانکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے سنت ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ انہوں نے دو سجدوں کے درمیان اقعاء اور تربع کے سنت ہونے کی نفی کی ہے اور پھر تعجب بالائے تعجب اور حیرانی در حیرانی یہ ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے اس حدیث کا جو غلط مفہوم سمجھا تھا اس کو روایت بالمعنی کے طور پر ایسے لفظوں کے ساتھ نقل کیا جو اس مفہوم کو ادا کریں، پھر ان لفظوں کو بطور حدیث نقل کر دیا۔

چنانچہ موطا مالک وغیرہ میں تھا "يَرْجِعُ فِي السَّجْدَتَيْنِ" (ابن عمر دو سجدوں کے درمیان لوٹتے) لیکن سنن بیہقی میں اس کو یوں بنا دیا "يَرْجِعُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ" (ابن عمر دو سجدوں سے لوٹتے) یہ ٹھیک ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے لیکن اس طرح نہیں کہ حدیث کا مفہوم ہی بدل جائے، اس لیے فقہاء کرام جو حدیث کے مفہوم و مطلب کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں ان کی بیان کردہ حدیثوں کو جلیل القدر محدثین بڑی اہمیت اور وقعت دیتے ہیں۔ چنانچہ حاکم معرفۃ علوم الحدیث کے ص ۱۱ پر اور علامہ خطیب بغدادی کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ کے ص ۴۳۶ پر اور امام حازی الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار کے ص ۱۱ پر لکھتے ہیں "وَحَدِيْثٌ يَتَدَاوَلُهُ الْفُقَهَاءُ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ

يَتَدَاوَلُهُ الشُّيُوخُ'' وہ حدیث جس کو فقہاء ایک دوسرے سے لیتے ہیں اُس حدیث سے بہتر ہے جس کو ثقہ محدثین ایک دوسرے سے لیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳:

''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْهَضُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَلَیْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ یَخْتَارُوْنَ اَنْ یَّنْهَضَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ'' (جامع الترمذی ج ۱ ص ۶۴، باب منہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے دونوں قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے (یعنی سجدوں سے اٹھ کر بیٹھتے نہیں بلکہ سیدھے قیام کی طرف چلے جاتے)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے یعنی اہل علم حضرات اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ نماز میں مرد اپنے دونوں قدموں کے سینوں پر زور دے کر سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر امام ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے خالد بن ایاس اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن امام ابن الہمام فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۸ میں فرماتے ہیں ''وَقَوْلُ التِّرْمِذِیْ عَلَیْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ یَقْتَضِیْ قُوَّةَ اَصْلِهٖ وَاِنْ ضَعُفَ خُصُوْصُ هٰذَا الطَّرِیْقِ'' امام ترمذی کا یہ قول کہ اہل علم کے نزدیک عمل اسی حدیث پر ہے اور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس حدیث کا مضمون قوی اور صحیح ہے اگرچہ یہ خاص سند کمزور ہے، لہٰذا صحت مضمون کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت اور قابل عمل ہے، خصوصاً جب کہ آثار صحابہ اور آثار تابعین سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، ان آثار کی وجہ سے وہ ضعف دور ہو جاتا ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''وَیُقَوِّیْهِ مَارُوِیَ عَنِ الصَّحَابَةِ فِیْ ذَالِكَ'' (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۵ باب من صلی بالناس وھو لا یرید الخ) اور اس حدیث کو قوی بنا دیتے ہیں وہ آثار جو اس کے بارے صحابہ کرام سے منقول ہیں۔

وہ آثار ملاحظہ کیجئے! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم استاذ حدیث ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ نے اپنی حدیث کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کے ج ۱ ص ۴۳۰ پر باب قائم کیا ہے ''مَنْ كَانَ يَنْهَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ'' (ان لوگوں کے مذہب کا بیان جو اپنے قدموں کے سینوں پر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے) پھر ج ۱ ص ۴۳۱ پر دوسرا باب قائم کیا ہے ''مَنْ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِیَةِ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی (فلا تجلس) (ان لوگوں کا بیان جو اس بات کے قائل ہیں کہ جب مرد پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اُٹھائے تو بیٹھے نہیں) ان دونوں ابواب سے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار ملاحظہ کیجئے۔

حدیث نمبر ۴:

'' عَنْ عُبَیْدِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ كَانَ عَلِیٌّ يَنْهَضُ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ''

ترجمہ: عبید بن ابی الجعد کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۵:

''عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَنْهَضُ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ''

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل اُٹھتے تھے۔

حدیث نمبر ۶:

''عَنْ خَیْثَمَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُهٗ يَنْهَضُ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ''

ترجمہ: خیثمہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل اُٹھتے ہیں۔

حدیث نمبر۷:

"عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ اِنَّ عُمَرَ وَ عَلِیًّا وَاَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانُوْا یَنْھَضُوْنَ فِی الصَّلَاۃِ عَلٰی صُدُوْرِ اَقْدَامِھِمْ"

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں سیدھے اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے۔

حدیث نمبر۸:

"عَنْ وَھْبِ بْنِ کَیْسَانَ قَالَ رَاَیْتُ اِبْنَ الزُّبَیْرِ اِذَا سَجَدَ السَّجْدَۃَ الثَّانِیَۃَ قَامَ کَمَا ھُوَ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ"

ترجمہ: وہب بن کیسان کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب انہوں نے دوسرا سجدہ کرلیا تو اسی سجدہ والی حالت پر اپنے قدموں کے سینوں کے بل کھڑے ہوگئے۔

حدیث نمبر۹:

"عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَنْھَضُ فِی الصَّلَاۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ"

ترجمہ: نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سیدھے اپنے قدموں کے سینوں کے بل اُٹھتے تھے۔

حدیث نمبر۱۰:

"عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ کَانَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَۃِ لَا یَقْعُدُ حِیْنَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقُوْمَ حَتّٰی یَقُوْمَ۔"

ترجمہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب (دوسرے سجدہ کے بعد) کھڑے ہوتے تو بیٹھتے نہیں تھے بلکہ سیدھے کھڑے ہوجاتے۔

حدیث نمبر۱۱:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَّالثَّالِثَۃِ قَامَ کَمَا ھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ"

ترجمہ: نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں میں نے اصحاب رسول میں سے متعدد حضرات کو دیکھا کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو پاؤں کی سجدہ والی حالت کیساتھ سیدھے کھڑے ہوجاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

حدیث نمبر۱۲:

"عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ کَانَ اَشْیَاخُنَا لَا یُمَایِلُوْنَ یَعْنِیْ اِذَا رَفَعَ اَحَدُھُمْ رَاْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَۃِ یَنْھَضُ کَمَاھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ"

ترجمہ: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بیٹھنے کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب ان میں سے جو بھی اپنا سر پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھاتا تو اسی سجدہ والی حالت پر سیدھا کھڑا ہوجاتا اور بیٹھتا نہیں تھا۔

حدیث نمبر۱۳:

"عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ کَانَ یَسْرَعُ فِی الْقِیَامِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مِنْ آخِرِ سَجْدَۃٍ"

ترجمہ: زہیر بن عدی کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھ کر جلدی کھڑے ہو جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴:

"عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِیْ لَیْلٰی یَنْهَضُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ"

ترجمہ محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلی نماز میں (سجدہ سے) سیدھے اپنے قدموں کے سینوں کے بل کھڑے ہو جاتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور استاذِ حدیث، محدث عبدالرزاق جن کی صحیح بخاری میں ۱۱۹ روایات ہیں ان میں سے صحیح بخاری جلد اول میں (۵۸) اور جلد ثانی میں (۶۱) روایات ہیں ان کی حدیث کی کتاب مصنف عبدالرزاق کے ج ۲ ص ۱۷۸، ج ۲ ص ۱۷۹ سے چند اور آثار صحابہ ملاحظہ کیجئے۔

حدیث نمبر ۱۵:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ یَقُوْلُ رَمَقْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فِی الصَّلٰوةِ فَرَاَیْتُهٗ یَنْهَضُ وَلَا یَجْلِسُ قَالَ یَنْهَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ"

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نماز میں دیکھا کہ وہ اٹھتے ہیں اور بیٹھتے ہیں (شاگرد نے اس کی وضاحت یوں کی) یعنی وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے قیام کی طرف اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۶:

"عَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ عُمَرَ كَانَا یَفْعَلَانِ ذَالِكَ"

ترجمہ: ابوعطیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے (یعنی سجدہ سے قیام کی طرف اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے۔

حدیث نمبر ۱۷:

رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا "ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا" (صحیح البخاری باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ج ۲ ص ۹۸)

ترجمہ: پھر سجدہ کر حتی کہ تو سجدہ میں قرار پکڑ لے، پھر سجدہ سے سر اٹھا حتی کہ تو برابر ہو کر بیٹھ جائے اور قرار پکڑ لے، پھر دوسرا سجدہ کر حتی کہ تو سجدہ میں قرار پکڑ لے، پھر سجدہ سے سر اٹھا حتی کہ برابر ہو کر کھڑا ہو جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑے ہو جانے کا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:

صحابی رسول حضرت ابوحمید الساعدی نے حضرت ابوہریرہ، حضرت اسید وغیرہ صحابہ کرام کے سامنے نماز رسول ﷺ پڑھ کر دکھائی تو وہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو گئے، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

"ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ یَعْنِیْ فَقَامَ وَلَمْ یَتَوَرَّكْ ثُمَّ عَادَ فَرَكَعَ الرَّكْعَةَ الْاُخْرٰی كَذٰلِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَیْنِ" (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۱۰۲/ سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۰۷، باب افتتاح الصلوۃ/ صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۸۱/ مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ ج ۲۷ ص ۱۲۲/ مشکل الآثار ج ۱۳ ص ۲۹۱/ شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۲۶۰، باب صفۃ الجلوس/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۵ ص ۴۱۵)

ترجمہ: پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہوگئے اور بیٹھے نہیں پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے۔

اس حدیث میں بھی صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھنے کے کھڑے ہوجاتے تھے، تیسری رکعت کے بعد بھی کھڑے ہونے کا یہی حکم ہے۔

حدیث نمبر١٩:

"عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ اللَّیْثِیُّ اَنَّهٗ رَاَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ فَاِذَا کَانَ فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ یَنْهَضْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ قَاعِدًا" (صحیح بخاری ج١ص١١٣)

ترجمہ: ابو قلابہ کہتے ہیں، مجھے حضرت مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پس جب آپ ﷺ نے اپنی نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) پڑھی تو، پہلے برابر ہو کر بیٹھ گئے پھر اٹھے۔

حدیث نمبر٢٠:

"عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثُ فَصَلّٰی بِنَا فِیْ مَسْجِدِ نَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّیْ لَاُصَلِّیْ بِکُمْ وَمَا اُرِیْدُ الصَّلٰوةَ لٰکِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ قَالَ اَیُّوْبُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ قِلَابَةَ وَکَیْفَ کَانَتْ صَلٰوتُهٗ؟، قَالَ مِثْلَ صَلٰوةِ شَیْخِنَا هٰذَا یَعْنِیْ عَمْرُو بْنَ سَلِمَةَ قَالَ اَیُّوْبُ وَکَانَ ذَالِكَ الشَّیْخُ یُتِمُّ التَّکْبِیْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِیَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ" (صحیح البخاری ج١ص١١٤)

ترجمہ: ایوب سختیانی کہتے ہیں ابو قلابہ نے بتایا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے اور ہمیں نماز پڑھائی اور فرمایا میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں لیکن مقصود نماز نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں وہ نماز دکھاؤں جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے دیکھا ہے، ایوب کہتے میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ وہ نماز کیسے تھی؟ ابو قلابہ نے کہا ہمارے اس شیخ (عمرو بن سلمہ) کی نماز کی مثل تھی ایوب کہتے ہیں کہ ہمارے یہ شیخ تکبیریں پوری کہتے ہیں اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے ہیں۔

تشریح احادیث:

مرد کے سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے کے متعلق دو قسم کی حدیثیں آپ کے سامنے آچکی ہیں ان میں سے پہلی اٹھارہ احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ مرد سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے قدموں کے بل سیدھا قیام کی طرف چلا جائے اور بیٹھے نہیں، جب کہ آخری دو حدیثوں کا تقاضا یہ ہے کہ مرد سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد پہلے بیٹھ جائے پھر اٹھ کر قیام کی طرف جائے مسئلہ ایک ہے یعنی سجدہ سے قیام کی طرف جانا اس کے متعلق دو قسم کی حدیثوں میں دو متضاد حکم ہیں ظاہر ہے کہ حکم کے اعتبار سے یہ مسئلہ پیچیدہ اور مشکل ہے، ایسے پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسئلہ کو اجتہادی مسئلہ کہا جاتا ہے جس کو ہر آدمی بلکہ ہر عالم بھی حل نہیں کر سکتا ایسے الجھے ہوئے اجتہادی مسئلہ کو بہت بڑا فقیہ و مجتہد ہی سلجھا سکتا ہے وہی اس کو حل کر سکتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ میں اجتہادی رائے یہ ہے کہ سجدہ سے سر اٹھا کر پہلے بیٹھنا جس کو جلسہ استراحت کہا جاتا ہے سنت ہے اور پہلی قسم کی حدیثیں جن میں جلسہ استراحت کا ترک ہے وہ بیان جواز پر محمول ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں طریقے سنت ہیں جس پر چاہو عمل کرلو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ اول قسم کی حدیثوں میں شرعی حکم اور سنت شرعیہ کا بیان ہے جبکہ دوسری قسم کی حدیثوں میں ضعف پیری کی حالت میں کیفیت نماز کا بیان ہے اور ایسی مجبوری کی حالت میں ہر آدمی وہی کیفیت اختیار کرتا ہے جو اس کے لیے آسان تر ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے بھی اس جلسہ استراحت والے طریقہ کو اس لیے اختیار کیا تھا کہ سجدہ سے قدموں کے سینہ کے بل کھڑا ہونے سے بیٹھ کر یعنی جلسہ استراحت کر کے کھڑا ہونا زیادہ آسان ہے، پس رسول اللہ ﷺ کا سجدہ اور قیام کے درمیان بیٹھنا شرعی حکم کے طور پر نہیں تھا بلکہ بڑھاپے اور ضعف پیری کی وجہ سے تھا اس پر چند قرائن ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

قرینہ اول:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کے تمام احوال زندگی اور زندگی بھر کی نماز اور کیفیاتِ نماز کو پیش نظر رکھ کر غور کیا تو ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی کبرسنی میں جب جسامت اور کمزوری بڑھ گئی تو اس کے بعد آپ کی بعض کیفیاتِ نماز میں تبدیلی آگئی تھی جس کا احادیث میں صراحۃً ذکر موجود ہے اور کیفیاتِ نماز کی یہ تبدیلی شرعی حکم کے بدلنے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ کبرسنی، جسامت اور ضعفِ پیری کی وجہ سے تھی مثلاً۔

(۱)...... رسول اللہ ﷺ پہلے تہجد کھڑے ہو کر پڑھتے اور قیام، رکوع، سجود وغیرہ اتنا طویل ہوتا کہ آپ کی پنڈلیاں اور قدم مبارک سوج جاتے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری ج۱ ص۱۵۲ پر باب قائم کیا ہے "بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ" (نبی کریم ﷺ کے نماز تہجد میں قدم سوج جانے کا بیان) بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ کے پاؤں اتنے سوج جاتے کہ پھٹنے کے قریب ہو جاتے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پنڈلیاں بھی سوج جاتیں اور جب آپ کے شیدائی اور

آپ کے پروانے عرض کرتے اے ہمارے محبوب اور اے محبوب رب العالمین اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے، آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں تو جواب ملتا "اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا" کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کا اجر کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ہے، لیکن اس کے باوجود کبر سنی کی حالت میں کیفیت نماز بھی سنئے!

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّيْ صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى اَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَاُ قَاعِدًا حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَاَ نَحْوًا مِّنْ ثَلٰثِيْنَ اٰيَةً اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً ثُمَّ رَكَعَ" (شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف ج۱ ص۲۳۵، باب الرجل یفتتح قاعدا الخ)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی نماز تہجد بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا حتی کہ جب آپ عمر رسیدہ ہوگئے تو آپ بیٹھ کر قراءۃ کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہوتا تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر تیس ۳۰ یا چالیس ۴۰ آیات کے قریب قرأۃ کر کے پھر رکوع کرتے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو چار سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۲)...... بڑھاپے، بیماری اور کمزوری کا یہ عالم ہے کہ تختِ عبادت کا انوکھا شہسوار، محبت الٰہی میں مستغرق، اللہ کے حضور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والا شب بیدار اور ایسا باہمت شب بیدار کہ پنڈلیاں، پاؤں متورم ہو کر پھٹنے کو آجائیں مگر بیٹھنے کا نام تک نہیں، آج وہ فرض نماز بھی بیٹھ کر پڑھا رہے ہیں صحیح بخاری ج۱ ص۹۴ میں ہے "فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ" رسول اللہ ﷺ

ابوبکر کے پہلو کے قریب (مصلیٰ پر) بیٹھ گئے پس ابوبکر نماز میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرتے (کہ وہ مکبر تھے)۔

③...... رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کی رکعات اور تین وتر ملا کر کبھی تیرہ رکعات پڑھتے اور کبھی گیارہ لیکن جب عمر رسیدہ ہو گئے تو پھر کبھی سات اور کبھی نو رکعات پڑھتے تھے، چنانچہ سنن ابوداود ج ا ص ۱۹۰ باب فی صلوۃ اللیل میں ہے "فَلَمَّا اَسَنَّ وَاَخَذَ اللَّحْمَ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ الخ" یعنی جب آپ ﷺ سن رسیدہ ہو گئے تو پھر آپ چار رکعت تہجد اور تین وتر پڑھتے اور کبھی وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تو نو رکعات ہو جاتیں۔

④...... "عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَا تُبَادِرُوْنِيْ بِرُكُوْعٍ وَلَا بِسُجُوْدٍ فَاِنَّهٗ مَهْمَا اَسْبِقُكُمْ بِهٖ اِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُوْنِيْ بِهٖ اِذَا رَفَعْتُ اِنِّيْ قَدْ بَدَّنْتُ" (سنن ابی داود ج ا ص ۹۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرنا کیونکہ جب میں رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھانے میں تم سے سبقت کروں گا تو تم مجھے پالو گے کیونکہ میرا بدن بھاری ہو گیا ہے۔

مطلب یہ کہ بھاری بدن والا بوڑھا کمزور آدمی رکوع کی طرف جانے اور رکوع سے سر اٹھانے میں دیر لگاتا ہے اب اگر تم میرے ساتھ رکوع میں سر جھکاؤ گے یا میرے ساتھ رکوع سے سر اٹھاؤ گے تو رکوع کی طرف جانے میں اور رکوع سے سر اٹھانے میں تم مجھ سے آگے بڑھ جاؤ گے جو جائز نہیں اس لیے تم رکوع کی طرف جانے اور رکوع سے اٹھنے میں جلدی نہ کیا کرو اور اگر رکوع میں میرے بعد جھکو گے تو میں رکوع میں بوجہ کمزوری و بڑھاپا آہستہ آہستہ جاؤں گا اور تم جلدی جاؤ گے تو مجھے رکوع میں پالو گے اور میرے رکوع سے سیدھا ہونے تک تم رکوع کی تسبیحات پوری کرلو گے اور چونکہ میں رکوع سے کھڑا ہوں گا تو وہ بھی آہستہ تو تم رکوع کی تسبیحات پوری کر کے کھڑے ہو گے تو تم مجھے قیام میں پالو گے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کے بدلنے کی وجہ سے صحابہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو رکوع و سجود میں دیر سے جاتے، چنانچہ سنن ترمذی ج ا ص ۶۳ میں براء بن عازب سے روایت ہے "كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَرَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَحْنِ رَجُلٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَسْجُدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَنَسْجُدَ" ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور آپ اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو جب تک آپ سجدہ میں نہ چلے جاتے ہم میں سے کوئی بھی اپنی کمر کو نہ جھکاتا، آپ کے سجدہ میں چلے جانے کے بعد پھر ہم سجدہ کے لیے جھکتے۔

ان چار مثالوں سے اتنا پتہ چل گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عمر رسیدہ ہونے اور جسامت و ضعف کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے آپ کی کیفیات نماز میں تغیر آگیا تھا، اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ جن حدیثوں میں آپ کے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد بیٹھ کر قیام کی طرف جانے کا ذکر ہے وہ شرعی حکم کے طور پر نہیں بلکہ، کبر سنی، جسامت اور کمزوری کی وجہ سے ہے، اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے جیسے آپ کو دیکھا ویسے ہی آگے نقل کر دیا۔

قرینہ دوم:

مذکورہ بالا اٹھارہ ۱۸، احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین سے بھی اسی چیز کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کا جلسہ استراحت شرعی عذر کی وجہ سے تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا

قرینہ سوم:

اہل علم حضرات میں سے بہت سے محققین نے سجدہ اور قیام کے درمیان اس بیٹھنے کی یہی حقیقت بتائی ہے کہ یہ بیٹھنا ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے تھا، ملاحظہ کیجئے۔

① فتح القدیر ج ا ص ۲۶۸، مولفہ المحدث الفقیہ الامام ابن الہمام محمد بن عبد الواحد "فَيُحْمَلُ مَا رَوَاهُ عَلٰى حَالَةِ الْكِبَرِ"

② التجرید ج ۲ص ۵۵۱، مولفہ المحدث الفقیہ الامام ابو الحسین احمد بن محمد القدوری "فَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ حَالٍ مَابَدَّنَ وَضَعُفَ"

③ تبیین الحقائق ج ۱ص ۳۰۸، مولفہ المحدث الفقیہ الامام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی "مَحْمُوْلٌ عَلٰى حَالَةِ الضُّعْفِ بِسَبَبِ الْكِبَرِ"

④ بدائع الصنائع ج ۱ص ۴۹۵، مولفہ المحدث الفقیہ الامام علاء الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی "مَحْمُوْلٌ عَلٰى حَالَةِ الضُّعْفِ"

⑤ البحر الرائق ج ۱ص ۳۴۰، مولفہ المحدث الفقیہ الامام الشیخ زین الدین المعروف ابن نجیم "فَمَحْمُوْلٌ عَلٰى حَالَةِ الْكِبَرِ اَوْيُحْمَلُ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْجَوَازِ"

⑥ شرح النقایہ ج ۱ص ۱۷۸، مولفہ المحدث الفقیہ الامام علی بن محمد سلطان المعروف ملا علی القاری "فَكَانَ عَلٰى كِبَرِهٖ اَوْفَعَلَهٗ اَحْيَانًا لِبَيَانِ الْجَوَازِ"

⑦ شرح صحیح البخاری ج ۲ص ۴۳۸، مولفہ المحدث الفقیہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال قرطبی "مَافَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِعِلَّةٍ كَانَتْ بِهٖ فَقَعَدَ مِنْ اَجْلِهَا لَا لِاَنَّ ذَالِكَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ" (رسول اللہ ﷺ نے جو کیا وہ اپنی تکلیف کی وجہ سے کیا) پس آپ ﷺ کا بیٹھنا اس تکلیف کی وجہ سے تھا، اس لئے نہیں تھا کہ وہ نماز کی سنت ہے۔

قرینہ چہارم:

حضرت مالک بن حویرث نے نماز پڑھ کر دکھائی تو انہوں نے جلسہ استراحت کیا پھر ان کو دیکھ کر عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا عمرو بن سلمہ کے جلسہ استراحت کے متعلق ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ فرمائیے "قَالَ اَيُّوْبُ فَرَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ يَصْنَعُ شَيْئًا لَا اَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ اِنَّهٗ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الْاُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ الَّتِيْ لَا يُقْعَدُ فِيْهَا اِسْتَوٰى قَاعِدًا ثُمَّ قَامَ" (شرح معانی الآثار ج ۲ص ۳۷۵ باب مایفعلہ المصلی بعد رفعہ من السجدۃ الاخیرۃ من الرکعۃ الاولی / السنن الکبری بیہقی، جامع

الاصول ج ۵ص ۳۶۳ / مسند احمد ج ۴۱ص ۴۶۴ / مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ ج ۴۹ ص ۴۹۵، ج ۵۰ص ۱۷ / مسند احمد ج ۳۴ص ۱۶۳) ایوب سختیانی کہتے ہیں میں نے عمرو بن سلمہ کو دیکھا کہ وہ ایک ایسا کام کرتے ہیں جو میں نے تمہیں کرتے نہیں دیکھا وہ کام یہ ہے کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پہلے برابر ہو کر بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ اس سجدہ کے بعد نہیں بیٹھا جاتا۔

اگر جلسہ استراحت نماز کی سنت ہوتی تو دوسرے تابعین بھی کرتے مگر وہاں صرف عمرو بن سلمہ کرتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کرتا اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جلسہ استراحت کرنا سنت کے طور پر نہ تھا بلکہ ضعف پیری کی وجہ سے تھا اسی طرح ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اٹھارہویں حدیث ہے اس کو بھی جلسہ استراحت کے غیر سنت ہونے کی دلیل بنایا ہے۔

قرینہ پنجم:

مشاہدہ اور تجربہ بھی یہی ہے کہ تندرست اور توانا آدمی سجدہ سے قیام کی طرف بغیر بیٹھے اور بغیر سہارے کے آسانی کیساتھ اٹھ جاتا ہے لیکن بیمار، بوڑھا اور کمزور و معذور آدمی سجدہ سے اٹھ کر پہلے زمین پر بیٹھ جاتا ہے، بیٹھنے کے بعد اپنی حالت کے مطابق جس طرح اسے آسانی ہو وہ آہستہ آہستہ قیام کی طرف جاتا ہے، یہ مشاہدہ، تجربہ اور عقل اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جانا اور بیٹھنے کے بعد پھر قیام کی طرف اٹھنا، ضعف پیری اور جسامت کی وجہ سے تھا، شرعی حکم اور سنت شرعیہ کے طور پر نہ تھا۔

قرینہ ششم:

قرآن کریم میں ہے "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ" (اور نماز قائم کیجئے میرے ذکر کے لیے) معلوم ہوا کہ نماز کی حقیقت اللہ جل شانہ کا ذکر ہے، اسی لئے نماز میں جتنے بھی

انتقالات اور حرکات مسنونہ ہیں ان میں سے ہر ایک کے لیے کوئی نہ کوئی خاص ذکر ہے جو نماز کی ایک حالت سے منتقل ہونے کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے اور دوسری حالت کی طرف پہنچنے تک جاری رہتا ہے تاکہ پوری حرکت مقرون بالذکر ہو جیسے۔

① نماز کے شروع میں افتتاح صلوۃ کے وقت رفع یدین کرنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

② قیام سے رکوع کی طرف جھکنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

③ رکوع سے قومہ کی طرف اٹھنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

④ قومہ سے سجدہ کے لیے جھکنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

⑤ پہلے سجدہ سے اٹھنا حرکت ہے، اس کا ذکر، اللہ اکبر

⑥ دوسرے سجدے کی طرف جانے کا ذکر، اللہ اکبر

⑦ دوسرے سجدے سے اٹھ کر قیام کی طرف جانے کا ذکر، اللہ اکبر

پوری نماز میں یہی کیفیت قائم رہتی ہے، پس اگر پہلی اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد پہلے جلسہ استراحت کر کے پھر قیام کی طرف جانا ہے تو اللہ اکبر قیام کی طرف جو حرکت ہے اس کا ذکر ہے اور جو جلسہ استراحت کی طرف حرکت ہے اس کا کوئی ذکر نہیں اگر جلسہ استراحت سنت ہوتا تو اس کے لیے کوئی خاص ذکر بھی ہوتا جب اس کے لیے کوئی خاص ذکر نہیں تو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ یہ سنت نہیں بلکہ یہ اہل عذر حضرات اپنے عذر کی وجہ سے کرتے تھے، پس حنفیہ کے نزدیک دونوں قسم کی حدیثیں معمول بہا ہیں لیکن ہر ایک کا دائرہ عمل جدا جدا ہے علی صدور قدمیہ والی حدیثوں کا دائرہ عمل سنت ہے اور جلسہ استراحت والی حدیثوں کا دائرہ عمل حالت عذر ہے۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ اکبر جلسہ استراحت کا ذکر ہے تو وہ اس پر کوئی صریح حدیث بھی پیش کرے اور جلسہ استراحت سے قیام کی طرف اٹھنے کا الگ ذکر بھی صریح حدیث سے ثابت کرے اور اگر اللہ اکبر دونوں کا ذکر ہے تو اس پر بھی صریح حدیث پیش کرے۔

میرے بھی تین سوال ہیں

سوال نمبر ۱:

پہلی قسم کی اٹھارہ حدیثوں میں جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے سجدہ سے قدموں کے سینہ کے بل سیدھا قیام کی طرف اٹھنے کا ذکر ہے اگر وہ غیر مقلدین کے نزدیک شرعی حکم اور سنت شرعیہ نہیں ہے، تو یہ غیر مقلدین کی یا بعض امتیوں کی ذاتی رائے ہے اور غیر مقلدین اس رائے پر پختہ ہیں تو صاف اقرار کر لیں کہ اگرچہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی اجتہادی رائے بغیر وحی کے ہمارے نزدیک حجت نہیں لیکن امتیوں کی رائے حجت ہے اور اگر ان کے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت نہیں تو ان اٹھارہ حدیثوں میں مذکور طریقہ کے غیر شرعی حکم ہونے پر کوئی ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر ۲:

کچھ حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد جَلْسَۃُ اِسْتِرَاحَتْ کر کے پھر قیام کی طرف اٹھنے کا ذکر ہے اور بعض صحابہ کرام اور بعض تابعین نے بھی ایسا کیا ہے، غیر مقلدین کے نزدیک یہ شرعی حکم اور سنت شرعیہ ہے، ہماری گذارش یہ ہے کہ اگر یہ غیر مقلدین کی یا بعض امتیوں کی رائے ہے اور غیر مقلدین اس پر پختگی سے عمل کر رہے ہیں تو واضح اقرار کریں کہ ہمارے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت ہے اور اگر ان کے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت نہیں تو جلسہ استراحت کے شرعی حکم اور سنت شرعیہ ہونے پر صرف اور صرف ایک صحیح صریح متصل حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر ۳:

اور اگر غیر مقلدین کے نزدیک دونوں طریقے حکم شرعی ہیں اور جس پر چاہیں عمل

کرلیں تو یہ بھی ایک اجتہادی رائے ہے، غیر مقلدین اپنی یا امتیوں کی اجتہادی رائے کے حجت ہونے کا اقرار کرلیں اور آئندہ حنفیوں کو اہل رائے جیسے طعنے دینا بند کردیں اور اگر ان کے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت نہیں تو ان دونوں طریقوں کے شرعی حکم ہونے پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں؟۔

مگر غیر مقلدین کی بے چارگی اور بے بسی پر کہنا پڑتا ہے

دور سے آئے تھے ساقی سُن کے میخانے کو ہم
پر ترستے ہی چلے افسوس پیمانے کو ہم



مرد وعورت کا کیفیت قعدہ میں فرق

مرد وعورت کے درمیان نماز کے قعدہ میں جو فرق ہے اس کے سمجھنے کے لیے پہلے احادیث میں اور فقہاء وشراح احادیث کی کتب میں کیفیت قعدہ کے بارے وارد ہونے والے اور استعمال ہونے والے چار الفاظ کے معانی کا ذہن نشین ہونا ضروری ہے، وہ چار الفاظ یہ ہیں ① افتراش ② تورک (۳) تربع ④ اقعاء۔

چار الفاظ کی وضاحت:

(افتراش) لغت میں افتراش کا معنی ہے بچھانا، قعدۂ نماز میں اس کی کیفیت یہ ہے کہ التحیات میں اور دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا کہ دایاں پاؤں کھڑا ہو اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور بایاں پاؤں دونوں سرینوں کے نیچے بچھا کر اس کے اوپر بیٹھنا نماز کے اندر بیٹھنے کی اس کیفیت کو افتراش کہا جاتا ہے۔

(تورک) لغت میں تورک کا معنی ہے زمین پر سرین کے بل بیٹھنا، اس کی تین صورتیں ہیں ① دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرکے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے دائیں جانب باہر نکال کر بائیں سرین کے بل بیٹھنا ② دونوں پاؤں کو دائیں جانب موڑ کر اس طرح باہر نکالنا کہ دائیں پاؤں کا انگوٹھا اور بائیں پاؤں کا ٹخنا زمین کیساتھ لگ جائیں اور بائیں پاؤں کی پشت زمین کی طرف کرکے بائیں سرین کے بل بیٹھنا تورک کی اس صورت کو فقہ حنبلی میں سدل کہا جاتا ہے اور حنبلیہ کے نزدیک تورک کی یہی صورت مختار ہے ③ دایاں پاؤں بچھا کر بائیں پاؤں کو دائیں ران

اور پنڈلی کے درمیان سے نکال کر بائیں سرین کے بل بیٹھنا، تورک کی یہ تینوں صورتیں ادلہ صحیحہ کے ساتھ ثابت ہیں۔(تنقیح الافہام العلیہ بشرح القواعد الفقھیہ ج ۱ ص ۶/الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج ۳ ص ۱۰۹)

(تربع) لغت میں تربع کا معنی ہے کسی جگہ موسم بہار کا وقت گذارنا اور چارزانوں ہوکر بیٹھنا، تربع کی تین صورتیں ہیں ① دائیں پاؤں کو بائیں ران کے نیچے اور بائیں پاؤں کو دائیں ران کے نیچے کر کے سرینوں کو زمین پر ٹیک کر بیٹھنا ② دائیں پاؤں کو بائیں گھٹنے کے نیچے اور بائیں پاؤں کو دائیں گھٹنے کے نیچے کر کے سرینوں کو زمین پر ٹیک کر بیٹھنا ③ دونوں پاؤں کو دائیں جانب اس طرح کر لینا کہ بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی اور ران کے نیچے کریں اور دائیں پاؤں کی باہر کی جانب سے دائیں سرین کے ساتھ لگا کر بائیں سرین پر بیٹھ جائیں، تربع کی یہ تیسری صورت تورک کی دوسری صورت کی طرح بن جاتی ہے۔ (الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج ۳ ص ۳۸۰/المنتقی شرح الموطا ج ۱ ص ۲۰۶/شرح الزرقانی علی الموطا ج ۱ ص ۲۶۵)

(اقعاء) لغت میں اقعاء کا معنی ہے کتے کا چوتڑ زمین پر ٹیک کر اور سر اٹھا کر بیٹھنا، احادیث میں اقعاء کی دو صورتیں ہیں ① سجدہ میں جیسے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے ہیں اور انگلیاں قبلہ رخ ہوتی ہیں پاؤں کی اسی کیفیت کو باقی رکھتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھا کر اپنی ایڑیوں پر بیٹھنا ② سرینوں کو زمین پر ٹیک کر اس طرح پاؤں کے بل بیٹھنا کہ پنڈلیاں اور رانیں کھڑی ہوں اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔

ضروری تنبیہ:

چونکہ مرد وعورت کی نماز میں فرق کرنے اور فرق نہ کرنے والے دونوں فریق متفق ہیں کہ عورت نماز کے اندر قعدہ میں تورک والی کیفیت کے ساتھ بیٹھے گی اس لئے اس کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں، البتہ مرد کی کیفیت قعدہ کے متعلق دونوں فریقوں کے

درمیان اختلاف ہے، فرق کنندہ حضرات کہتے ہیں کہ مرد، مردوں والے طریقہ کے مطابق قعدہ کرے یعنی افتراش اور فرق نہ کرنے والے گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ مرد بھی عورت کی طرح تورک والی کیفیت کے ساتھ بیٹھے، مرد کی کیفیت قعدہ جو مختلف فیہ ہے اس پر احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

کیفیت قعدہ احادیث کی روشنی میں:

رسول اللہ ﷺ کی نماز میں کیفیتِ قعدہ کیسے تھی؟، اس سلسلہ میں کتب حدیث کے اندر تین قسم کی احادیث مبارکہ پائی جاتی ہیں ہم ذیل میں پہلے کتب حدیث کے حوالہ سے وہ تین قسم کی احادیث درج کرتے ہیں بعدازاں ان کی تشریح عرض کریں گے۔

احادیث قعدہ کی قسم اول (تربع)

حدیث نمبر۱:

" عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا"، (المستدرک علی الصحیحین للحاکم باب التامین ج ۱ ص ۲۵۸، ج ۱ ص ۲۷۵/اور امام حاکم فرماتے ہیں صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التلخیص حافظ ذہبی باب التامین ج ۱ ص ۲۵۸، ج ۱ ص ۲۷۵، اور امام ذہبی فرماتے ہیں صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، السنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۷، السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۳۰۵/السنن الصغیر بیہقی ج ۲ ص ۲۷، ج ۲ ص ۲۸/سنن نسائی باب کیف صلوۃ القاعد ج ۱ ص ۲۴۵/السنن الکبری امام نسائی باب کیف صلوۃ القاعد ج ۱ ص ۴۲۹/التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۳۶۲، ۲۴۹۱، ۲۵۱۶/الاحکام الشرعیۃ الکبری ج ۲ ص ۳۲۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار زانوں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ سِمَاكِ بْنِ سَلْمَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَ ابْنَ عَبَّاسٍ وَهُمَا مُتَرَبِّعَانِ فِي الصَّلٰوةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۱۲۳)

ترجمہ: سماک بن سلمہ ضبی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ چارزانوں بیٹھ کرنماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ جَالِسًا مُتَرَبِّعًا" (شرح مسند ابی حنیفہ ملا علی القاری ج۱ص۱۹۱/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۱۳۸۰۲/المعجم الکبیر ج۴ص۱۳/جامع الاحادیث ج۳۴ص۴۰۴)

ترجمہ: حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے پاس آیا پس میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چارزانوں بیٹھ کرنماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا وَمُتَّكِئًا" (جامع الاحادیث ج۲۵ص۵۴/مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۱۲۴)

ترجمہ: حمید کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ کبھی چارزانو بیٹھ کر کبھی ٹیک لگا کرنماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عُقْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ اَنَسًا يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۱۲۳)

ترجمہ: عقبہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ چارزانوں بیٹھ کرنماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عُمَرَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ اَنَسًا يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا عَلٰى طَنْفِسَةٍ"

ترجمہ: عمر انصاری کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ چارزانو بیٹھ کر چادر کے اوپر نماز پڑھتے ہیں۔

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۱۲۴ میں مجاہد تابعی، عطاء تابعی، محمد بن سیرین تابعی، ابوجعفر اور حسن بصری کے چارزانو بیٹھ کرنماز پڑھنے کے آثار مذکور ہیں۔

احادیث قعدہ کی قسم دوم (تورک)

حدیث نمبر۱:

"قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهِ" (بخاری ج۱ص۱۱۴)

ترجمہ: حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور سرینوں کے بل بیٹھتے۔

حدیث نمبر۲:

"قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ وَاِذَا جَلَسَ فِي الْاٰخِرَةِ جَلَسَ عَلٰى اِلْيَتِهِ وَجَعَلَ بَطْنَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى عِنْدَ مَأْبَضِ فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى" (السنن الکبری بیہقی ج۲ص۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنی سرینوں پر بیٹھتے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی اور ران کے درمیان رکھتے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَتِ الرَّابِعَةُ اَفْضٰی بِوَرِکِہِ الْیُسْرٰی اِلَی الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَیْہِ مِنْ نَاحِیَةٍ وَاحِدَةٍ" (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابوحمید الساعدی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے چوتھی رکعت میں اپنی بائیں سرین کو زمین پر رکھا اور اپنے دونوں قدموں کو ایک جانب (یعنی دائیں جانب) باہر نکالا۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا قَعَدَ فِی الصَّلٰوةِ جَعَلَ قَدَمَہُ الْیُسْرٰی بَیْنَ فَخِذِہٖ وَسَاقِہٖ وَفَرَشَ قَدَمَہُ الْیُمْنٰی اِلَّا اَنَّ ذَالِکَ فِی الْقُعُوْدِ لِلتَّشَھُّدِ وَلَعَلَّ ذَالِکَ مِنْ شَکْوٰی" (سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۳۰۵)

ترجمہ: عامر اپنے باپ عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان کرتے اور دائیں پاؤں کو بچھا دیتے۔

رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی یہ کیفیت قعدہ تشہد میں تھی اور شاید یہ تکلیف کی وجہ سے تھا۔

احادیث قعدہ کی قسم سوم (افتراش)

حدیث نمبر۱:

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ

وسلم یَفْرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی" (مسلم ج ۱ ص ۱۹۵/ الاحکام الشرعیة الکبری ج ۲ ص ۲۲۶/ السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۱۱۳، ج ۲ ص ۱۲۰/ التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۶۱۵/ الجمع بین الصحیحین ج ۴ ص ۱۶۹/ جامع الاحادیث ج ۴۰ ص ۱۳۲/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۵ ص ۴۲۷/ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ علیہ وسلم اِذَا اَضْجَعَ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی وَیَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُمْنٰی" (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۶/ سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۳۸/ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۳/ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۵ ص ۴۰۴/ سنن ترمذی باب ماجاء کیف الجلوس ج ۱ ص ۹۵)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نے اپنے بائیں پاؤں کو لٹایا اور دائیں کو کھڑا رکھا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ فَلْیَنْصِبْ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی وَلْیَخْفِضْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی" (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۸۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد نماز میں بیٹھے تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو نیچے رکھے۔

حدیث نمبر ۴:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ يَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ اِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهٗ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِيْ" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن قاسم کو حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے عبداللہ نے خبر دی کہ وہ عبد اللہ بن عمر کو دیکھتے کہ وہ نماز میں چارزانو ہو کر بیٹھتے ہیں میں نے بھی ان کو دیکھ کر اسی طرح بیٹھنا شروع کر دیا کیونکہ میں اس وقت نوعمر تھا (اور اس بیٹھنے کی حقیقت نہ سمجھ سکا) حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھے اس طرح بیٹھنے سے منع کیا اور فرمایا نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں کو موڑ دیں (یعنی افتراش) میں نے کہا اباجی! آپ خود تو چارزانوں ہو کر بیٹھتے ہیں؟، فرمایا میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے......اس حدیث میں چند امور غور طلب ہیں۔

① ......حضرت عبداللہ بن عمر نماز میں جو چارزانوں ہو کر بیٹھتے تھے اس سے تربع کی تیسری صورت مراد ہے جو تورک کی طرح ہے، چنانچہ موطا مالک کے عظیم شارح ابوالولید الباجی لکھتے ہیں، تربع کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ دایاں پاؤں بائیں گھٹنے کے نیچے اور بایاں پاؤں دائیں گھٹنے کے نیچے رکھا جائے۔

"وَالضَّرْبُ الثَّانِيْ اَنْ يَّتَرَبَّعَ وَيَثْنِيْ رِجْلَيْهِ مِنْ جَانِبٍ فَتَكُوْنُ رِجْلُهُ الْيُسْرٰى تَحْتَ فَخِذِهٖ وَسَاقِهِ الْيُمْنٰى وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى فَتَكُوْنُ

عِنْدَ اَلْيَتِهِ الْيُمْنٰى وَيُشْبِهُ اَنَّ هٰذِهٖ قَعْدَةُ الرَّجُلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ صَلَاتِهٖ عَابَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ تَرَكَ هَيْئَةَ الْجُلُوْسِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ اِنَّكَ تَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِمَّنْ يُّقْتَدٰى بِهٖ فَلِذٰلِكَ الرَّجُلُ فَعَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّهٗ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا يَفْعَلُهٗ لِشَكْوٰى رِجْلَيْهِ لِاَنَّهٗ كَانَ فُدِعَ بِخَيْبَرَ فَلَمْ تَعُدْ رِجْلَاهُ عَلٰى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ وَكَانَ يَشْتَكِيْهِمَا" (المنتقی ج ۱ ص ۲۰۶/ شرح الزرقانی علی الموطا ج ۱ ص ۲۶۵/ اوجز المسالک الی موطا مالک ج ۲ ص ۱۱۸)

ترجمہ: تربع کی دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں ایک جانب (یعنی دائیں جانب) اس طرح موڑ دے کہ بایاں پاؤں دائیں ران اور پنڈلی کے نیچے ہو اور دایاں پاؤں دائیں سرین کے دائیں جانب ہو، نماز پڑھنے والے آدمی نے اسی طرح قعدہ کیا تھا (یعنی تورک کیا) جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو اس طرح قعدہ کرنے پر اعتراض کیا کیونکہ نماز میں بیٹھنے کی جو مسنون کیفیت ہے (افتراش) اس آدمی نے اس کو چھوڑ رکھا تھا آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ خود بھی تو اسی طرح بیٹھتے ہیں چونکہ عبداللہ بن عمر مقتدیٰ لوگوں میں سے ہیں اس لئے اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر کو جس طرح نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا اس نے بھی ویسے ہی بیٹھنا شروع کر دیا، جب حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس کو تورک کی کیفیت میں بیٹھے دیکھا تو اس کو بتایا کہ میں اگر نماز میں اس طرح بیٹھتا ہوں تو اس لیے نہیں کہ یہ نماز میں سنت ہے بلکہ میں اس وجہ سے تورک کی کیفیت میں بیٹھتا ہوں کہ میرے دونوں پاؤں میں تکلیف ہے، اور اس تکلیف کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں ان کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے تھے اس کے بعد وہ پہلے والی حالت پر نہ آسکے اور ان میں تکلیف بھی رہتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ۔

① حضرت عبداللہ بن عمر کا تربع بصورت تورک تھا۔

۴ حضرت عبداللہ بن عمر نے صاف بتایا کہ میرا اس طرح بیٹھنا تورک کے سنت ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بوجہ تکلیف ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے سنت طریقہ یہ بتایا ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو بچھائے، یہ بچھانا ایسے طور پر نہ ہو کہ تورک کی کیفیت بن جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے سنت ہونے کی نفی کر رہے ہیں پھر اُسی کو سنت کیسے بتا سکتے ہیں، اس لیے بائیں پاؤں کو اس طرح بچھانا مراد ہے کے بائیں پاؤں کو سرین کے نیچے بچھا کر اس پر بیٹھا جائے اور یہی افتراش ہے، لہذا اس حدیث کے مطابق تورک سنت نہیں، افتراش سنت ہے۔

اگر تورک کی یہ صورت ہو کہ دونوں پاؤں دائیں جانب نکلے ہوئے ہوں تو سارا بوجھ بائیں سرین پر اور بائیں ران پر پڑتا ہے دونوں پاؤں پر بوجھ نہیں پڑتا، اور اگر تورک کی وہ صورت ہو جس میں دایاں پاؤں کھڑا ہوتا ہے، تو اس میں دائیں پاؤں پر بوجھ آتا ہے بائیں پاؤں پر بوجھ نہیں آتا جبکہ افتراش میں دونوں پاؤں پر بوجھ آتا ہے کیونکہ دایاں پاؤں کھڑا رکھ کر بائیں پاؤں کو سرین کے نیچے بچھا کر اس پر بیٹھنا افتراش ہے اور اس صورت میں دونوں پاؤں پر بوجھ آتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھنے کی وجہ یہ بتائی ہے "ان رجلای لاتحملانی" (میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ وہ ہے جس میں دونوں پاؤں پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ افتراش ہے۔

حدیث نمبر ۵:

"عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ قَالَ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْیُمْنٰی عَلٰی قِبْلَتِهٖ" (سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۳۹)

ترجمہ: ابوحمید نے ابوسعید، سہیل بن سعید اور محمد بن مسلمہ وغیرہ کے سامنے نماز رسول پڑھ کر دکھائی تو ابوحمید نے کہا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہونے کے قریب ہوئے تو بائیں پاؤں کو بچھایا اور دائیں پاؤں کو قبلہ رخ سینہ کے بل کھڑا رکھا (یہی افتراش ہے)۔

حدیث نمبر ۶:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُضْجِعَ رِجْلَكَ الْیُسْرٰی وَتَنْصِبَ الْیُمْنٰی" (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۳، باب کیف الجلوس للتشہد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھادے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے (یعنی افتراش)۔

حدیث نمبر ۷:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْیُمْنٰی وَاسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَی الْیُسْرٰی" (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۳، باب الاستقبال باطراف اصابع القدم الخ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کر کے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۸:

"عَنْ اِبْرَاهِیْمَ (مرسلا) قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلَاةِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی حَتّٰی اِسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمَیْهِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی سے مرسل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھادیتے حتی کہ آپ کے دونوں قدموں کی پشت سیاہ ہوگئی تھی۔

حدیث نمبر ۹:

"عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَیْطٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ الْیُمْنٰی" (// //)

ترجمہ: یزید بن عبداللہ بن قُسَیطؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے۔

حدیث نمبر۱۰:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنه قَالَ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ يَّفْرِشَ الْيُسْرٰى وَاَنْ يَّنْصِبَ الْيُمْنٰى" (// //)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کی سنتوں میں سے ہے بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا۔

حدیث نمبر۱۱:

"عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى يَضَعُهَا بَيْنَ اِلْيَتَيْهِ وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَكْرَهُ اَنْ يَّقْعُدَ عَلَى الْيُمْنٰى اِلَّا مِنْ عُذْرٍ" (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۶۷)

ترجمہ: ابراہیم نخعی بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے یعنی بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھ کر بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھتے اور دائیں پاؤں پر بیٹھنے کو ناپسند کرتے مگر عذر کی وجہ سے۔

تشریح احادیث:

ان تین قسم کی احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کے تین طریقے تھے، تربع، تورک اور افتراش ان میں سے پہلا طریقہ تربع والا بالاتفاق سنت نہیں اس طرح بیٹھنا عذر کی وجہ سے تھا اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "لَاَنْ اَقْعُدَ عَلٰى جَمْرَةٍ اَوْ جَمْرَتَيْنِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقْعُدَ مُتَرَبِّعًا فِي الصَّلٰوةِ" (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۰۶/السنن الصغیر للبیہقی ج۲ص۲۹/المعجم الکبیر ج۹ص۲۷۸/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۱۸۰۸/جامع الاحادیث ج۳۷ص۲۰۶) البتہ

انگاروں پر بیٹھنا مجھے زیادہ پسند ہے نماز میں تربع کی حالت میں بیٹھنے سے، اگر تربع سنت ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں نہ فرماتے، پس معلوم ہوا کہ تربع سنت نہیں بلکہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تربع کیا ہے لیکن عذر کیوجہ سے کیا ہے شرعی حکم کے طور پر نہیں کیا اور نہ ہی اس کے سنت ہونے کا کوئی قائل ہے، البتہ تورک اور افتراش کے بارے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور اجتہادی رائے یہ ہے کہ افتراش سنت ہے اور تورک سنت نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عذر اور مجبوری کی وجہ سے کیا ہے جیسا کہ تربع اور بعض دیگر کیفیات بھی عذر اور مجبوری کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تورک کا جواز بتانے کے لیے کبھی کرلیا ہو لیکن یہ مستقل طور پر نہ شرعی حکم ہے اور نہ سنت شرعیہ ہے، شرعی حکم اور سنت شرعیہ افتراش ہے، اس پر چند قرائن ہیں وہ بھی ملاحظہ کیجیے۔

قرینہ نمبر۱ (حدیث ممانعت)

رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اندر تورک کی حالت میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے "عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم نَهٰى عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِي الصَّلٰوةِ" (السنن للبیہقی ج۲ص۱۲۰/التمہید لابن عبدالبر ج۱۶ص۲۷۴/مسند احمد ج۲۷ص۳، حدیث ۱۲۹۵۶/مسند احمد ج۱ص۱۱۲ حدیث ۱۳۴۳۷/اور مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط ج۳ص۲۳۳ حدیث ۱۳۴۶۲ میں ہے "رجال اسنادہ رجال الصحیح /مسند الصحابہ فی الکتب التسعہ ج۲۰ص۴۸۸/المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج۱ص۵۳/ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج۲ص۳۵۸ واسنادہ قوی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نَهٰى عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِي الصَّلٰوةِ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ" (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج۲ص۴۶۵ حرف نون/السراج المنیر ج۴ص۳۶۰ باب المناہی)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

ناظرین کرام! خیال فرمایئے جس کام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیں وہ مرد کے لیے کیسے سنت ہوسکتا ہے؟، لیکن دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں تورک کرنے کا ذکر احادیث میں موجود ہے ان سب احادیث کو پیش نظر رکھ کر سراج الامت، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نماز میں افتراش سنت ہے اور تورک عذر اور مجبوری کی وجہ سے کیا ہے، یا ممکن ہے اس کا جواز بتانے کے لیے کبھی کبھار تورک کیا ہو۔

قرینہ نمبر۲ (ممانعت ابن عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے بیٹے عبد اللہ تربع بصورت تورک کرتے ہیں تو ان کو دیکھتے ہی منع کر دیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو طبعی امور تک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کوشش کرتے تھے ان کا اپنے بیٹے کو تورک سے روکنا اس بات کا قرینہ ہے کہ مرد کے لیے تورک سنت نہیں ہے۔

قرینہ نمبر۳ (عذر)

جب بیٹے نے کہا کہ اباجی آپ بھی تو نماز میں ایسا ہی کرتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب میں اپنی تکلیف کو عذر کے طور پر ذکر کیا کہ میں پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے تورک کرتا ہوں، یہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ مرد کے لیے تورک سنت نہیں۔

قرینہ نمبر۴ (سنۃ الصلوۃ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے افتراش کے لیے "سنۃ الصلوۃ" (نماز کی سنت) کا لفظ استعمال فرمایا ہے ملاحظہ کیجئے قسم سوم کی حدیث نمبر۴، ۷، ۱۰، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں افتراش سنت ہے اور چونکہ تورک سے منع کیا ہے اس سے پتہ چلا کہ مرد کے لیے تورک سنت نہیں ہے۔

قرینہ نمبر۵ (لفظ انما)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے افتراش کو سنت بتاتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں "اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ" (حدیث نمبر۴ از قسم سوم، ملاحظہ کیجئے) اور لفظ انما عربی محاورات میں اس مفہوم کو ادا کرتا ہے کہ اس کے بعد مذکور چیز کا اثبات اور اس کے ماسوا باقی سب کی نفی اردو محاورات میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے صرف اور صرف یا اس کے ماسوا کچھ نہیں کہ الفاظ بولے جاتے ہیں جیسے قرآن کریم میں ہے "اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" صرف اور صرف تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اثبات ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا باقی سب معبودوں کی نفی ہوگئی، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے "اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ" کا لفظ ذکر کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اور صرف افتراش ہی سنت ہے اس کے ماسوا نماز میں بیٹھنے کی جو کیفیت بھی ہے وہ سنت نہیں ہاں عذر وغیرہ کی وجہ سے بیٹھنے کی کوئی اور کیفیت اختیار کی جائے تو اس کو اسی عذر اور مجبوری کے دائرہ میں رکھا جائے گا اس کو مستقل سنت شرعیہ کا درجہ نہ دیا جائے گا، پس معلوم ہوا کہ نماز کے اندر قعدہ میں مرد کے لیے افتراش سنت ہے اور عورت کے لیے تورک سنت ہے اس کے علاوہ دونوں کے لیے احادیث وآثار میں جو بھی نماز میں بیٹھنے کی کیفیت مذکور ہے وہ مجبوری اور عذر کی حالت پر محمول ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق مذکورہ بالا تینوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہوگیا افتراش والی حدیثوں پر مردوں کے لیے بطور سنت عمل ہوا اور تربع وتورک والی حدیثوں پر بحالت عذر میں عمل ہوگیا۔

اعتراض نمبر۱:

اگر حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں تورک مجبوری کی وجہ سے تھا تو عورتوں کے لیے تورک کا سنت ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟۔

جواب:

عورتوں کے لیے تورک کے سنت ہونے پر الگ دلائل موجود ہیں، دلائل کے سمجھنے کے لیے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عورت کے لیے تورک کی مذکورہ بالا تین صورتوں میں سے ہر صورت درست ہے نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ احادیث میں تورک کے لیے تعبیرات مختلف ہیں بعض احادیث میں تورک کے لیے تربع کا لفظ بولا گیا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کے شروع میں بتا دیا تھا کہ تربع کی دو صورتیں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کی ہیں اور تربع کی ایک صورت تورک والی ہے، ابھی جو دلائل بیان ہونگے ان میں کہیں تربع کا معنی آلتی پالتی والا ہوگا اور کہیں تورک والا ہوگا، اس ملحوظ کے بعد اب عورت کے لیے تورک کے سنت ہونے پر احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین ملاحظہ کیجیے۔

حدیث نمبر۱:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ كَيْفَ كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ يُؤْمَرْنَ اَنْ يَّحْتَفِزْنَ (يَعْنِيْ يَسْتَوِيْنَ جَالِسَاتٍ عَلٰى اَوْرَاكِهِنَّ)" (جامع المسانید ج۱ص۴۰۰/مسند امام اعظم ص۷۳/شرح مسند ابی حنیفہ لملا علی القاری ج۱ ص۱۹۱/اعلاء السنن ج۳ص۲۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں؟، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ پہلے قعدہ میں آلتی پالتی مار کر بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکماً کہا گیا کہ اپنی سرینوں پر بیٹھا کریں (یعنی تورک کریں) لسان العرب ج۱ص۸۷۸ میں احتفز کا معنی لکھا ہے "اِسْتَوٰى جَالِسًا عَلٰى وَرِكَيْهِ" وہ اپنی سرینوں پر برابر ہو کر بیٹھا۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْاَةُ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰى فَخِذِهَا الْاُخْرٰى" (کنز العمال ج۷ص۵۴۹/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۲۶۳۹/سنن کبری بیہقی ج۲ص۲۲۳/جامع الاحادیث ج۳ص۴۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے (اس سے تورک کی کیفیت بن جاتی ہے)۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... كَانَ يَاْمُرُ الرِّجَالَ اَنْ يَّفْرِشُوْا الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُوْا الْيُمْنٰى فِي التَّشَهُّدِ وَيَاْمُرُ النِّسَاءَ اَنْ يَّتَرَبَّعْنَ" (التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۲۶۳۹/موسوعۃ اطراف الحدیث ج۱ص۶۳۴۵۳/سنن الکبری بیہقی ج۲ص۲۲۲)

جواب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مردوں کو حکم کرتے تھے کہ وہ تشہد میں بائیں پاؤں کو بچھا دیں اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور عورتوں کو حکم کرتے تھے کہ وہ تربع (بصورت تورک) کریں۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْمَرْاَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے عورت کی نماز کے

متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ سمٹ کر نماز پڑھے اور وہ نماز میں اپنی سرینوں پر بیٹھے (یعنی تورک کرے)

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ فَلْيُخَوِّ وَاِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ" (النھایہ ج۱ص۴۰۷/الفائق فی غریب الحدیث ج۱ص۴۰۲/لسان العرب ج۱ص۸۷۸/غریب الحدیث للقاسم بن سلام ھروی وفات ۲۲۴ھ/ ج۴ص۲۳۸/مجمع بحار الانوار ج۱ص۵۳۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مرد نماز پڑھے تو اونچا رہے، اور جب عورت نماز پڑھے تو وہ اپنی سرینوں پر بیٹھے۔

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عَلِيٍّ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ اِذَا جَلَسَتْ وَاِذَا سَجَدَتْ وَلَا تُخَوِّيْ كَمَا يُخَوِّي الرَّجُلُ اَيْ تَتَضَامُّ وَتَجْتَمِعُ" (النھایہ فی غریب الحدیث ج۱ص۴۰۷)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورت نماز پڑھے یعنی سجدہ کرے نیز جب نماز میں قعدہ کرے تو سرینوں پر بیٹھے، اور جسم کو مرد کی طرح کشادہ اور اونچا نہ کرے یعنی جسم کو نماز میں سمیٹے اور سکیڑے۔

حدیث نمبر۷:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَجْلِسُ فِي الصَّلٰوةِ عَنْ عِرْقَيْهَا وَتَضُمُّ فَخِذَيْهَا وَرُبَّمَا جَلَسَتْ مُتَرَبِّعَةً" (فتح الباری لابن رجب ج۵ص۱۵۳/الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ج۷ص۹۰)

ترجمہ: عبداللہ بن القاسم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں اپنی رانوں کی رگوں سے پاؤں پھیر کر بیٹھتی تھیں (یعنی تورک کرتی تھیں) اور کبھی کبھی آلتی پالتی مار کر بیٹھتی تھیں۔

حدیث نمبر۸:

"عَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ اِمْرَأَةَ عُمَرَ رضی الله عنه كَانَتْ تُصَلِّيْ وَهِيَ مُتَرَبِّعَةٌ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۷۰/فتح الباری لابن رجب ج۱ص۱۵۳)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صفیہ بنت ابو عبید نماز پڑھتی تو وہ تربع کی حالت میں بیٹھتی تھی (یعنی تربع بصورت تورک)۔

حدیث نمبر۹:

"مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَجْلِسُ الْمَرْأَةُ مِنْ جَانِبٍ فِي الصَّلٰوةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۰۴)

ترجمہ: منصور کہتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورت نماز میں ایک جانب (پاؤں نکال کر) بیٹھے۔

حدیث نمبر۱۰:

"عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنَّ نِسَاءُ ابْنِ عُمَرَ يَتَرَبَّعْنَ فِي الصَّلٰوةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۷۰/موسوعۃ اطراف الحدیث ج۱ص۲۱۲۵۱۶)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے گھر کی عورتیں نماز میں تربع کرتی تھیں (یعنی تربع بصورت تورک کرتی تھیں)

حدیث نمبر۱۱:

"مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تُوْمَرُ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلٰوةِ فِيْ مَثْنٰى اَنْ تَضُمَّ

فَخِذَيْهَا مِنْ جَانِبٍ" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۹/ موسوعۃ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۱۱۴۰۷۳)

ترجمہ: منصور کہتے ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز کے اندر دو رکعتوں میں اپنے بائیں پاؤں کو اپنی (دائیں) جانب نکال کر اس طرح بیٹھے کہ اس کی دونوں رانیں ملجائیں۔

حدیث نمبر۱۲:

"عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ اَبِىْ عُبَيْدٍ اِذَا جَلَسَتْ فِىْ مَثْنٰى اَوْ اَرْبَعٍ تَرَبَّعَتْ" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۹)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ صفیہ بنت ابی عبید جب نماز کے اندر دو یا چار رکعتوں کے بعد بیٹھتی تو تربع (بصورت تورک) کی حالت میں بیٹھتی۔

حدیث نمبر۱۳:

"عَنْ قَتَادَةَ قَالَ جُلُوْسُ الْمَرْاَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ مُتَوَرِّكَةً عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ وَجُلُوْسُهَا لِلتَّشَهُّدِ مُتَرَبِّعَةً" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۹)

ترجمہ: قتادہ تابعی کہتے ہیں کہ عورت دو سجدوں کے درمیان بائیں سرین پر تورک کی حالت میں بیٹھے اور التحیات میں آلتی پالتی مار کر بیٹھے (یہ حکم معذور عورت کے لیے ہے کیونکہ التحیات والا قعدہ لمبا ہوتا ہے اس لئے تربع میں شاید اس کے لیے آسانی ہوتی ہوگی)۔

حدیث نمبر۱۴:

"عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَجْلِسُ الْمَرْاَةُ فِىْ مَثْنٰى عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ؟، قُلْتُ هُوَ اَحَبُّ اِلَيْكَ مِنَ الْاَيْمَنِ؟، قَالَ نَعَمْ قَالَ تَجْتَمِعُ جَالِسَةً مَا اسْتَطَاعَتْ قُلْتُ تَجْلِسُ جُلُوْسَ الرَّجُلِ فِىْ مَثْنٰى اَوْ

تُخْرِجُ رِجْلَهَا الْيُسْرٰى مِنْ تَحْتِ اِلْيَتِهَا قَالَ لَا يَضُرُّهَا اَىُّ ذٰلِكَ جَلَسَتْ اِذَا اجْتَمَعَتْ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۴)

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے (مکہ کے مفتی) عطاء بن ابی رباح سے پوچھا۔

ابن جریج...... کیا عورت دو رکعت میں اپنی بائیں سرین پر بیٹھے گی؟۔

عطاء بن ابی رباح...... (قال نعم) جی ہاں وہ دو رکعت میں اپنی بائیں سرین پر بیٹھے گی۔

ابن جریج...... میں نے عطاء سے پوچھا کیا بائیں سرین پر بیٹھنا آپ کے نزدیک دائیں سے زیادہ بہتر ہے؟۔

عطاء بن ابی رباح...... (قال نعم) جی ہاں بائیں سرین پر بیٹھنا زیادہ بہتر ہے نیز فرمایا کہ عورت جس قدر قوت رکھتی ہے نماز میں سمٹے۔

ابن جریج...... میں نے پوچھا کیا عورت دو رکعت میں مرد کی طرح بیٹھ سکتی ہے (یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھے) یا بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے سے (دائیں جانب کی طرف) نکال کر تورک کی حالت میں بیٹھے؟۔

عطاء بن ابی رباح...... عطاء نے جواب دیا ان میں سے جس حالت میں بھی عورت بیٹھے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ جسم سمٹا رہے۔

حضرت عطاء نے جواب میں شرعی اصول کی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ عورت کا جسم نماز میں زیادہ سے زیادہ چھپا اور سمٹا رہے اور چونکہ چھپنے اور سمٹنے کی کیفیت افتراش سے تورک میں زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے عورت کے لیے تورک زیادہ بہتر ہے اور حضرت عطاء نے شرعی قاعدہ کا حوالہ دے کر اسی طرف متوجہ کیا ہے۔

نیز سائل کا یہ سوال کہ عورت، مرد کی طرح افتراش کی حالت میں بیٹھ سکتی ہے یا بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر تورک کی حالت میں بیٹھنا ضروری ہے؟، حضرت عطاء نے جواب

دیا کہ افتراش اور تورک میں سے جو حالت بھی عورت اختیار کر لے نماز درست ہے، صحت نماز میں فرق نہیں آتا لیکن وہ حالت زیادہ بہتر ہے جس میں عورت کا جسم زیادہ سمٹا اور سکڑا رہے، اس سوال اور جواب سے پتہ چلتا ہے کہ افتراش والی حالت مردوں کے ساتھ مختص ہے اور تورک کی حالت عورتوں کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ ابن جریج نے سوال کیا ہے کہ کیا عورت مرد کی طرح بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھ سکتی ہے یہی افتراش ہے اور ابن جریج نے اس کو مرد کی نشست کا طریقہ بتایا معلوم ہوا کہ عورت کا یہ طریقہ نہیں اور اس کے مقابلہ میں دوسرا طریقہ یہ بتایا کہ بائیں پاؤں کو دائیں جانب باہر کی طرف نکال کر بیٹھنا تورک ہے اس کو مرد کی کیفیت قعدہ کے مقابلہ میں ذکر کرنے سے پتہ چلا کہ نماز میں عورت کے بیٹھنے کا طریقہ تورک ہے اور یہ طریقہ مرد کا نہیں ابن جریج نے مرد و عورت کی جدا جدا کیفیت قعدہ بتا کر صرف یہ پوچھا کہ اگر کوئی عورت مرد کی طرح نماز میں کسی وقت بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے حضرت عطاء نے جواب دیا کہ اس سے اس کی نماز کی صحت میں فرق نہیں آتا نماز صحیح ہو جائیگی، لیکن اس کا جسم سمٹا رہے اس میں لطیف اشارہ ہے کہ عورت کے لیے شرعاً بیٹھنے کا وہ طریقہ زیادہ بہتر ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جسم سمٹا اور چھپا رہے اور وہ تورک ہے۔

حدیث نمبر ۱۵:

"عَنْ مَكْحُولٍ اَنَّ اُمَّ الدَّرْدَاءِ كَانَتْ تَجْلِسُ فِي الصَّلٰوةِ جِلْسَةَ الرَّجُلِ اِلَّا اَنَّهَا تَمِيْلُ عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً" (فتح الباری لابن رجب ج۵ ص۱۵۲)

ترجمہ: مکحول سے روایت ہے کہ ام درداء نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھی (یعنی مرد کی طرح انگلیاں قبلہ رخ کر کے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتی) مگر وہ بائیں طرف مائل ہو کر بائیں سرین پر بیٹھتی تھی، اس اثر میں مکحول نے بتا دیا کہ مرد کا بیٹھنا اور ام درداء کا بیٹھنا اس لحاظ سے

تو ایک جیسا تھا کہ مرد بھی اور ام درداء بھی دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے پاؤں کو سینہ کے بل کھڑا رکھتے، اور آگے دونوں میں فرق بھی بتایا کہ مرد اپنا بایاں پاؤں سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھ جاتا ہے، لیکن ام درداء بائیں کو دائیں جانب پنڈلی اور ران کے نیچے سے باہر کی طرف نکال کر بائیں جانب کی طرف مائل ہو کر بائیں سرین کے اوپر بیٹھتی تھی، اس کا نام تورک ہے جب کہ مرد بائیں جانب کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ وہ دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس کے اوپر سیدھا ہو کر بیٹھتا ہے، اس سے مرد و عورت کے قعدہ میں فرق بھی ثابت ہوا اور عورت کے لیے تورک بھی ثابت ہوا۔

ضروری تنبیہ:

ام درداء کی یہ حدیث قرینہ ہے کہ اگر کسی اثر میں عورت کے مرد کی طرح بیٹھنے کا ذکر ہے تو اس سے دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا مراد ہے، لیکن بائیں پاؤں کے بچھانے اور بیٹھنے کی کیفیت کے لحاظ سے فرق ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ رحمۃ اللہ علیہ

"عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَقْعُدُ الْمَرْاَةُ فِي الصَّلٰوةِ كَمَا يَقْعُدُ الرَّجُلُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۰۳)

ترجمہ: کیا عورت اس طرح بیٹھتی ہے جس طرح مرد بیٹھتا ہے؟ (یعنی عورت کو مرد کی طرح نہ بیٹھنا چاہئے)۔

فائدہ:

تقعد سے پہلے ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جس سے عورت کے مرد کی طرح بیٹھنے پر رد اور انکار مقصود ہے جیسا کہ ترمذی ج۱ ص۶۱ میں ہے "يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَبْرُكُ فِي الصَّلٰوةِ بَرْكَ الْجَمَلِ" کیا تم میں سے ایک قصد کرتا ہے پس وہ نماز میں (سجدہ)

کے لیے اس طرح بیٹھتا ہے جیسے اونٹ بیٹھتا ہے اس میں یعمد سے پہلے ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جس سے اونٹ کی طرح بیٹھنے پر انکار مقصود ہے اونٹ جب بیٹھتا ہے تو اگلی ٹانگیں جو بمنزلہ ہاتھ کے ہیں وہ زمین پر پہلے رکھتا ہے لہذا جب تم سجدہ کی طرف جاؤ تو اونٹ کی طرح پہلے زمین پر ہاتھ نہ رکھو بلکہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھو پھر ہاتھ رکھ کر سجدہ کرو، اسی طرح تقعد سے پہلے بھی ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جس سے عورت کے مرد کی طرح بیٹھنے پر انکار مقصود ہے اور اگر ہمزہ استفہام انکاری مقدر نہ ہو تو پھر اس کا وہی مطلب ہے جو ام درداء والے اثر کا ہے کہ عورت فقط دایاں پاؤں مرد کی طرح کھڑا رکھے لیکن وہ بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے جو تورک کی ایک صورت ہے جبکہ مرد بائیں پاؤں پر بصورت افتراش بیٹھتا ہے۔

ابراہیم نخعی کے اس اثر کے جو دو مطلب بیان ہوئے ہیں اس پر قرینہ زیر بحث مسئلہ میں مذکور دو اثر ہیں یعنی اثر نمبر ۹ اور اثر نمبر ۱۱ کیونکہ یہ دونوں اثر بھی منصور عن ابراہیم کی سند سے ابراہیم نخعی کے ہیں اور ان میں عورت کے بیٹھنے کی کیفیت تورک والی بتائی گئی ہے جب کہ مرد کیلئے قعدہ کی صورت افتراش ہے لہذا ابراہیم نخعی کے اس تیسرے اثر کا مفہوم ایسا ہونا چاہئے جو ان دونوں کے مطابق ہو یعنی یا مرد اور عورت کے ایک طرح بیٹھنے پر انکار ہے یا صرف مرد کی طرح دایاں پاؤں کھڑا رکھنے میں تشبیہ ہے باقی فرق یہ ہے کہ عورت بایاں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے اور مرد بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۷:

”عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ قَالَ كُنَّ النِّسَاءُ يُؤْمَرْنَ اَنْ يَّتَرَبَّعْنَ اِذَا جَلَسْنَ فِي الصَّلٰوةِ وَلَا يَجْلِسْنَ جُلُوْسَ الرِّجَالِ عَلٰى اَوْرَاكِهِنَّ يُتَّقٰى ذَالِكَ عَلَى الْمَرْاَةِ مَخَافَةَ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهَا الشَّيْئُ “(مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۰۶/فتح الباری لابن رجب، موسوعۃ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۲۸۸۰۲۱)

ترجمہ: لجلاج (صحابی) کے بیٹے خالد (جو حضرت عمر، اور لجلاج وغیر صحابہ کے شاگرد اور اکابر تابعین میں سے ہیں) سے (مرسل) روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں) عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا وہ نماز میں اپنی سرینوں کے بل تربع (یعنی تربع بصورت تورک) کی حالت میں بیٹھیں اور مردوں کی طرح (یعنی بحالت افتراش) نہ بیٹھیں، عورت کے بارے میں یہ احتیاط اس لئے کی جاتی تھی کہ ہوسکتا ہے اس سے کوئی چیز (یعنی خون حیض) ظاہر ہو جائے (تو وہ خون افتراش کی حالت میں نیچے گریگا جبکہ تورک کی حالت میں نیچے نہ گرے گا)

فائدہ: فضیلۃ الشیخ، المحدث، الفقیہ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ حاشیہ میں لکھتے ہیں ”وَالتَّرَبُّعُ فِي الْجُلُوْسِ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَالِسُ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى اَوِ الْيُسْرٰى بَيْنَ سَاقِهِ وَفَخِذِهِ الْاُخْرٰى“ (حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۰۶) نماز کے اندر بیٹھنے میں تربع سے مراد یہ ہے کہ بیٹھنے والا اپنے دائیں پاؤں یا بائیں پاؤں کو اپنی پنڈلی اور ران کے درمیان داخل کرے، یہ بھی تورک کی ایک صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو نماز میں تورک کی حالت میں بیٹھنے کا حکم دیا جاتا تھا اور مردوں کی طرح بیٹھنے سے روکا جاتا تھا۔

اعتراض نمبر ۲:

ام درداء صحابیہ اور فقیہہ ہیں ان کے بارے میں بخاری شریف میں ہے کہ وہ نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مرد و عورت کے بیٹھنے کا طریقہ ایک جیسا ہے، چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۴ میں ہے ”كَانَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِيْ صَلٰوتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً“ ام درداء نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ عورت تھیں۔

جواب نمبرا:

بخاری شریف میں ام درداء کا یہ اثر مختصر ہے اور بغیر سند کے ہے، لیکن بخاری شریف کی شرح ، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن رجب حنبلی کے ج۵ص۱۵۲ پر ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ پورا نقل کیا ہے، ملاحظہ کیجئے "قَالَ حَرْبُ الْكِرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اِبْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ اَنَّ اُمَّ الدَّرْدَاءِ كَانَتْ تَجْلِسُ فِيْ الصَّلٰوةِ جِلْسَةَ الرَّجُلِ اِلَّا اَنَّهَا تَمِيْلُ عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً "حرب کرمانی ،عمرو بن عثمان ولید بن مسلم ابن ثوبان مکحول کی سند سے روایت ہے کہ ام درداء نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں مگر وہ بائیں جانب پر مائل ہوتی تھیں، اور وہ فقیہہ تھیں...... اس اثر میں ام درداء کے نماز میں بیٹھنے کے متعلق دو باتیں بتائی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ مرد کی طرح بیٹھتی تھیں دوسری بات یہ کہ ام درداء کا بیٹھنا مرد سے اس چیز میں مختلف تھا کہ مرد نماز میں سیدھا بیٹھتا ہے لیکن ام درداء بائیں جانب کی طرف مائل ہو کر بیٹھتی تھیں، ان دونوں باتوں میں غور کرنے سے ام درداء کے نماز میں بیٹھنے کی کیفیت یوں معلوم ہوتی ہے کہ وہ بیٹھنے میں دایاں پاؤں مرد کی طرح کھڑا رکھتی تھیں لیکن بائیں پاؤں کو دائیں جانب کی طرف باہر نکال کر بائیں سرین کے بل بیٹھتی تھیں جس سے بائیں جانب کی طرف جھکاؤ اور میلان ہو جاتا یہ بعینہ عورت کے تورک والی حالت ہے جب کہ مرد دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے بائیں پاؤں کے اوپر سیدھا بیٹھتا ہے بائیں جانب جھکا ہوا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ پورا اثر مرد و عورت کے کیفیت قعدہ کے فرق پر دلالت کرتا ہے کیفیت قعدہ کی یکسانیت پر ہرگز دلالت نہیں کرتا۔

جواب نمبر۲:

اگر ام درداء کا اثر اتنا ہی لیا جائے جتنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور "جلسۃ الرجل" کا مفہوم وہ لیا جائے جو مرد و عورت کی نماز میں فرق نہ کرنے والا گروہ لے رہا ہے کہ ام درداء کے بیٹھنے کا طریقہ بالکل مرد کی طرح تھا اور کوئی فرق نہ تھا تو ان کا بیان

کردہ یہ مفہوم فتح الباری لابن رجب کے حوالہ سے نقل کردہ اثر ام درداء کے خلاف ہے، نیز گیارہ احادیث افتراش اور سترہ احادیث تورک جن میں عورت کے قعدہ کی کیفیت تورک بتائی گئی ہے، یہ مفہوم ان اٹھائیس احادیث کے بھی خلاف ہے، لہٰذا جلسۃ الرجل کا مفہوم ایسا ہونا چاہئے جو ام درداء کی تفصیلی اثر اور احادیث افتراش و تورک کے خلاف نہ ہو وہ یہ کہ جلسۃ الرجل میں ام درداء کے بیٹھنے کے طریقہ کو مرد کے بیٹھنے کے طریقہ کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے تو تشبیہ جزوی طور پر ہے تشبیہ کلی طور پر نہیں یعنی تشبیہ فقط اس بات میں ہے کہ ام درداء بیٹھنے میں دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے پاؤں کو مرد کی طرح کھڑا رکھتی تھیں، یہ مطلب نہیں کہ ام درداء کے بیٹھنے کا طریقہ ہر لحاظ سے مرد کی طرح تھا جیسا کہ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ زید شیر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر لحاظ سے زید شیر کی طرح ہے حتی کہ شیر کی طرح اس کی دم اور پنجہ بھی ہے بلکہ ایک جزوی صفت میں تشبیہ ہوتی ہے کہ زید بہادری اور جرائت میں شیر کی طرح ہے اسی طرح یہاں تشبیہ صرف دائیں پاؤں کے کھڑے رکھنے میں ہے، اسی لئے ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں "وَحَمَلَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا فِعْلَ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَلٰى مِثْلِ ذَالِكَ" (فتح الباری لابن رجب ج۵ص۵۲) ہمارے بعض حنبلی دوستوں نے ام درداء کے فعل کو تورک و سدل پر محمول کیا ہے۔

جواب نمبر۳:

اور اگر "بفرض المحال" مان لیا جائے کہ ام درداء پورے طور پر مرد کی طرح بیٹھتی تھیں تو یہ حالت عذر پر محمول ہے یعنی ان کا طریقہ نشست مرد کی طرح تھا مگر کسی عذر کی وجہ سے اور صاحب عذر کسی ایک طریقہ نشست کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اپنی عذر والی حالت کے مطابق جو بیٹھنے کی کیفیت اس کے لیے آسان ہو وہ اسی کو اختیار کرتا ہے، اور بعض دفعہ وہ اپنے مختلف حالات کے اعتبار سے نماز میں بیٹھنے کی مختلف کیفیات کو اختیار کرتا ہے، چنانچہ ام درداء کے متعلق ایک اثر تربعاً بیٹھنے کا بھی ملتا ہے "عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِيْ عَبْلَةَ قَالَ رَاَيْتُ

اُمَّ الدَّرْدَاءِ تُصَلِّی مُتَرَبِّعَةً ” (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۳۳۸) ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں میں نے ام درداء کو دیکھا کہ تربع کی حالت میں نماز پڑھتی ہیں حالانکہ فریق مخالفت کے نزدیک بھی آلتی پالتی مار کر نماز پڑھنا نہ مرد کے لیے سنت ہے نہ عورت کے لیے پس معلوم ہوا کہ ام درداء صاحب عذر تھیں اس لئے وہ کبھی تورک کی حالت میں بیٹھتیں، کبھی تربع کی حالت میں اور کبھی مرد کی طرح اسی لئے ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں ”وَاَمَّا الْاِمَامُ اَحْمَدُ فَصَرَّحَ بِاَنَّهٗ لَایُذْهَبُ اِلٰی فِعْلِ اُمِّ الدَّرْدَاءِ“ (امام احمد بن حنبل نے صراحت کی ہے کہ ام الدرداء کے فعل کو مذہب نہیں بنایا جاسکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ام الدرداء کے اثر میں تربع سے وہ تربع مراد ہو جو تورک کی صورت میں ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۴:

اگرچند منٹوں کے لیے مذکورہ بالا سب حقائق سے صرف نظر کرلیں تو یہ ام درداء کا اپنا فعل ہے جو ان کی اپنی ذاتی رائے پر مبنی ہے اور جب غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام کا قول وفعل حجت نہیں (ملاحظہ کیجئے عرف الجادی ص ۱۰۱، ۳۸، ۸۹، ۲۰۷، ۵۷/الروضۃ الندیہ ج ۱ ص ۱۸، ۷۷، ۱۲۱، ۱۵۴، ۱۹۶، ۲۵۴، ۶۲، ج ۲ ص ۲۹، ۲۶۰/بدور الاھلہ ص ۲۸، ۳۹، ۱۲۹، ۱۳۹) تو ام درداء کے فعل کو حجت بنانا کیسے درست ہے، نیز جب غیر مقلدین کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی اجتہادی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں (ملاحظہ کیجئے امر پنجم ص ۱۹) تو ام درداء کی رائے اور اس پر مبنی فعل تو ان کے ہاں بطریق اولیٰ حجت نہیں تو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اس کو کیوں حجت بنارہے ہیں۔

جواب نمبر ۵:

فتح الباری لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۳۶۰ اور ج ۱۰ ص ۱۱۷ میں ہے حضرت ابو الدرداء کی دو بیویاں تھیں دونوں کی کنیت تھی ام درداء، ان میں سے ایک بڑی تھی دوسری

چھوٹی ام درداء کبری صحابیہ ہے اس کا نام ہے خیرہ ہے وفات خلافت عثمانیہ میں ہے، اور ام درداء صغریٰ کا نام ہے هُجَيْمَة یہ تابعیہ ہے اور عبدالملک بن مروان کی خلافت کے اخیر تک زندہ رہی، ام درداء صحابیہ کی وفات کے تقریباً پچاس سال بعد ام درداء تابعیہ کی وفات ہوئی ہے، اور بخاری کے مذکورہ بالا اثر میں ام درداء سے مراد ام درداء صغری تابعیہ ہے، ام درداء صحابیہ مراد نہیں کیونکہ اس اثر کے راوی مکحول ہیں اور مکحول نے ام درداء کا زمانہ نہیں پایا البتہ ام درداء صغری تابعیہ کا زمانہ پایا ہے، اس لئے اثر مذکور میں ام درداء تابعیہ مراد ہے حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس فرقہ کے نزدیک بغیر وحی کے خود نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں، صحابہ کا فہم اور قول وفعل حجت نہیں وہ احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اپنے اصولوں سے ہٹ کر ایک تابعیہ کی رائے اور اس کے فعل کو حجت بنارہے ہیں۔

جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ ساری تحقیق لکھ کر فرماتے ہیں ”وَعَمَلُ التَّابِعِيِّ وَلَوْ لَمْ يُخَالِفْ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ ...... وَلَمْ يُوْرِدِ الْبُخَارِيُّ اَثَرَ اُمِّ الدَّرْدَاءِ لِيَحْتَجَّ بِهٖ بَلْ لِلتَّقْوِيَةِ“ اور تابعی کا عمل اگرچہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو تب بھی حجت نہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ام درداء کے اثر کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ تائید کے طور پر نقل کیا ہے، احناف نے تینوں قسم کی حدیثوں پر عمل کیا مردوں نے احادیث افتراش پر درجہ سنت میں اور احادیث تورک وتربع پر حالت عذر میں اور عورتوں نے عمل کیا احادیث تورک پر درجہ سنت میں اور دوسری دونوں قسموں پر حالت عذر میں وہ پھر بھی اہل رائے اور غیر مقلدین کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے تابعیہ کا وہ عمل جو بقول ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے نزدیک بھی حجت نہیں اس کو بخاری کے حوالہ سے نقل کر کے اسے اپنے خودساختہ مفہوم کے مطابق ڈھال کر اس کی آڑ میں احادیث مرفوعہ وموقوفہ کو رد کردیا اور ان کا خون کردیا اس کے باوجود وہ اہل حدیث؟۔

؎ خنجر بھی ان کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

؎ بلبل! چمن میں تیغ نگاہ کس کی چل گئی
جس گل کو دیکھتا ہوں سو زخموں سے چور ہے

میرے بھی چھ سوال ہیں:

سوال نمبر۱: اگر نماز میں بحالت قعدہ مرد وعورت دونوں کے لیے تورک سنت ہے تو اس کے سنت ہونے پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۲: اگر افتراش سنت نہیں تو اس کے غیر سنت ہونے پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۳: اگر تورک اور افتراش دونوں سنت ہیں تو اس پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۴: اگر مرد وعورت دونوں کے لیے نماز میں قعدہ کی کیفیت ایک جیسی ہے تو اس پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مرد کے لیے تورک کے سنت ہونے کی نفی کرنا اور افتراش والی صورت کو سنت کہنا بدعت کے زمرہ میں آتا ہے یا نہیں؟، جو بھی صورت ہو اس پر کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۶: جس طرح مرد کے لیے تورک سے منع کی صریح حدیث ہے کیا اس طرح افتراش کے منع پر بھی کوئی صریح حدیث ہے؟۔

گل پھینکے ہے عالم کی طرف، بلکہ ثمر بھی ۔۔۔ اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

مرد وعورت کا جماعت کی فضیلت میں فرق

یہاں پر نماز با جماعت کے سلسلہ میں تین صورتیں ہیں۔

① ......بالاتفاق مرد کے لیے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل بلکہ لازم ہے، حتی کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے گھر میں نماز پڑھنے والے لوگوں کے گھروں کو جلا دینے کی وعید سنائی ہے اور نماز با جماعت کا ستائیس گنا ثواب زیادہ بتایا ہے، مسجد میں نماز با جماعت کی یہ ترغیب وترہیب مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

② ......اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے لیے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ بتایا ہے اور عورت کی گھر والی نماز کو مسجد کی نماز سے زیادہ بہتر فرمایا ہے۔

③ ......گھر میں عورت کی امامت میں عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے یا عورت کا گھر میں انفرادا نماز پڑھنا افضل ہے؟، غیر مقلدین کے نزدیک عورتوں کا گھر میں با جماعت نماز پڑھنا افضل ہے (عورت ومرد کے طریقہ نماز میں فرق نہیں ص ۳۵) جب کہ احناف کے نزدیک عورتوں کا گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تنزیہہ اور انفرادا نماز پڑھنا افضل ہے۔

عورتوں کی جماعت احادیث کی روشنی میں

عورتوں کی نماز کے متعلق دو قسم کی حدیثیں ہیں، ایک وہ حدیثیں ہیں جن میں

گھروں کے اندر عورتوں کی جماعت کا ذکر ہے، دوسری وہ حدیثیں جن میں عورتوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے گھر کے دور اور تاریک ترین حصہ میں تنہا نماز پڑھیں۔

احادیث کی قسم اول:

حدیث نمبر ۱:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر اذان واقامت کے عورتوں کو (گھر میں) نماز پڑھاتیں اور ان کے درمیان کھڑی ہوتیں (رواہ الحاکم)۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کریں (ابوداود)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو (گھر میں) نماز پڑھائی تو وہ درمیان میں کھڑی ہوئیں (مصنف ابن ابی شیبہ)

حدیث نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت امامت کرائے تو وہ درمیان میں کھڑی ہو (مصنف عبدالرزاق) (از عورت اور مرد کی نماز میں فرق نہیں مولفہ حافظ محمد ابراہیم سلفی)

احادیث کی قسم دوم:

حدیث نمبر ۱:

"عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ"

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کی مساجد میں سے بہترین مسجد ان کے گھروں کا مخفی ترین حصہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۲۶)

حدیث نمبر ۲:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اَحَبَّ صَلٰوةِ الْمَرْاَةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَشَدِّ مَكَانٍ فِيْ بَيْتِهَا ظُلْمَةً"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی وہ نماز اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے جو وہ اپنے گھر کی تاریک ترین جگہ میں پڑھتی ہے (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۲۷)

حدیث نمبر ۳:

"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا صَلَّتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ صَلٰوةٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ مَكَانٍ فِيْ بَيْتِهَا ظُلْمَةً"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو وہ اپنے گھر کی تاریک ترین جگہ میں پڑھتی ہے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۲۲۷)

حدیث نمبر ۴:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ رَّبِّهَا اِذَا هِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا" (ایضاً ج ۱ ص ۲۲۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے مخفی ترین گوشہ میں ہوتی ہے۔

حدیث نمبر۵:

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کی رغبت ظاہر کی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترغیب دی کہ وہ گھر میں جس قدر مخفی جگہ میں نماز ادا کرے گی اتنا ثواب زیادہ ہوگا، ام حمید رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے "فَاَمَرَتْ فَبُنِیَ لَهَا مَسْجِدٌ فِیْ اَقْصٰی شَیْئٍ مِّنْ بَیْتِهَا وَاَظْلَمِهٖ وَكَانَتْ تُصَلِّیْ فِیْهِ حَتّٰی لَقِیَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ" حضرت ام حمید نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء سمجھ کر) اپنے گھر والوں کو حکم کیا سو ان کے حکم کے مطابق گھر کے دور اور تاریک ترین گوشہ میں نماز کی جگہ بنادی گئی وہ اپنی وفات تک اسی میں نماز پڑھتی رہیں (ایضاح ا ص ۲۲۵)

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْاَةِ وَحْدَهَا تَفْضُلُ عَلٰی صَلٰوتِهَا فِی الْجَمْعِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَةً"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت کی انفرادی نماز اس کی نماز باجماعت پر پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے (الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج۴ ص ۲۲۳)

تشریح احادیث:

دوسری قسم کی حدیثوں سے معلوم ہوا کہ۔

① ......عورت کی بہترین مسجد گھر کا مخفی حصہ ہے۔ (حدیث نمبر۱)

② ......عورت کی وہ نماز جو تاریک ترین جگہ میں ہو اللہ کو بہت پسند ہے۔ (حدیث نمبر۲)

③ ......عورت کی تمام نمازوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ نماز ہے جو وہ تاریکی میں پڑھتی ہے۔ (حدیث نمبر۳)

④ ......عورت جب گھر کے مخفی ترین حصہ میں ہوتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ (حدیث نمبر۴)

⑤ ......حضرت ام حمید نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب کے بعد وفات تک گھر کی دور اور تاریک ترین جگہ میں انفرادی نماز پڑھتی رہیں۔ (حدیث نمبر۵)

⑥ ......عورت کی انفرادی نماز، باجماعت نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔ (حدیث نمبر۶)

اور اگر عورتیں گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گی تو وہ جگہ نہ مخفی رہے گی اور نہ تاریک ترین ہوگی، لہذا گھر میں عورتوں کی جماعت ان حدیثوں کے مقتضی کے خلاف ہے اور حدیث نمبر۶ میں تو صراحت ہے کہ عورت کی انفرادی نماز، اس کی نماز باجماعت سے پچیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے، اس صورت میں عورت کی باجماعت نماز احب عند اللہ ہونے کے درجہ سے اور خود عورت اقرب الی اللہ ہونے کے مرتبہ سے گر جائیگی اور ثواب بھی کم ہو جائیگا۔

پس ان مجموعی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کے لیے انفرادا نماز پڑھنا مستحب ہے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب نہیں بلکہ مستحب کام (انفرادی نماز) کے ترک کی وجہ سے عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، اور پہلی قسم کی حدیثوں کے بارے حنفی فقہاء کی رائے جو انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول و مسائل سے اخذ کی ہے یہ ہے کہ پہلے عورتوں کی جماعت افضل و مستحب تھی لیکن بعد میں یہ افضلیت اور استحباب منسوخ ہوگیا اور اس کی جگہ انفرادا نماز پڑھنا افضل اور مستحب ہوگیا، جس پر دوسری قسم والی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

اور یہ بات خوب سمجھ لیجئے کہ مستحب کا مخالف پہلو بھی جائز ہوتا ہے لیکن ترک مستحب کیوجہ سے اس میں کراہت تنزیہہ بھی لازم آتی ہے لہذا اب عورتوں کے لیے گھر میں انفرادا نماز پڑھنا مستحب ہے اور جماعت بھی جائز ہے مگر کراہت تنزیہہ کے ساتھ، پس فرق مراتب کے ساتھ احناف کا مذکورہ بالا دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہوگیا، اول قسم کی حدیثوں پر عمل ہے جواز مع الکراہت کے درجہ میں اور دوسری قسم کی حدیثوں پر عمل ہے درجہ استحباب

میں اسی لئے فقہ حنفی کی کتب میں لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے گھر میں انفرادا نماز پڑھنا مستحب ہے اور اگر گھر میں عورتیں جماعت کریں تو بغیر اذان واقامت کے ہو اور امام عورت اقتداء کرنے والی عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو کہ اس میں ستر بدن ہے اور آگے کھڑے ہونے میں کشف بدن ہے، اگرچہ یہاں صرف عورتیں ہیں پھر بھی شریعت نے عورت کے لیے ستر بدن کو ملحوظ رکھا ہے، علاوہ ازیں عورتوں کی جماعت کے لیے اذان واقامت کی عدم مشروعیت نیز امام عورت کے لیے جہری نمازوں میں قراءۃ جہراً کی غیر مشروعیت اور قراءۃ سراً کرنے کے حکم کی وجہ بھی یہی ہے، پس اذان واقامت کہنے میں اور قراءۃ جہراً کرنے میں اگرچہ وہ آواز عورتوں تک محدود رہے تب بھی اس میں کشف عورت ہے اور وہ بھی مقام عبادت میں اس لیے عورتوں کی جماعت بغیر اذان واقامت کے ہوگی اور جہری نماز میں قراءۃ جہر خفیف کیساتھ ہوگی، ان تحفظات کے باوجود چونکہ عورتوں کی جماعت میں امر مستحب یعنی عورت کی انفرادی نماز کا ترک ہے، اس لیے عورتوں کی جماعت جائز مگر مکروہ تنزیہہ ہے۔

عورتوں کی جماعت کا استحباب منسوخ ہے:

رہا یہ سوال کہ کیا حنفی علماء وفقہاء نے عورتوں کی جماعت کے استحباب وافضلیت کے منسوخ ہونے کی صراحت کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ متعدد حنفی علماء وفقہاء نے اپنی کتب فقہ میں اس کی صراحت کی ہے، ملاحظہ کیجئے!

① (مجمع الانہر ج۱ ص۳۲۵) میں ہے "لِاَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها فَعَلَتْ كَذَا حِيْنَ كَانَتْ جَمَاعَتُهُنَّ مُسْتَحَبَّةً ثُمَّ نُسِخَ الْاِسْتِحْبَابُ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو باجماعت نماز پڑھانے کا عمل اس زمانے کا ہے جب عورتوں کی جماعت مستحب تھی بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیا۔

② (العنایہ شرح الھدایہ ج۱ ص۴۱۰) "وَلَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ اَذَانٌ وَلَا اِقَامَةٌ لِاَنَّهَا سُنَّتَا الصَّلٰوةِ بِالْجَمَاعَةِ وَجَمَاعَتُهُنَّ مَنْسُوْخَةٌ" اور عورتوں کے لیے اذان

واقامت کی غیر مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ اذان واقامت نماز باجماعت کی سنت ہے اور عورتوں کی جماعت (کا استحباب وافضلیت) منسوخ ہے۔

③ (تبیین الحقائق ج۲ ص۱۶۳) "جَمَاعَةُ عَائِشَةَ رضی الله عنها حِيْنَ كَانَتْ جَمَاعَتُهُنَّ مُسْتَحَبَّةً ثُمَّ نُسِخَ الْاِسْتِحْبَابُ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گھر میں جماعت اس وقت تھی جس وقت عورتوں کی جماعت مستحب تھی بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیا۔

④ (المبسوط للامام السرخسی ج۱ ص۱۲۴) "وَجَمَاعَتُهُنَّ مَنْسُوْخَةٌ" اور عورتوں کی جماعت (کا استحباب) منسوخ ہے۔

⑤ (البحر الرائق ج۳ ص۴۰۸) "لِاَنَّ عَائِشَةَ فَعَلَتْ كَذَالِكَ وَحُمِلَ فِعْلُهَا الْجَمَاعَةَ عَلٰى اِبْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جماعت عورتوں کے درمیان میں کھڑے ہو کر کرائی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نماز باجماعت کا فعل ابتداء اسلام پر محمول ہے (یعنی بعد میں اس کا استحباب منسوخ ہوگیا)

⑥ (تبیین الحقائق ج۱ ص۴۵۰) عورتوں کی جماعت کی مشروعیت کے زمانہ میں سلف سے ان کی اذان منقول نہیں "فَيَكُوْنُ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ لَا سِيَّمَا بَعْدَ اِنْتِسَاخِ جَمَاعَتِهِنَّ" لہٰذا عورتوں کی اذان بدعات میں سے ہوگی خصوصاً ان کی جماعت کے (استحباب) منسوخ ہونے کے بعد۔

⑦ (بدائع الصنائع ج۲ ص۶۲) "صَلٰوتُهُنَّ فُرَادٰى اَفْضَلُ لِاَنَّ جَمَاعَتَهُنَّ مَنْسُوْخَةٌ" عورتوں کی انفرادی نماز افضل ہے، کیونکہ ان کی جماعت (کا استحباب) منسوخ ہے۔

⑧ (بدائع الصنائع ج۲ ص۱۲۴) "وَيُرْوٰى فِيْ ذَالِكَ اَحَادِيْثُ لٰكِنْ تِلْكَ كَانَتْ فِيْ اِبْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَتْ بَعْدَ ذَالِكَ" اور عورتوں کی جماعت کے استحباب کے بارے احادیث نقل کی جاتی ہیں لیکن عورتوں کی یہ جماعت ابتداء اسلام میں مستحب تھی پھر اس کے بعد عورتوں کی جماعت کا استحباب منسوخ ہوگیا۔

⑨......(البحر الرائق ج۲ص۲۲) ⑩......تبیین الحقائق ج۱ص۴۴۶) ⑪......ردالمحتار ج۳ص۲۰۷) ⑫(فتح القدیر ج۱ص۲۵۱) ان سب کا مشترک مضمون یہ ہے "تَرَكَهُمَا لَمَّا كَانَ هُوَا السُّنَّةُ حَالَ شَرْعِيَّةِ الْجَمَاعَةِ كَانَ حَالَ الْإِنْفِرَادِ أَوْلٰى" جب (درجہ استحباب میں) عورتوں کی جماعت کے مشروع ہونے کے زمانہ میں اذان واقامت کا ترک سنت تھا تو انفرادی نماز کے (مستحب ہونے) کے زمانہ میں بطریق اولی اذان واقامت کا ترک سنت ہوگا...... اس سے معلوم ہوا کہ پہلے عورتوں کی جماعت درجہ استحباب مشروع تھی بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیا اور عورت کی انفرادی نماز مستحب قرار پائی۔

میرے بھی تین سوال ہیں:

①......عورتوں کی جماعت کے استحباب وافضلیت کے غیر منسوخ ودائمی حکم ہونے پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش فرمائیں۔

②......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں ہے، حضرت ام ورقہ کی وفات خلافت عمر میں ہے، حضرت ام سلمہ کی وفات ۶۱ یا ۶۲ھ میں ہے، کیا ان صحابیات نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عورتوں کی جماعت کو مستحب وافضل سمجھ کر کوئی ایک نماز باجماعت پڑھائی ہے؟۔

③......عورتوں کی جماعت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی بنیاد اگر استحباب ہے جو غیر مقلدین کا مقصود ہے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے کوئی حدیث پیش کریں اور اپنی یا امتیوں کی رائے سے اجتناب کو ملحوظ رکھیں یا پھر امتیوں کی رائے پر عمل کرنے کا اقرار کریں۔

؎ کاش اس کے روبرو نہ کریں مجھ کو حشر میں
کتنے میرے سوال ہیں جن کا "نہیں" جواب ہے

مرد وعورت کا پاؤں کے درمیان فاصلہ کرنے میں فرق

مرد وعورت کے مسائل نماز میں فرق نہ کرنے والے فرقے کا مسلک اور اس کے مطابق ان کا عمل یہ ہے کہ قیام کی حالت میں ان کے مرد وزن اپنی رانوں، گھٹنوں اور پنڈلیوں کو اتنا کشادہ اور جدا کرتے ہیں کہ ان کے دونوں پاؤں کے درمیان دو بالشت سے اڑھائی بالشت تک فاصلہ ہوجاتا ہے، لیکن مرد وزن ہر دو کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور شرعی اعتبار سے کئی خرابیوں پر مشتمل ہے، ہم زیر غور مسئلہ کے بارے میں پہلے احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں پھر ان کی تشریح کے سلسلہ میں پانچ امور قارئین کی خدمت میں عرض کریں گے جن سے اس مسئلہ کا ہر پہلو واضح ہوجائے گا (انشاء اللہ العزیز)

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر۱:

"عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ" (سنن ابی داود ج۱ص۶۷، باب تسویۃ الصفوف)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ

رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ" (// //)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو ملاؤ اور صفوں کے درمیان ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ اور گردنوں کو برابر کرو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک میں البتہ شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری صفوں کی خالی جگہوں پر بکری کے بچے کی طرح داخل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ" (// //)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں بناتے ہیں، ہم نے عرض کیا فرشتے اپنے رب کے سامنے کیسے صفیں بناتے ہیں؟، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صفوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر۴:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم عَلَی النَّاسِ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثَلَاثًا وَاللّٰهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ قَالَ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَرُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ بِكَعْبِهٖ" (// //)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رخ انور ہماری

طرف کیا اور تین مرتبہ فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو، اللہ کی قسم البتہ تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی مخالفت ڈالدے گا، نعمان بن بشیر کہتے ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا ہے۔

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم قَالَ سُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِیْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ" (// //)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں میں خالی جگہوں کو پُر کرو اور اپنے بھائیوں کے آگے نرمی اختیار کرو اور صفوں میں شیطان کے لیے خالی جگہ مت چھوڑو، اور جو شخص صف کو ملائیگا (صف میں قائم رہ کر یا خالی جگہ کو پر کر کے) اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت ومغفرت کے ساتھ) ملائے گا اور جو شخص صف کو کاٹ دیگا (صف کو بلا عذر چھوڑ کر یا خالی جگہ کو چھوڑ کر) اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت ومغفرت سے) محروم کردے گا۔

حدیث نمبر۶:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی الله عنه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰی نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَيَقُوْلُ لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف میں داخل

ہوتے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھ کے ساتھ برابر کرتے اور فرماتے صفوں میں آگے پیچھے نہ ہوا کرو کہ اس سے تمہارے دلوں میں فرق آجائے گا، نیز فرماتے تھے کہ اگلی صفوں پر اللہ تعالیٰ پہلے رحمت نازل کرتے ہیں اور فرشتے بھی اگلی صفوں کے لیے پہلے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

تشریح احادیث:

مذکورہ بالا احادیث کے سمجھنے کے لیے پانچ امور کی وضاحت ضروری ہے ① ٹخنے، پاؤں، گردن اور صفوں کے ملانے سے کیا مراد ہے؟ ② تسویہ صفوف سے کیا مراد ہے؟، تسویہ صفوف کا فائدہ کیا؟، یہ ذمہ داری کس کی ہے؟ ③ نمازی کے پاؤں کے درمیان فاصلہ کتنا ہو؟ ④ پاؤں کے درمیان فاصلہ، نماز باجماعت اور انفرادی نماز میں ایک جیسا ہے یا فرق ہے؟ ⑤ کیا پاؤں کے درمیان فاصلہ کا حکم مردوزن سب کے لیے ہے؟

امر اول:

حدیث نمبر۳ میں صفوں کے اندر آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے اور حدیث نمبر۴ میں کندھوں، گھٹنوں اور ٹخنوں کو ملانے کا حکم ہے، یہاں پر تین لفظ استعمال ہوئے ہیں ① تراص، لغت میں اس کا معنی ہے ایک دوسرے کے ساتھ ملنا، جڑنا، چمٹنا، ② الصاق ③ الزاق، ان دونوں لفظوں کا لغت میں معنی ہے ملانا، چمٹانا، لیکن ان احادیث میں یہ لغوی معنی ہرگز مراد نہیں کہ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ جاؤ، اور کندھوں کو کندھوں کے ساتھ، گھٹنوں کو گھٹنوں کے ساتھ، ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملا اور چمٹا دو ورنہ نماز میں دھکم پیل شروع ہو جائیگی اور نماز کا سکون ختم ہو جائیگا علاوہ ازیں اگر ایک آدمی کوتاہ قامت ہو دوسرا دراز قامت ہو تو یہ دونوں آپس میں گھٹنے اور کندھے ملائیں گے کیسے؟۔

اسی طرح اگر نمازی حضرات آپس میں ٹخنے ملانے کی کوشش کریں گے تو ہر

نمازی کو دونوں پاؤں دائیں بائیں ٹیڑھے کرنے پڑیں گے کہ اس کے بغیر ٹخنے آپس میں نہیں مل سکتے تو وہ صف کیسی ہوگی جس میں ہر نمازی کے دونوں پاؤں باہر کی جانب ٹیڑھے ہوں گے یہ صورت تو صفوف والے مقصد کے بھی خلاف ہے کیونکہ تسویہ صفوف سے مقصود ہے صفوں کو خوبصورت بنانا اور ٹیڑھے پاؤں والی صف بری بھی معلوم ہوگی اور نماز میں سکون بھی ختم ہو جائیگا عملاً مشکل بھی ہے اور اس پر نہ کبھی عمل ہوا ہے نہ اب ہو رہا ہے اس لئے یہاں حقیقتاً ملانا اور چمٹانا مراد نہیں بلکہ۔

① یا قرب والا مجازی معنی مراد ہے یعنی صفوں میں ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوا کرو کہ درمیان میں نماز کی جگہ خالی نہ رہے اور نہ خالی جگہ نکل سکے اسی طرح کندھا کندھے کے، گھٹنہ گھٹنے کے اور ٹخنہ ٹخنے کے قریب ہو ایسی طرح صفوں کو جو ملانے کا حکم ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صفوں کو آپس میں ملا دو اور آپس میں چمٹا دو ورنہ رکوع وسجود نہ ہو سکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صفوں کے درمیان بقدر ضرورت یعنی رکوع وسجود کی مقدار کا فاصلہ رکھ کر صفیں بناؤ دو صفوں کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ اور دوری نہ رکھو صفوں کے ملانے سے مراد یہی ہے، اسی طرح ٹخنوں کو ملانے سے بھی قرب والا معنی مراد ہے یعنی ٹخنہ ٹخنے کے قریب ہو۔

② یا الزاق وغیرہ سے محاذاۃ والا معنی مراد ہے یعنی ٹخنہ ٹخنے کے، گھٹنہ گھٹنے کے، کندھا کندھے کے اور گردن گردن کے برابر اور سیدھ میں ہو مذکورہ بالا مفہوم ومراد کی تائیدات ملاحظہ کیجئے۔

تائیدات:

(۱) "اَلْمُرَاصَّةُ نَوْعَانِ الْاُوْلٰی اَنْ یَّکُوْنَ بِهَا سَدُّ الْخَلَلِ بِاَنْ لَّا یَبْقٰی بَیْنَ الرَّجُلِ وَصَاحِبِهٖ فُرْجَةٌ هٰذِهٖ مَشْرُوْعَةٌ وَمُرَاصَّةٌ شَدِیْدَةٌ تُتْعِبُ

الْمُصَلِّيْنَ فَهٰذِهٖ مُؤْذِيَةٌ وَلَيْسَتْ هِيَ الَّتِيْ اَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِاَنَّ اِيْذَاءَ النَّاسِ وَخَاصَّةً فِي الصَّلٰوةِ اَمْرٌ غَيْرُ مَرْغُوْبٍ فِيْهِ بَلْ نُهِيَ عَنْهُ فَهٰذِهٖ مُرَاصَّةٌ وَاَمَّا قَوْلُهٗ قَارِبُوْا بَيْنَهَا فَالْمَعْنٰى اَنْ يَّقْرُبَ الصَّفُّ الثَّانِيْ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثُ مِنَ الثَّانِيْ" (الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج ۳ ص ۲۴۵)

ترجمہ: صف میں ایک دوسرے کیساتھ ملنے کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس طرح ملنا کہ اس کے ساتھ دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ پُر ہو جائے۔

یعنی آدمی اور اس کے ساتھی کے درمیان خالی جگہ باقی نہ رہے یہ قسم مشروع ہے دوسری قسم یہ ہے اس طرح ملنا جو نمازیوں کو تھکا دے اور مشقت میں ڈال دے اس کا نبی کریم ﷺ نے حکم نہیں دیا کیونکہ لوگوں کو تکلیف دینا خصوصاً نماز میں کوئی پسندیدہ کام نہیں بلکہ ممنوع ہے یہ تو صفوں کے اندر نمازیوں کے ملنے کی وضاحت ہے رہا یہ حکم کہ صفوں کو قریب کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری صف، صف اول کے، اور تیسری صف، صف ثانی کے قریب ہو۔

(۲) محمد بن صالح عثیمین لکھتے ہیں "لَيْسَ الْمُرَادُ بِالْمُرَاصَّةِ الْمُرَاصَّةَ الَّتِيْ تُشَوِّشُ عَلَى الْآخَرِيْنَ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ مِنْهَا اَنْ لَّا يَكُوْنَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ فُرْجَةٌ" (شرح ریاض الصالحین ج ۱ ص ۱۲۴۸)

ترجمہ: ملنے سے ایسا ملنا مراد نہیں جو دوسروں کو پریشان کردے صرف اس قدر ملنا مراد ہے کہ دو نمازیوں کے درمیان دوسرے نمازی کی جگہ خالی نہ رہے۔

(۳) علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قَالَ الْحَافِظُ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ الْمُبَالَغَةُ فِيْ تَعْدِيْلِ الصَّفِّ وَسَدِّ خَلَلِهٖ قُلْتُ وَهُوَ مُرَادُهٗ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ الْاَرْبَعَةِ اَيْ اَنْ لَّا يَتْرُكَ فِي الْبَيْنِ فُرْجَةً تَسَعُ فِيْهَا ثَالِثًا" (فیض الباری ج ۲ ص ۲۳۶)

ترجمہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کندھے کو کندھے کے ساتھ اور قدم کو قدم کے ساتھ ملانے سے مراد ہے صف کو برابر کرنے میں اور خالی جگہوں کو پر کرنے میں مبالغہ کرنا۔

(حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں فقہاء اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک بھی یہی مراد ہے یعنی درمیان میں اتنی جگہ خالی نہ چھوڑی جائے جس میں تیسرا نمازی آسکتا ہو۔

(۴) علامہ عبدالمحسن عباد لکھتے ہیں، اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملانے سے مراد یہ ہے "اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ يَقْرُبُ مِنْ صَاحِبِهٖ حَتّٰى يَلْتَصِقَ بِهٖ وَحَتّٰى يَكُوْنَ مُتَّصِلًا بِهٖ فَلَا يَكُوْنُ بَيْنَ شَخْصٍ وَآخَرَ فَجْوَةٌ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ الصُّفُوْفُ مُتَرَاصَّةً وَمُتَقَارِبَةً وَيَتَّصِلُ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ" (شرح سنن ابی داود عبدالمحسن عباد ج ۴ ص ۲۲)

ترجمہ: یعنی ہر ایک اپنے ساتھی کے قریب ہو کر کھڑا ہوتا کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، پس دونوں کے درمیان خالی جگہ نہ ہو اور صفیں بھی متصل اور قریب قریب ہوں۔

(۵) علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں "وَمَا رُوِيَ اَنَّهُمْ اَلْصَقُوْا الْكِعَابَ بِالْكِعَابِ اُرِيْدَ بِهِ الْجَمَاعَةُ اَيْ قَامَ كُلُّ وَاحِدٍ بِجَانِبِ الْآخَرِ"

ترجمہ: اور جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاتے تھے اس میں ان کی جماعت کی کیفیت بتانا مقصود ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے قریب کھڑا ہوتا تھا (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۶۲ بحث القیام)

(۶) محدث وفقیہ امام محمد عابد سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قَوْلُهٗ وَالْصَاقُ كَعْبَيْهِ اَيْ حَالَةَ الرُّكُوْعِ قَالَ الشَّيْخُ الرَّحْمَتِيُّ مَعَ بَقَاءِ تَفْرِيْجِ مَا بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ قُلْتُ لَعَلَّهٗ اَرَادَ مِنْ لِاِلْصَاقِ الْمُحَاذَاةَ وَذٰلِكَ بِاَنْ يُّحَاذِيَ كُلٌّ مِنْ كَعْبَيْهِ الْآخَرَ فَلَا يَتَقَدَّمُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ"

ترجمہ: صاحب درمختار کا قول کہ رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ٹخنوں کو ملانا اس کی وضاحت میں شیخ رحمتی نے کہا ہے کہ اپنے دونوں ٹخنوں کو ملائے، لیکن دونوں قدموں کے درمیان کشادگی باقی رکھے۔

میں کہتا ہوں (یعنی علامہ محمد عابد مدنی فرماتے ہیں) شاید صاحب درمختار کی مراد یہ ہے کہ اپنے دونوں ٹخنوں کو اس طرح برابر کرے کہ دونوں ٹخنے ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ ہوں (طوالع الانوار شرح الدر المختار بحوالہ السعایہ ج ۲ ص ۱۸۰) پس جیسے حالت رکوع میں الصاق الکعبین سے محاذاۃ والا معنی مراد ہے اسی طرح حالت قیام میں بھی الصاق کا یہی معنی ہے اور قرب ومحاذاۃ میں کوئی تضاد نہیں، لہذا پاؤں قریب بھی ہوں اور برابر بھی ہوں سنت یہی ہے۔

ضروری تنبیہ:

جیسا کہ قیام ورکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کو ملانے، نیز قیام میں اپنے ٹخنہ کو ساتھ والے نمازی کے ٹخنہ کے ساتھ ملانے سے قریب اور برابر کرنا مراد ہے اسی طرح ابو داود کی ایک حدیث میں ہے "وَلْیَضُمَّ فَخِذَیْهِ" (اور چاہیئے کہ آدمی سجدہ میں اپنی رانوں کو ملائے) اس سے بھی رانوں کو قریب اور برابر کرنا مراد ہے عورت کی طرح تورک کر کے ران کو ران کے اوپر نہ رکھے اور نہ ٹیڑھا کرے، بلکہ دونوں کو برابر رکھے، اور سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے "رَاصًّا عَقِبَیْهِ" (سجدہ میں اپنی ایڑیوں کو ملائے) اس سے بھی ایڑیوں کو قریب اور برابر کرنا مراد ہے ان سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام، رکوع سجدہ میں اپنے قدم، گھٹنے، رانیں، کندھے برابر رکھے، ایسے ہی اپنے قریب والے نمازی کے ساتھ قدم گھٹنے کندھے اور گردن برابر رکھے، ان جگہوں میں حقیقۃً ملانا اور چپکانا مراد نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تائیدی عبارات سے پتہ چلا کہ کندھوں، گھٹنوں، ٹخنوں اور قدموں کے ملانے سے قرب ومحاذاۃ والا معنی مراد ہے بالکل آپس میں ملا دینا مراد نہیں جب کہ

غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا سب الفاظ میں ملانے کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی ٹخنوں، گھٹنوں اور کندھوں کو آپس میں حقیقۃً ملانا اور ساتھ لگانا، حالانکہ غیر مقلدین کا اپنے اس نظریہ اور اپنی اس رائے پر کہیں پر بھی عمل نہیں ہے وہ ٹخنے کو ٹخنے کے ساتھ گھٹنے کو گھٹنے کے ساتھ اور کندھے کو کندھے کے ساتھ ملا کر نہیں کھڑے ہوتے اور نہ اس طرح کھڑے ہو سکتے ہیں مذہب ایسا ہونا چاہیے نا کہ جس پر خود اہل مذہب بھی عمل نہ کرتے ہوں اور نہ کر سکتے ہوں یہ مذہب انہی کو مبارک ہم ایسے مذہب سے بیزار اور بری۔

نہ دلاسا، نہ تسلی، نہ وفا
دوستی۔ اس بت بدخو سے نبھائیں کیونکر

امر دوم:

تسویہ صفوف کا لغت میں معنی ہے صفوں کو برابر کرنا اور صفوں کو خوبصورت بنانا یہ چار چیزوں پر موقوف ہے۔

① ......صف میں قریب قریب کھڑا ہونا۔

② ......ٹخنوں قدموں کندھوں اور گردنوں کو برابر کرنا۔

③ ......اگلی صفوں کو پورا کرنا۔

④ ......صف میں کھڑا رہنا اور بلا وجہ اور بلا عذر صف کو چھوڑ کر درمیان میں فاصلہ پیدا نہ کرنا،

صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ آپس میں دل بھی سیدھے رہیں گے اور اگر صفیں ٹیڑھی ہونگی تو آپس میں دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور صفوں کو سیدھا کرنا امام کی ذمہ داری ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفوں کو سیدھا کرتے تھے۔

تائیدات:

(۱) تاسیس الاحکام ج ۱ ص ۱۰۸ میں ہے "وَالتَّسْوِیَةُ تَقَعُ عَلَی الْمُحَاذَاةِ حَتّٰی یَکُوْنَ الصَّفُّ مُسْتَقِیْمًا لَا عِوَجَ فِیْهِ لِحَدِیْثِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ

وَعَلَى التَّراصِّ وَالتَّقَارُبِ فِي الصَّفِّ وَاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَمِنَ التَّسْوِيَةِ اَيْضًا وَصْلُ الصَّفِّ الْمُنْقَطِعِ لِحَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ عِنْدَ اَبِي دَاوُدَ"

ترجمہ: اور تسویہ صفوف ان چار امور سے پیدا ہوتا ہے ① محاذاۃ، یعنی نمازیوں کا برابر ہونا تا کہ صف سیدھی ہو اور اس میں کجی نہ ہو نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی وجہ سے ② تقارب، یعنی صف میں نمازیوں کا قریب قریب ہونا ③ اگلی صفوں کو پورا کرنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے ④ اگر کوئی نمازی صف کو چھوڑ جائے تو اس کو مکمل کرنا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے۔

(۲) شرح عمدۃ الاحکام ج ۱۲ ص ۲ "وَتَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ مَعْنَاهُ مُحَاذَاةُ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ وَعَدَمُ تَقَدُّمِ اَحَدِهِمْ عَلَى اَحَدٍ فَيُؤْمَرُ فِي الصُّفُوْفِ بِاُمُوْرٍ اَوَّلُهَا التَّسْوِيَةُ بِحَيْثُ يَكُوْنُ كُلُّ وَّاحِدٍ مُحَاذِيًا لِلْآخَرِ الْاَمْرُ الثَّانِي سَدُّ الْخَلَلِ وَهُوَ اَنْ يَتَرَاصُّوْا فِي الصَّفِّ فَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهُمْ خَلَلٌ وَلَا فُرَجٌ بَلْ يَحْرِصُوْنَ عَلَى سَدِّهَا الْاَمْرُ الثَّالِثُ اَنْ يُتِمُّوا الصُّفُوْفَ الْاَوَّلَ"

ترجمہ: تسویہ کا معنی ہے آپس میں برابر ہونا ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے آگے نہ ہو پس صفوں کے بارے میں مختلف امور کا حکم دیا گیا ہے ① سب نمازی صف میں ایک دوسرے کے برابر ہوں آگے پیچھے کوئی بھی نہ ہو ② صف کے درمیان خالی جگہوں کو پر کرنا اس کا طریقہ یہ ہے کہ صف میں ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوں حتی کہ ان کے درمیان کوئی خالی جگہ نہ ہو بلکہ خالی جگہ کے بند کرنے کے حریص ہوں ③ اگلی صفوں کو پورا کریں۔

امر ثالث:

نمازی کے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟ اس سلسلہ میں عرض یہ

ہے کہ فقہ حنفی میں چار انگشت فقہ شافعی میں ایک بالشت جبکہ بعض شافعیہ نے چار انگشت اور ایک بالشت دونوں لکھے ہیں، یعنی چار انگشت سے ایک بالشت تک فاصلہ کی حد ہے، اور فقہ مالکی اور فقہ حنبلی میں درمیانہ فاصلہ یا طبعی حالت کے مطابق فاصلہ لکھا ہے جو ایک بالشت ہی بنتا ہے دراصل فقہ حنفی میں چار انگشت کا فاصلہ جو لکھا ہے یہ فاصلہ کی کم سے کم مقدار ہے اس سے کم نہ ہو باقی تین فقہوں کے مطابق ایک بالشت یہ فاصلہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار ہے اس سے زیادہ نہ ہو پس چار فقہوں اور فقہاء اربعہ کی رائے وتحقیق کے مطابق ہر نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار چار انگشت سے ایک بالشت تک ہے نہ اس سے کم ہو، نہ اس سے زیادہ ہو۔

تائید از فقہ حنفی:

① فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۷۳، الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ الخ "وَيَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ اَرْبَعُ اَصَابِعَ فِي قِيَامِهِ"

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ نمازی کے دو قدموں کے درمیان بحالت قیام چار انگشت کا فاصلہ ہو۔

② ردالمحتار ج ۲ ص ۲۶۳ "بَحْثُ الْقِيَامِ وَيَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مِقْدَارُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ الْيَدِ لِاَنَّهُ اَقْرَبُ اِلَى الْخُشُوْعِ"

ترجمہ: اور مناسب یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان بحالت قیام ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہو کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔

③ نور الایضاح ص ۴۶ ④ مراقی الفلاح ص ۱۳۲ ⑤ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۷۵ ⑥ تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۹۷ ⑦ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۸ ⑧ فقہ العبادات حنفی ج ۱ ص ۸۷ ⑨ السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۸۱۔ ⑩ "عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ صَفُّ الْقَدَمَيْنِ مِنَ

السُّنَّةِ وَعَنْ هٰذَا قَالَ اَصْحَابُنَا يُسْتَحَبُّ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِي الْقِيَامِ قَدْرَ اَرْبَعِ اَصَابِعِ يَدَيْهِ لِاَنَّ هٰذَا اَقْرَبُ لِلْخُشُوْعِ"(شرح ابی داود للعینی ج ۳ ص ۲۵۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دونوں قدموں کی صف بنانا سنت ہے اسی وجہ سے ہمارے حنفی دوستوں نے کہا ہے نمازی کے لیے مستحب ہے کہ قیام میں اس کے دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ ہو کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے (یعنی جیسے صفوں کے متعلق حکم ہے ان کو برابر اور قریب بنانے کا اس طرح صف القدمین کے عنوان کا تقاضا ہے کہ ہر نمازی کے دونوں قدم برابر اور قریب ہوں یعنی دونوں قدموں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہو)

تائید از فقہ شافعی:

①،② "وَيُسَنُّ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ بِشِبْرٍ" (اعانۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۵/ حاشیۃ الجمل ج ۳ ص ۲۴۷)

ترجمہ: اور اپنے دونوں قدموں کے درمیان ایک بالشت کے برابر فاصلہ کرنا مسنون ہے۔

③ "وَنُدِبَ التَّفْرِيْقُ بَيْنَهُمَا اَيْ بِاَرْبَعِ اَصَابِعَ...... اَوْبِشِبْرٍ" (اسنی المطالب شرح روض الطالب ج ۲ ص ۳۴۵)

ترجمہ: اور دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ چار انگشت یا ایک بالشت کے برابر مستحب ہے۔

④⑤⑥ "وَيُسَنُّ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ بِشِبْرٍ خِلَافًا لِقَوْلِ الْاَنْوَارِ بِاَرْبَعٍ" (تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ج ۵ ص ۳۲۱/ حاشیۃ البجیرمی ج ۲ ص ۲۹۷/ نہایۃ المحتاج ج ۴ ص ۸۵)

ترجمہ: اور دونوں قدموں کے درمیان ایک بالشت کے برابر فاصلہ کرنا مسنون ہے جب کہ صاحب الانوار نے چار انگشت کا قول کیا ہے۔

⑦ "وَيُسَنُّ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِيْ قِيَامِهٖ وَرُكُوْعِهٖ وَاعْتِدَالِهٖ وَسُجُوْدِهٖ تَفْرِيْقًا وَسَطًا بِاَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا قَدْرُ شِبْرٍ" (شرح ابن رسلان شرح کتاب غایۃ البیان ج ۱ ص ۱۹۱)

ترجمہ: اور نمازی کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں قدموں کے درمیان قیام، رکوع، قومہ، اور سجود میں درمیانہ فاصلہ کرے جو ایک بالشت کی مقدار ہے۔

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں قدموں کے درمیان درمیانہ فاصلہ سنت ہے اور درمیانہ فاصلہ کی مقدار ایک بالشت ہے۔

⑧ "وَسُئِلَ (عَنِ ابْنِ حَجَرِ الْهَيْتَمِيِّ الشَّافِعِيْ) بِمَا صُوْرَتُهٗ مَا الْحُكْمُ فِيْمَا لَوْ تَرَكَ فِي الصَّلٰوةِ حَرَكَتَيْنِ مُتَوَالِيَتَيْنِ ثُمَّ اَرَادَ حَرَكَةً لِشَيْءٍ مَسْنُوْنٍ فِي الصَّلٰوةِ كَاَنْ رَاٰى بَيْنَ قَدَمَيْهِ اَكْثَرَ مِنْ شِبْرٍ وَاَرَادَ تَقْرِيْبَهُمَا اَوْرَاٰهُمَا زَائِلَتَيْنِ عَنْ سَمْتِ الْقِبْلَةِ وَاَرَادَ تَوَجُّهَهُمَا فَاَجَابَ بِقَوْلِهٖ قَدْ صَرَّحُوْا بِاَنَّ تَصْفِيْقَ الْمَرْاَةِ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفْعَ الْمُصَلِّيْ لِلْمَارِّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ بِثَلٰثِ مَرَّاتٍ مُتَوَالِيَةٍ مَعَ كَوْنِهِمَا مَنْدُوْبَتَيْنِ فَيُؤْخَذُ مِنْهُ الْبُطْلَانُ فِيْمَا لَوْ تَحَرَّكَ حَرَكَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ ثُمَّ عَقَّبَهُمَا بِحَرَكَةٍ اُخْرٰى مَسْنُوْنَةٍ وَهُوَ ظَاهِرٌ" (الفتاوی الفقہیہ الکبری ج ۱ ص ۱۶۶)

ترجمہ: علامہ ابن حجر ہیثمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل فتوی پوچھا گیا، اس آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے نماز میں لگا تار دو دفعہ حرکت کی پھر اس کا ارادہ ہے کہ کسی مسنون چیز کے لیے نماز میں ایک اور حرکت کرے جیسے اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے درمیان فاصلہ ایک بالشت سے زیادہ ہے (جب کہ سنت ایک بالشت ہے) اب اس کا

ارادہ ہوا کہ حرکت کر کے دونوں پاؤں کو قریب کرے، یا اس نے دیکھا کہ دونوں قدم قبلہ رخ سے پھرے ہوئے ہیں اور اس کا ارادہ ہے کہ پاؤں کو حرکت دے کر قبلہ رخ کرلے، علامہ ابن حجر نے جواب دیا کہ یہ مسئلہ صراحتہً لکھا ہے کہ لگاتار تین دفعہ عورت کا ہاتھ پر ہاتھ مار کر نماز میں امام کو لقمہ دینا نیز تین دفعہ لگاتار نمازی کے آگے گذرنے والے کو دھکا دینا جائز نہیں حالانکہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عورت کو لقمہ دینا اور نمازی کے آگے گذرنے والے کو روکنا یہ دونوں کام مستحب ہیں لیکن اس کے باوجود لگاتار تین دفعہ ایسا کرنا جائز نہیں اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسی طرح ایک بالشت کے برابر پاؤں کے درمیان فاصلہ سنت ہے پاؤں کا قبلہ رخ ہونا بھی سنت ہے اس کے باوجود اس سنت کی خاطر لگاتار تین مرتبہ حرکت کرنے سے نماز باطل ہوجائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ پاؤں کے درمیان ایک بالشت فاصلہ سنت ہے اس سے زیادہ ہو تو خلاف سنت ہے۔

تائید از فقہ مالکی:

① (فقہ العبادات مالکی ج ۱ ص ۱۶۱) "یُنْدَبُ تَفْرِیْجُ الْقَدَمَیْنِ بِاَنْ یَکُوْنَ الْمُصَلِّیْ بِحَالَةٍ مُتَوَسِّطَةٍ فِی الْقِیَامِ بِحَیْثُ لَا یَضُمُّهُمَا وَلَا یُفَرِّجُهُمَا کَثِیْرًا"

ترجمہ: دونوں قدموں کو قیام میں درمیانی حالت کے ساتھ کشادہ کرنا مستحب ہے یعنی دونوں قدموں کو نہ زیادہ ملائے اور نہ زیادہ کشادہ کرے۔

② (شرح خلیل للخرشی ج ۳ ص ۲۵۵) "ثُمَّ اِنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ تَوْسِیْعَهُمَا عَلٰی خِلَافِ الْمُعْتَادِ کَاقْرَانِهِمَا فَیُکْرَهُ"

ترجمہ: پھر ظاہر یہ ہے کہ معتاد طریقہ سے زیادہ قدموں کو کشادہ کرنا ان کے ملانے کی طرح ہے اس لیے یہ مکروہ ہے۔

③ (منح الجلیل ج ۲ ص ۹۶) "وَکُرِهَ وَضْعُ قَدَمٍ عَلٰی اُخْرٰی لِاَنَّهٗ عَبَثٌ وَاقْرَانُهُمَا اَیْ ضَمُّ الرِّجْلَیْنِ مَعًا کَالْمُقَیَّدِ"

ترجمہ: ایک قدم کا دوسرے قدم کے اوپر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بے فائدہ اور بے ہودہ کام ہے نیز بیڑیاں لگائے ہوئے کی طرح دونوں قدموں کو ملانا اور اکٹھا کرنا بھی مکروہ ہے۔

④ (مواہب الجلیل لشرح مختصر الجلیل ج ۲ ص ۲۶۳) "قَالَ عِیَاضٌ یَعْنِیْ لَایُقْرِنُهُمَا وَیَعْتَمِدُ عَلَیْهِمَا مَعًا بَلْ یُفَرِّقُ بَیْنَهُمَا وَیَعْتَمِدُ اَحْیَانًا عَلٰی هٰذِهٖ وَاَحْیَانًا عَلٰی هٰذِهٖ وَاَحْیَانًا عَلَیْهِمَا وَهُوَ مَعْنٰی یُرَوِّحُ"

ترجمہ: قاضی عیاض نے کہا ہے یعنی دونوں قدموں کو نہ ملائے اور نہ ان دونوں پر لگاتار سہارا کرے، بلکہ دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ کرے اور کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر اور کبھی ان دونوں پر سہارا کرے اور پاؤں کو آرام دینے کا یہی مطلب ہے۔

تائید از فقہ حنبلی:

① (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۲۴) "کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یُفَرِّجُ بَیْنَ قَدَمَیْهِ وَلَا یَمَسُّ اِحْدَاهُمَا بِالْاُخْرٰی وَلٰکِنْ بَیْنَ ذَالِكَ لَا یُقَارِبُ وَلَا یُبَاعِدُ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے درمیان نہ زیادہ کشادگی کرتے اور نہ ایک پاؤں کو دوسرے کے ساتھ لگاتے بلکہ ان دونوں کے درمیان والی حالت کو اختیار کرتے یعنی اپنے دونوں پاؤں کو نہ ایک دوسرے کے زیادہ قریب کرتے اور نہ ایک دوسرے سے زیادہ دور کرتے۔

② (القول الراجح مع الدلیل ج ۲ ص ۸۵) "رَابِعًا تَفْرِقَتُهٗ بَیْنَ قَدَمَیْهِ وَالْقَاعِدَةُ هٰهُنَا اَنَّ الْهَیْئَاتِ فِی الصَّلٰوةِ تَکُوْنُ عَلٰی مُقْتَضَی الطَّبِیْعَةِ

وَلَا تُخَالِفُ الطَّبِيْعَةَ اِلَّا مَادَلَّ النَّصُّ عَلَيْهِ وَالْوُقُوْفُ الطَّبِيْعِيُّ اَنْ يُّفَرِّجَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَكَذَالِكَ فِي الصَّلٰوةِ فَمَا كَانَ عَلٰى غَيْرِ وَفْقِ الطَّبِيْعَةِ يُحْتَاجُ اِلٰى دَلِيْلٍ"

ترجمہ: چوتھی سنت اپنے دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ کرنا اور فاصلہ کرنے کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ نماز کی کیفیات طبیعت کے مقتضی کے مطابق ہوتی ہیں اور طبعی تقاضے کے خلاف وہی کیفیت ہوگی جو مستقل نص سے ثابت ہو، قیام کی حالت میں طبعی تقاضا یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان کشادگی ہو پس نماز میں بھی بحالت قیام طبعی تقاضے کے مطابق قدموں کے درمیان کشادگی اور فاصلہ ہونا چاہئے، پس نماز کی جو کیفیت بھی غیر طبعی ہے وہ دلیل کی محتاج ہے (انسان کا قیام کی حالت میں طبعی تقاضا یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان بلا تکلف معتدل درجہ کا فاصلہ ہو اور اگر کوئی شخص تکلف کر کے غیر طبعی اور غیر فطری طریقہ کے مطابق پاؤں ملائے یا حد اعتدال سے زیاد پھیلائے تو پاؤں کے اس غیر طبعی ملانے یا پھیلانے پر کتاب وسنت سے کوئی صریح اور واضح دلیل پیش کرنی چاہئے)

③ (شرح زاد المستقنع للحمد ج۵ ص۱۵۰) "قَالَ الْاَثْرَمُ رَاَيْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَقَدْ فَرَّجَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ هٰذَا هُوَ الْاَوْلٰى لِاَنَّ قَبْلَ هٰذَا الْفِعْلِ يَجْعَلُ الْقَدَمَيْنِ عَلٰى طَبِيْعَتِهِمَا وَحَيْثُ لَمْ يَرِدْ نَصٌّ فِيْ قَدَمَيْهِ حَالَ الْقِيَامِ فَاِنَّهٗ يُبْقِيْهِمَا عَلَى الطَّبِيْعَةِ"

ترجمہ: امام احمد بن حنبل کے شاگرد اثرم کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبل) کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے قدموں کے درمیان کشادگی کی ہوئی ہے، اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے قدموں کو ان کی طبعی حالت پر کرے اور چونکہ قیام میں پاؤں کے درمیان کی کیفیت کے بارے کوئی نص موجود نہیں اس لئے ان کو طبعی حالت پر باقی رکھے۔

④ (الکافی ص ۲۸۵) "كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ وَلَا يَمَسُّ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے درمیان زیادہ فاصلہ بھی نہ کرتے اور نہ ایک پاؤں کو دوسرے کے ساتھ لگاتے بلکہ ان کے درمیان کی کیفیت کو اختیار کرتے۔

⑤ (کشاف القناع ج۱ ص۱۴۵) "وَتَفْرِيْقُهٗ بَيْنَ قَدَمَيْهِ يَسِيْرًا"

ترجمہ: اور دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑا فاصلہ کرنا مستحب ہے۔

⑥ الاقناع ج۱ ص۱۳۵ ⑦ الشرح الکبیر ج۱ ص۶۰۰ ⑧ المغنی ج۳ ص۱۲۰ ⑨ دلیل الطالب لنیل المطالب ج۱ ص۳۷ ⑩ شرح کتاب الصلوۃ من عمدۃ المطالب ج۱ ص۲۰۹ ⑪ شرح منتہی الارادات ج۱ ص۴۵۵ ⑫ مختصر الانصاف ج۱ ص۱۳۵ ⑬ مطالب اولی النہی ج۳ ص۸۳ ⑭ منار السبیل ج۱ ص۹۲...... فقہاء کی حدیث فہمی اور فقہ دشمن لوگوں کی فقہاء پر طعنہ بازی پر کہنا پڑتا ہے۔

چلی شوخی نہ کچھ باد صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

نماز میں پاؤں زیادہ پھیلانے کی مذمت:

اپنے پاؤں کو ایک بالشت سے زیادہ کشادہ کر کے ساتھ والے نمازی کے پاؤں کے ساتھ اپنے پاؤں ملانا خلاف سنت ہے اور اس میں شرعی لحاظ سے کئی خرابیاں ہیں ایک خرابی یہ ہے کہ نماز میں پاؤں زیادہ پھیلانے سے کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو جاتا ہے حالانکہ پاؤں کی طرح کندھوں کو بھی ملانے کا حکم ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر پاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو تو سجدہ سے سر اٹھا کر اسی طرح پاؤں پھیلانے کی کیفیت کے ساتھ بیٹھنا مشکل ہے اس لیے یہ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب کھڑے ہوتے ہیں تو پاؤں کو پھیلا دیتے ہیں اور جب سجدہ میں جاتے ہیں یا

سجدہ سے اٹھ کر بیٹھتے ہیں تو پاؤں کو ملا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے چاہئے تو یہ کہ پاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھیں کہ قیام اور سجود وقعود کی حالت میں پاؤں کو پھیلانے اور ملانے والی حرکت نہ کرنی پڑے۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ دائیں بائیں اپنے پاؤں اتنے پھیلاتے ہیں کہ اگر وہ اپنے پاؤں کو دونوں طرف سے سمیٹ کر چار انگشت یا زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کا فاصلہ کر کے کھڑے ہوں تو دائیں اور بائیں دونوں طرف سے ایک ایک نمازی کی جگہ خالی نکل آتی ہے جس کو نمازیوں سے پر کرنا چاہئے لیکن یہ حضرات پاؤں پھیلا کو اس کو پر کرتے ہیں۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ جب پاؤں کو پھیلا کر دوسرے نمازی کے پاؤں کے ساتھ اپنا پاؤں ملاتے ہیں تو اس سے ساتھ والا نمازی ملال اور تنگی محسوس کرتا ہے اور دوسرے آدمی کو ملال اور تنگی میں ڈالنا خصوصاً نماز میں یہ از روئے شرع ناجائز اور ممنوع ہے۔

پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس سے ساتھ والے نمازی کا خشوع وخضوع بوجہ تنگی وملال ختم ہو جاتا ہے، اس لیے متعدد محققین اور اہل علم حضرات نے نماز میں زیادہ پاؤں پھیلانے کی مذمت اور تردید کی ہے۔

چھٹی خرابی یہ ہے کہ زیادہ پاؤں پھیلا کر کھڑا ہونا تکبر کی علامت اور تکبرانہ حالت ہے، کسی باعزت جراتمند افسر کے سامنے ذرا اس طرح ٹانگیں چوڑی کر کے کھڑے ہونے کا تجربہ کریں پہلے تو اس طرح کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوگی، اور اگر کھڑا ہو گیا تو پتہ چلنے پر فوراً ڈانٹ پڑ جائے گی، چند تائیدی حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

حوالہ نمبر ا: (الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج ۳ ص ۲۴۵)

"هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُفَرِّجُوْنَ اَقْدَامَهُمْ قَدْ فَهِمُوْا النَّصَّ خَطَأً لِاَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يُلْصِقُ اَحَدُهُمْ كَعْبَهُ فِيْ كَعْبِ اَخِيْهِ لٰكِنْ فَهِمُوْا اَنَّ الْاِنْسَانَ يُفَرِّجُ بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَهٰذَا فَهْمٌ خَاطِئٌ مُخَالِفٌ لِلسُّنَّةِ وَغَلَطٌ لٰكِنَّ مُرَادَ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ يَتَرَاصُّوْنَ حَتّٰى اِنَّ الْاِنْسَانَ يُلْصِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ

صَاحِبِهٖ وَلَمْ يَأْتِ فِي السُّنَّةِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُفَرِّجُوْنَ اَقْدَامَهُمْ اَبَدًا لٰكِنْ هٰذَا مِنْ فَهْمِ الشَّبَابِ ظَنُّوْا اَنَّهُ هُوَ الصَّوَابُ فَصَارُوْا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ وَيَجِبُ اَنْ يُنَبِّهُوْا عَلٰى اَنَّ هٰذَا فَهْمٌ خَاطِئٌ لِلنَّصِّ"

ترجمہ: یہ لوگ جو اپنے قدموں کو زیادہ کشادہ کرتے ہیں انہوں نے حدیث کو غلط سمجھا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے قریب اور برابر کرتا لیکن انہوں نے یہ سمجھا کہ انسان اپنے پاؤں کے درمیان کشادگی کرے، یہ فہم غلط اور خلاف سنت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراد یہ ہے کہ صف میں نمازی مل کر کھڑے ہوں حتی کہ ہر نمازی اپنے ٹخنہ کو اپنے ساتھی کے ٹخنہ کے قریب اور برابر رکھے، اور حدیث میں یہ کہیں نہیں آتا کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان خوب کشادگی کرتے تھے، ہاں بعض نوجوانوں نے یہ سمجھا اور نظریہ بنالیا کہ یہی درست ہے، سو وہ اپنے اس فہم ونظریہ کی بنیاد پر خوب پاؤں پھیلاتے ہیں اور ان کو اس پر متنبہ کرنا لازم ہے کہ یہ فہم ونظریہ نص کے خلاف ہے۔

حوالہ نمبر ۲: (فتاوی الازہر ج ۹ ص ۸۶) "اَلتَّفْرِيْجُ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ" المفتی عطیہ صقر مایو (مئی) ۱۹۹۷ء)

اَلسُّؤَالُ: نَرٰى بَعْضَ الْمُصَلِّيْنَ يُفَرِّجُوْنَ بَيْنَ اَقْدَامِهِمْ بِدَرَجَةٍ كَبِيْرَةٍ وَاِذَا كَانُوْا فِيْ جَمَاعَةٍ اَلْصَقُوْا اَرْجُلَ بَعْضِهِمْ بِاَرْجُلِ الْبَعْضِ الْاٰخَرِ فَتَتَّسِعُ الْمَسَافَةُ بَيْنَ قَدَمَيِ الْمُصَلِّيْ بِصُوْرَةٍ لَافِتَةٍ لِلنَّظَرِ فَمَا رَاْيُ الدِّيْنِ فِيْ ذٰلِكَ؟"

سوال: ہم دیکھتے ہیں بعض نمازیوں کو کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان بہت کشادگی کرتے ہیں اور جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ پاؤں اس طرح ملاتے ہیں کہ نمازی کے دونوں قدموں میں فاصلہ کی حیرت انگیز صورت بن جاتی ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟۔

اَلْجَوَابُ: إِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ يُصَلِّيْ إِمَامًا أَوْمُنْفَرِدًا كَانَ مِنَ السُّنَّةِ
أَلَّا يَضُمَّ قَدَمَيْهِ عِنْدَ الْقِيَامِ فِي الصَّلٰوةِ بَلْ يُفَرِّجُ بَيْنَهُمَا وَذٰلِكَ بِاتِّفَاقِ
الْأَئِمَّةِ أَمَّا الْمَسَافَةُ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ فَقَدَّرَهَا الْحَنَفِيَّةُ بِأَرْبَعِ أَصَابِعَ وَقَدَّرَهَا
الشَّافِعِيَّةُ بِشِبْرٍ وَقَالَ الْمَالِكِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ يَكُوْنُ التَّفْرِيْجُ مُتَوَسِّطًا بِحَيْثُ
لَا يَضُمُّ الْقَدَمَيْنِ وَلَا يُوَسِّعُهُمَا كَثِيْرًا حَتّٰى يَتَفَاحَشَ عُرْفًا وَإِذَا كَانَ
الْمُصَلِّيْ مَامُوْمًا فِي الصَّفِّ فَمِنَ السُّنَّةِ سَدُّ الْفُرَجِ وَتَرَاصُّ الصُّفُوْفِ
وَجَاءَ فِيْ ذٰلِكَ حَدِيْثٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُقِيْمَتِ
الصَّلٰوةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ......إِلٰى قَوْلِهٖ
وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوٗدَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ
بَشِيْرٍ قَوْلُهٗ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ
بِكَعْبِهٖ وَإِلْزَاقُ أَوْ لَزْقُ الْمَنَاكِبِ يَتْبَعُهٗ بِسُهُوْلَةٍ إِلْزَاقُ الْكُعُوْبِ لٰكِنْ لَوْ
تَبَاعَدَتِ الْمَنَاكِبُ اِقْتَضٰى إِلْزَاقُ الْكُعُوْبِ التَّفْرِيْجَ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ
بِمَسَافَةٍ كَبِيْرَةٍ تَتَفَاحَشُ عُرْفًا كَمَا يَقُوْلُ الْمَالِكِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ وَتَزِيْدُ
عَلَى الشِّبْرِ كَمَا يَقُوْلُ الشَّافِعِيَّةُ وَعَلَى الْأَصَابِعِ الْأَرْبَعَةِ كَمَا يَقُوْلُ
الْحَنَفِيَّةُ وَذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ، وَقَدْ يَحْرِصُ بَعْضُ الْأَشْخَاصِ عَلٰى إِلْزَاقِ
الْكُعُوْبِ عَلَى الرَّغْمِ مِنْ تَفَاحُشِ الْمَسَافَةِ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَهُوَ يُرِيْدُ فِعْلَ
سُنَّةٍ فَيَقَعُ فِيْ مَكْرُوْهٍ إِلٰى جَانِبِ مُضَايَقَتِهٖ لِمَنْ بِجِوَارِهِ الَّذِيْ يُحَاوِلُ
ضَمَّ قَدَمَيْهِ لٰكِنَّهٗ يُلَاحِقُهٗ وَيُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ بِصُوْرَةٍ لَا فِتَةِ لِلنَّظَرَةِ
قَدْ يَضَعُ رِجْلَهٗ وَيَضْغَطُ عَلَيْهَا وَمُضَايَقَةُ الْمُصَلِّيْ تَذْهَبُ خُشُوْعَهٗ
أَوْتُقَلِّلُهٗ وَالْإِسْلَامُ نَهٰى عَنِ الضَّرَرِ وَالضِّرَارِ، فَأَرْجُو التَّنَبُّهَ لِذٰلِكَ إِبْقَاءً
عَلَى الْمَوَدَّةِ وَمُسَاعَدَةً عَلَى الْخُشُوْعِ فِي الصَّلٰوةِ"

جواب: اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ جب کوئی آدمی نماز میں امام ہو یا منفرد اس کے لیے
سنت یہ ہے کہ وہ قیام میں اپنے قدموں کو نہ ملائے بلکہ ان کے درمیان کشادگی کرے لیکن یہ
کشادگی کتنی ہو؟، حنفیہ کے نزدیک چار انگشت کے برابر ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک
بالشت ہے اور مالکیہ وحنبلیہ کے نزدیک درمیانہ فاصلہ ہو یعنی نہ دونوں قدموں کو ملائے اور نہ
اتنے زیادہ کشادہ کرے کہ عرفاً قبیح کیفیت بن جائے، اور جب نمازی مقتدی ہو تو سنت ہے
خالی جگہوں کو پُر کرنا اور صفوں کو ملانا، یہ حکم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو بخاری
ومسلم میں ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم کے برابر اور
قریب کرے اور ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے
نعمان بن بشیر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ نمازی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے
ساتھ اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا ہے اگر کندھے ملے ہوئے ہوں تو
ٹخنے بھی آسانی کے ساتھ مل جاتے ہیں اور اگر کندھے ایک دوسرے سے دور ہوں تو پھر ٹخنے
تب مل سکتے ہیں کہ دونوں قدموں کے درمیان بہت فاصلہ ہو اور اتنا فاصلہ کرنا عرفاً قبیح اور برا
ہے، مالکیہ اور حنابلہ کا قول یہی ہے نیز ایک بالشت جس کے شافعیہ قائل ہیں اس سے بھی
فاصلہ زیادہ ہو جائیگا اور چار انگشت جس کے حنفیہ قائل اس سے بھی فاصلہ زیادہ ہوگا (پس اتنا
زیادہ فاصلہ مذاہب اربعہ کے خلاف ہے) یہ مکروہ ہے اور بعض لوگ قدموں کے درمیان فحش
فاصلہ کر کے ٹخنوں کے ملانے کا حرص کرتے ہیں پس وہ ارادہ کرتے ہیں سنت پر عمل کرنے کا
لیکن ارتکاب کرتے ہیں مکروہ کا، کیونکہ اس کے ساتھ والا نمازی اپنے قدموں کے درمیان
مناسب فاصلہ رکھ کر ان کو برابر کرنا چاہتا ہے، لیکن یہ حیرتناک فاصلہ کیفیت کیساتھ اس کو تنگی
میں ڈالدیتا ہے اور کبھی اپنا پاؤں اس کے پاؤں کے اوپر رکھ کر اس کو تنگ کر دیتا ہے، جس سے
اس کا خشوع ختم ہو جاتا ہے یا تھوڑا ہو جاتا ہے اور اسلام نے ضرر رسانی سے منع کیا ہے، پس
اس ضرر رسانی پر آگاہی کے بعد میں امید کرتا ہوں (کہ وہ اس سے احتراز کریں گے) محبت
کو باقی رکھنے کے لیے اور نماز میں خشوع پر معاونت کرنے کے لیے۔

حوالہ نمبر٣:

"تَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ فِي الصَّلٰوةِ مَنْدُوْبَةٌ رَغَّبَ فِيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَثِيْرًا وَكَذٰلِكَ سَدُّ الْفُرَجِ اَوْ تَضْيِيْقُ الْمَسَافَةِ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَجَارِهٖ وَقَدْ صَحَّ فِيْ ذٰلِكَ اَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ الخ

وَعَنْ اَنَسٍ رضى الله عنه كَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ الخ

اِنَّ الْمَطْلُوْبَ بِهٰذِهِ الْاِشَارَاتِ اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا اَنْ يَكُوْنَ الصَّفُّ مُسْتَوِيًا وَذٰلِكَ يَكُوْنُ بِمُحَاذَاةِ الْمَنَاكِبِ وَالْاَقْدَامِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ اَيْ تَكُوْنُ عَلٰى خَطٍّ وَاحِدٍ وَثَانِيْهِمَا سَدُّ الْفُرَجِ وَعَدَمُ وُجُوْدِ مَسَافَةٍ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَاَخِيْهِ وَهُوَ التَّرَاصُّ وَذٰلِكَ يَكُوْنُ بِقُرْبِ الْمَنَاكِبِ وَالْاَقْدَامِ بَعْضِهِمَا مِنْ بَعْضٍ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِلَزْقِ الْقَدَمِ وَضْعَ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى اَوِ الضَّغْطَ عَلَيْهَا لِيَتِمَّ اَوْ يَشْتَدَّ الْاِلْتِصَاقُ فَاِنَّ هٰذِهِ الْحَرَكَةَ تُذْهِبُ خُشُوْعَ الْمُصَلِّيْ وَتُضَايِقُهُ وَالْمُبَالَغَةُ فِيْ ذٰلِكَ تُؤَدِّيْ اِلٰى نُفُوْرٍ وَغَضَبٍ جَاءَ فِيْ فِقْهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ اَنَّهُ يُسَنُّ تَفْرِيْجُ الْقَدَمَيْنِ حَالَ الْقِيَامِ بِحَيْثُ لَا يَقْرِنُ بَيْنَهُمَا وَلَا يُوَسِّعُ اِلَّا بِعُذْرٍ كَسِمَنٍ وَنَحْوِهٖ وَقَدْ اخْتُلِفَ فِيْ تَقْدِيْرِهٖ فِي الْمَذَاهِبِ فَالْحَنَفِيَّةُ قَدَّرُوْا التَّفْرِيْجَ بَيْنَهُمَا بِقَدْرِ اَرْبَعِ اَصَابِعَ وَالشَّافِعِيَّةُ قَدَّرُوْهُ بِقَدْرِ شِبْرٍ وَيُكْرَهُ اَنْ يَقْرِنَ بَيْنَهُمَا اَوْ يُوَسِّعَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَالْمَالِكِيَّةُ قَالُوْا اِنَّ التَّفْرِيْجَ مَنْدُوْبٌ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ بِحَالَةٍ مُتَوَسِّطَةٍ بِحَيْثُ لَا يَضُمُّهُمَا وَلَا يُوَسِّعُهُمَا كَثِيْرًا حَتّٰى يَتَفَاحَشَ عُرْفًا وَوَافَقَهُمُ الْحَنَابِلَةُ عَلٰى هٰذَا التَّقْدِيْرِ" (فتاویٰ الازہر ج٩ ص١٠٨)

ترجمہ: نماز میں صفوں کو برابر کرنا مستحب ہے نبی کریم ﷺ نے اس کی بہت ترغیب دی ہے، اسی طرح خالی جگہوں کو پر کر کے نمازی اور اس کے پڑوسی کے درمیان فاصلہ کم کرنا مستحب ہے اور یہ حکم حضرت انس وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں وارد ہے، ان اشارات کے ساتھ دو امر مطلوب ہیں۔

① ......صف کو برابر کرنا بایں صورت کہ کندھے اور قدم ایک ہی خط پر برابر ہوں۔

② ......خالی جگہوں کو پُر کرنا اور نمازی اور اس کے ساتھ والے نمازی بھائی کے درمیان فاصلہ کا نہ ہونا یہی ہے تراص (مل کر کھڑا ہونا) اور یہ تب ہوسکتا ہے جب کندھے اور قدم قریب قریب ہوں اور قدموں کے ملانے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے پاؤں کو دوسرے کے پاؤں پر رکھ کر دبانا تاکہ پاؤں پورے طور پر مل جائیں کیونکہ یہ حرکت نماز کے خشوع وخضوع کو ختم کرکے اس کو تنگی میں ڈالدے گی اور پاؤں کے ملانے میں مبالغہ کرنا نفرت اور غصہ کو جنم دیتا ہے، چاروں مذاہب فقہ میں ہے کہ قیام کی حالت میں پاؤں کے درمیان کشادگی کرنا مسنون ہے اور یہ کشادگی اس طور پر ہو کہ پاؤں کو نہ زیادہ ملایا جائے اور نہ زیادہ پھیلایا جائے الا یہ کہ عذر ہو جیسے موٹاپا وغیرہ پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار میں مذاہب اربعہ میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک فاصلہ کی مقدار چار انگشت، ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بالشت ہے اور شافعیہ کے نزدیک پاؤں کو ملا دینا یا اس سے زیادہ کشادہ کرنا مکروہ ہے اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک پاؤں کے درمیان متوسط درجہ کی کشادگی کرنا مستحب ہے اس طور پر کہ پاؤں کو نہ زیادہ ملائے اور نہ ان کو اتنا زیادہ کشادہ کرے کہ عرف میں اتنی کشادگی بہت قبیح اور بری محسوس ہوتی ہو (اور درمیانہ درجہ کی کشادگی ایک بالشت ہے)۔

فائدہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں مذاہب میں نماز کے اندر پاؤں کے درمیان فاصلہ کی کم از کم مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے

زیادہ مقدار ایک بالشت ہے اور جس مسئلہ پر مذاہب اربعہ متفق ہوں وہ مسئلہ اجماعی شمار ہوتا ہے، لہذا مندرجہ ذیل امور پر امت کا اجماع ہے ① قیام میں اپنے دونوں پاؤں کو ملا دینا یا چار انگشت سے کم فاصلہ رکھنا مکروہ ہے، اور احادیث میں پاؤں کے ملانے سے دونوں پاؤں کو قریب اور برابر کرنا مراد ہے ② قیام میں ایک بالشت سے زیادہ فاصلہ کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

حوالہ نمبر ۴: (فتاوی علماء حدیث ج ۳ ص ۲۱، فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۶۵/ فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۵۳۹)

غیر مقلدین کے محدث مولانا عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں دائیں بائیں پھیلاتے ہیں پھر سجدہ میں ملاتے ہیں اس حرکت پر مولانا عبد اللہ روپڑی تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر اٹھ کر ملائے جاتے ہیں جیسے جاہلوں کی عادت ہے ایسا جدا کرنا اور ملانا ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلاوجہ پاؤں کو ادھر اُدھر کرنا ناجائز ہے بلکہ تمام نماز میں پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔

امر چہارم:

بحالت قیام پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مذکورہ بالا مقدار جو چار انگشت سے ایک بالشت تک ہے اس میں امام، مقتدی اور منفرد کے لیے ایک حکم ہے یا فرق ہے؟ یا یوں کہہ لیجئے کہ نماز با جماعت اور انفرادی نماز میں پاؤں کے درمیان فاصلہ کے اعتبار سے فرق ہے یا نہیں؟ اس کا جواب کراماتی حافظہ کے حامل شخصیت محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کی زبانی ملاحظہ کیجئے، علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ حنفی مذہب کے مطابق پاؤں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ اور شافعی مذہب کے مطابق ایک بالشت کا فاصلہ بتا کر آگے فرماتے ہیں۔

"وَلَمْ اَجِدْ عِنْدَ السَّلَفِ فَرْقًا بَيْنَ حَالِ الْجَمَاعَةِ وَالْاِنْفِرَادِ فِيْ حَقِّ الْفَصْلِ بِاَنْ كَانُوْا يَفْصِلُوْنَ بَيْنَ قَدَمَيْهِمْ فِي الْجَمَاعَةِ اَزْيَدَ مِنْ حَالِ الْاِنْفِرَادِ وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ اَوْجَدَهَا غَيْرُ الْمُقَلِّدِيْنَ فَقَطْ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ اِلَّا لَفْظُ الْاِلْزَاقِ...... ثُمَّ اِنَّ الْاَمْرَ لَا يَنْفَصِلُ قَطُّ اِلَّا بِالتَّعَامُلِ وَفِيْ مَسَائِلِ التَّعَامُلِ لَا يُؤْخَذُ بِالْاَلْفَاظِ...... وَلَيْسَ الطَّرِيْقُ اَنْ يُّبْنٰى الدِّيْنُ عَلٰى كُلِّ لَفْظٍ جَدِيْدٍ بِدُوْنِ النَّظْرِ اِلَى التَّعَامُلِ، وَمَنْ يَّفْعَلُ ذَالِكَ لَا يَثْبُتُ قَدَمُهٗ فِيْ مَوْضِعٍ وَيَخْتَرِعُ كُلَّ يَوْمٍ مَسْأَلَةً فَاِنَّ تَوَسُّعَ الرُّوَاةِ مَعْلُوْمٌ وَاخْتِلَافُ الْعِبَارَاتِ وَالتَّعْبِيْرَاتِ غَيْرُ خَفِيٍّ...... فَلَا بُدَّ اَنْ يُّرَاعٰى مَعَ الْاِسْنَادِ التَّعَامُلُ اَيْضًا فَاِنَّ الشَّرْعَ يَدُوْرُ عَلَى التَّعَامُلِ وَالتَّوَارُثِ، وَالْحَاصِلُ اَنَّا لَمَّا لَمْ نَجِدِ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ يُفَرِّقُوْنَ فِيْ قِيَامِهِمْ بَيْنَ الْجَمَاعَةِ وَالْاِنْفِرَادِ عَلِمْنَا اَنَّهٗ لَمْ يُرِدْ بِقَوْلِهٖ اِلْزَاقُ الْمَنْكِبِ اِلَّا التَّرَاصَّ وَتَرْكَ الْفُرْجَةِ ثُمَّ فَكِّرْ فِيْ نَفْسِكَ وَلَا تَعْجَلْ اَنَّهٗ هَلْ يُمْكِنُ اِلْزَاقُ الْمَنْكِبِ مَعَ اِلْزَاقِ الْقَدَمِ اِلَّا بَعْدَ مُمَارَسَةٍ شَاقَّةٍ وَلَا يُمْكِنُ بَعْدَهٗ اَيْضًا فَهُوَ اِذَنْ مِنْ مُّخْتَرَعَاتِهِمْ لَا اَثَرَ لَهٗ فِي السَّلَفِ" (فیض الباری ج ۲ ص ۲۳۷)

ترجمہ: پاؤں کے درمیان فاصلہ کے اعتبار سے میں نے سلف میں جماعت اور غیر جماعت کا کوئی فرق نہیں پایا کہ وہ انفرادی نماز سے جماعت میں پاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ کرتے ہوں، فقط غیر مقلدین نے یہ مسئلہ ایجاد کیا ہے کہ انفرادی نماز سے نماز با جماعت میں پاؤں کے درمیان فاصلہ زیادہ کرتے ہیں، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل

نہیں، البتہ ان کے پاس لفظ الالتزاق ہے (جس کا معنی ہے ملانا چمٹانا) اور قاعدہ یہ ہے کہ عملی مسائل میں فقط الفاظ نہیں لئے جاتے بلکہ الفاظ کے ساتھ امت کا تعامل بھی دیکھا جاتا ہے، اور تعامل کا لحاظ کئے بغیر محض الفاظ سے شرعی حکم واضح ہوتا بھی نہیں۔

یہ کوئی طریقہ نہیں کہ تعامل کو نظر انداز کر کے ہر نئے لفظ اور نئی تعبیر پر دین کا مدار رکھ دیا جائے اور جو آدمی ایسا کرے گا وہ ایک جگہ میں ثابت قدم نہیں رہے گا بلکہ وہ ہر روز ایک نیا مسئلہ اختراع کرے گا، کیونکہ احادیث کے مفہوم کو ادا کرنے میں الفاظ کے اعتبار سے روایۃ حدیث میں جو توسع ہے وہ سب کو معلوم ہے اور ایک معنی کے ادا کرنے میں رویۃ کے درمیان عبارات اور تعبیرات کا اختلاف بھی مخفی نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ الفاظ حدیث کے ساتھ تعامل کا بھی اعتبار کیا جائے، کیونکہ شریعت کا دارو مدار تعامل اور توارث پر ہے (اور زیر بحث مسئلہ میں، ہم جب لفظ الالتزاق کے ساتھ تعامل کو لیتے ہیں تو) ہمیں کوئی صحابی اور کوئی تابعی ایسا نہیں ملا جو بحالت قیام پاؤں کے درمیان مقدار فاصلہ میں جماعت اور انفرادی نماز میں فرق کرتا ہو اس سے ہمیں پتہ چل گیا کہ الزاق المنکب (کندھا ملانا) سے کندھے کو بالکل ملا دینا اور چپکا دینا مراد نہیں بلکہ قریب کرنا اور خالی جگہ نہ رکھنا مراد ہے۔

پھر ذرا اپنے دل میں سوچئے اور جلد بازی نہ کیجئے کیا آپس میں پاؤں ملا دینے کے بعد بغیر سخت محنت اور بغیر مشق کے کندھوں کو ملانا ممکن ہے؟، بلکہ سخت محنت و مشق کے بعد بھی ناممکن ہے (کیونکہ پاؤں ملانے کے لیے ان کو دائیں بائیں زیادہ پھیلانا پڑتا ہے جس سے کندھوں کے درمیان اچھا خاصہ فاصلہ بڑھ جاتا ہے، اس لئے الزاق کا معنی ملا اور چپکا دینا نہیں بلکہ قریب اور برابر کرنا مراد ہے) لہذا جماعت میں پاؤں زیادہ پھیلا کر ان کو آپس میں ملا دینا اور انفرادی نماز میں فاصلہ کم کرنا یہ ان لوگوں کی اپنی اختراع ہے سلف کے تعامل میں کہیں اس فرق کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔

امر پنجم:

نماز میں بحالت قیام پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک فاصلہ کرنے میں مرد و عورت برابر ہیں یا ان میں فرق ہے؟، احناف کا جواب یہ ہے کہ اس حکم میں مرد و عورت برابر نہیں بلکہ فرق ہے کہ مرد قیام میں اپنے پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک حسب طبیعت فاصلہ کرے گا اس کے لیے اس سے کم یا زیادہ فاصلہ کرنا مکروہ ہے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے تو دونوں پاؤں کو بالکل ملا دینا اور بھی زیادہ مکروہ ہوگا لیکن عورت کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ وہ قیام کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے، مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ بحالت قیام مرد و عورت پاؤں پھیلانے میں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں پس ان کے نزدیک جس طرح قیام میں مرد کے لیے پاؤں پھیلانا سنت ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی قیام میں اتنے ہی پاؤں پھیلانا سنت ہے مگر انکا یہ نظریہ از روئے شریعت باطل ہے۔

دراصل نماز میں بحالت قیام مرد و عورت کے قدموں کے درمیان فاصلہ کے بارے کوئی صریح حدیث موجود نہیں ہے، البتہ فقہاء کرام نے مختلف احادیث سے مرد و عورت کے حکم کا استنباط کیا ہے، چنانچہ صفوف نماز اور خشوع نماز کے متعلق جو احادیث موجود ہیں ان سے مرد کے قدموں کے درمیان فاصلہ اور مقدار فاصلہ کا استنباط کیا ہے احادیث میں نمازیوں کو حکم ہے کہ وہ صف میں ایک دوسرے کیساتھ ٹخنے، گھٹنے، کندھے، اور گردنیں ملا کر کھڑے ہوں، یہاں ٹخنہ سے قدم مراد ہے اور ملانے سے مراد ہے قدم کو قدم کے قریب اور برابر کرنا جیسے اردو محاورہ ہے قدم کیساتھ قدم ملا کر چلنا یعنی قدموں کو برابر کر کے چلنا خلاصہ یہ کہ ہر نمازی کے دونوں قدم اپنے دائیں بائیں نمازی کے قدم کے قریب اور برابر ہوں اور احادیث میں کندھوں کو قریب اور برابر کرنے کا حکم بھی ہے اب اگر اپنے دونوں پاؤں زیادہ پھیلا کر اپنے دائیں بائیں نمازی کے پاؤں کیساتھ اپنے پاؤں

لگائیں گے تو پاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے کندھوں کے درمیان فاصلہ اور دوری زیادہ ہو جائیگی اس سے ایک تکبرانہ کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے جو نماز کے خشوع وخضوع کے خلاف ہے اور اگر قیام میں پہلے کندھوں کو قریب کر کے اس کے بعد بغیر تکلف کے طبعی حالت پر پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک فاصلہ رکھا جائے تو نمازیوں کے پاؤں بھی قریب ہو جاتے ہیں اور ہر نمازی کے اپنے پاؤں کے درمیان فاصلہ بھی متوسط درجہ کا ہوتا ہے، نیز اس کیفیت میں خشوع وخضوع بھی زیادہ پایا جاتا ہے اور کندھے بھی قریب قریب ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح عورت کے قدموں کے درمیان کی کیفیت بھی صراحتاً حدیث میں مذکور نہیں لیکن حنفی فقہاء نے عورت سے متعلقہ احکام شریعت اور چند احادیث سے عورت کے لیے بحالت قیام پاؤں ملانے والی کیفیت کا استنباط کیا ہے اس کی مختصر وضاحت یہ ہے۔

(۱)......مقدمہ میں امر اول کے عنوان کے تحت عورتوں سے متعلقہ چوبیس (۲۴) احکام شرع کا ذکر ہوا ہے ان سب کی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

(۲)......مرد وعورت کی نماز کے فرق پر مذاہب اربعہ کی معتبر کتب سے سو (۱۰۰) نقول پیش کی ہیں ان سب میں اصل بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

(۳)......غیر مقلدین کی فقہ سے مرد وعورت کے فرق پر پانچ (۵) نقول پیش کی ہیں ان میں بھی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

(۴)......عورتوں کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت چھاتی تک ہاتھ اٹھانے پر آٹھ (۸) احادیث وآثار پیش کیے ہیں اس میں بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

(۵)......رکوع وسجود میں عورت کے سمٹ کر رکوع وسجود کرنے پر چودہ (۱۴) احادیث وآثار پیش کیے ہیں بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

(۶)......قعدہ میں عورت کے تورک کرنے پر سترہ (۱۷) احادیث وآثار نقل کیے ہیں بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

(۷)......متعدد اہل علم محققین نے صراحت کی ہے کہ عورت اپنے تمام احوال نماز میں جسم کو سمٹا اور سکڑا ہوا رکھے، چنانچہ شرح الاقناع میں ہے کہ عورت مرد کی طرح ہے "اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَجَمِيْعِ اَحْوَالِ الصَّلٰوةِ" بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۹)

نیز ملاحظہ کیجئے (الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ ج ۱ ص ۷۳/حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۴۸/بلغۃ السالک ج ۱ ص ۲۱۸/فقہ العبادات مالکی ج ۱ ص ۱۶۵/شرح شروط الصلوۃ وارکانہا محمد بن عبد الوہاب ج ۱ ص ۳۸/الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۸۲/اس کی بنیاد بھی عورت کا ستر بدن ہے)۔

جب عورت کے احکام نماز وغیرہ کی بنیاد در اصل "عورت کے لیے ستر بدن" ہے تو عورت کی جو کیفیت نماز صراحتاً حدیث میں مذکور نہیں اس میں اسی ستر بدن والے اصول کو بنیاد بنا کر عورت کے لیے وہ کیفیت متعین کی جائے گی اور اسی کو عورت کے حق میں مطلوب شرعی قرار دیا جائے گا جس میں اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر بدن ہو زیر بحث مسئلہ میں بحالت قیام عورت کے لیے پاؤں کی کیفیت کا کسی حدیث میں بھی صراحتاً ذکر نہیں، اندریں حالت دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت، مردوں کی طرح پاؤں کو پھیلائے اور پاؤں کے درمیان فاصلہ کرے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت قیام کے وقت اپنے قدموں کو ملا کر کھڑی ہو پہلی صورت میں عورت کے لیے کشف بدن ہے جبکہ دوسری صورت میں ستر بدن ہے، پس عورت کے لیے ستر بدن والے اصل شرعی کا تقاضا ہے کہ عورت نماز کے اندر بحالت قیام اپنے قدموں کو ملا کر کھڑی ہو۔

میرے بھی پانچ سوال ہیں:

غیر مقلدین کے نزدیک دین میں خود نبی کی رائے بھی حجت نہیں اپنے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے پانچ سوالات کا جواب دیں۔

①......غیر مقلدین کے نزدیک الزاق سے مراد ہے نماز میں ٹخنوں، گھٹنوں اور کندھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا اور لگا دینا اس پر صحیح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

②......نمازیوں کے ٹخنے ملے ہوئے ہوں اور کندھوں کے درمیان فاصلہ ہو اس پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

③......ہر نمازی کے اپنے پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟، صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے جواب دیں۔

④......نماز باجماعت میں اپنے پاؤں کے درمیان فاصلہ زیادہ کرنا اور انفرادی نماز میں فاصلہ کم کرنا، اس فرق پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

⑤......پاؤں پھیلانے کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے اس پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں، ورنہ اقرار کرلیں کہ ہم اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، احناف اپنے امام کی اجتہادی رائے پر عمل کریں تو وہ اہل رائے بن جائیں اور غیر مقلدین اپنی رائے پر عمل کریں پھر بھی اہل حدیث؟۔

؎ مئے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیز گاریاں نہ گئیں

؎ شب کو مئے خوب سی پی، صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی

مرد و عورت کی نماز کے فرق پر تقابلی خاکہ:

عورت کے لیے نماز میں متعدد ایسی کیفیات ہیں جن کا اثباتاً یا نفیاً احادیث مبارکہ میں کوئی ذکر نہیں البتہ فقہاء کرام نے ''عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے'' کے شرعی اصول کی بنیاد پر ان کیفیات کا تعین کر کے منشاء شریعت کو پورا کیا ہے، اور جب عورتوں کی ان کیفیات نماز میں ستر بدن مطلوب شرعی ہے اور یہی ان کی بنیاد ہے تو عورتوں کی ان کیفیات کا مردوں کی کیفیات سے مختلف ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے، مرد و عورت کی نماز میں فرق کے سلسلہ میں متنازع مسائل کے تفصیلی جائزہ کے بعد آگے مرد و عورت کی نماز میں منصوص و غیر منصوص دونوں قسم کے فروق کا ایک اجمالی تقابلی خاکہ پیش خدمت ہے، اس کا ماخذ دو کتابیں ہیں ایک السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ جس میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے مختلف کتب فقہ کے حوالہ سے متعدد فروق جمع کئے ہیں دوسری کتاب عمدۃ الفقہ مولفہ السید حضرت مولانا زوار حسین شاہ صاحب، یہ یاد رہے کہ احادیث میں جو عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ سمٹ کر نماز پڑھیں، یہ فروق دراصل اسی سمٹنے اور سکڑنے کی تفصیل ہے اور اصول شریعت کی روشنی میں اس سوال کا جواب ہے کہ عورت نماز میں کیسے سمٹے اور کیسے سکڑے؟۔

ضروری نوٹ:

اس نقشہ میں راقم الحروف نے ایک خانہ غیر مقلدین کے لیے خالی چھوڑ دیا ہے تا کہ جس فرق پر ان کو اعتراض ہو وہ اس فرق کیلئے نیچے دیئے گئے خالی خانہ میں ایسی صریح مرفوع متصل حدیث تحریر فرما دیں جس میں صراحت ہو کہ اس کیفیت میں مرد و عورت برابر ہیں اس میں مرد و عورت کے لحاظ سے فرق کرنا غلط ہے، ہمارا وعدہ ہے کہ مطلوبہ حدیث

سامنے آجانے کے بعد ہم اپنی کتاب سے حرف غلط کی طرح اس فرق کو ختم کردیں گے اور غیر مقلدین کا شکریہ بھی ادا کریں گے بشرطیکہ اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے حدیث میں شامل کرکے اس پر خالص حدیث رسول ﷺ کا لیبل لگا کر نہ دھوکہ دیں اور نہ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولیں ورنہ وہ فرق جوں کا توں باقی رہے گا اور غیر مقلدین کذب علی النبی (ﷺ) اور دھوکہ دہی کے ڈبل مجرم بھی ہونگے۔

غیر مقلدین کی رائے کے مقابلہ میں مسلمہ مجتہدین وفقہاء کی رائے ہزاروں درجے بہتر ہے۔

تکبیر تحریمہ:

مرد کا طریقہ نماز	عورت کا طریقہ نماز
(۱) مرد تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں	(۱) عورت تکبیر تحریمہ کے وقت اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں پستانوں کے برابر اور انگلیاں کندھوں کے برابر ہوں
(۲) مرد تکبیر تحریمہ کے وقت چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر رفع یدین کرے ہاں اگر عذر ہو تو پھر باہر نہ نکالے۔	(۲) عورت تکبیر تحریمہ کے وقت چادر، دوپٹہ وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالے بلکہ چادر وغیرہ کے اندر رفع یدین کرے۔
(۳) مرد تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو طبعی حالت پر چھوڑ دے تکلف کرکے نہ کشادہ کرے اور نہ ملائے۔	(۳) عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو ملائے۔
خالی خانہ	

قیام:

(۴) مرد قیام میں دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر رکھ کر انگوٹھے اور چھنگلی کا حلقہ بنا کر پونچے کو پکڑے اور تین انگلیوں کو کلائی پر رکھے۔	(۴) عورت قیام میں دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں ملا کر دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر رکھدے نہ حلقہ بنائے نہ پونچے کو پکڑے بلکہ پانچ انگلیاں سیدھی رکھدے۔
(۵) مرد قیام میں ہاتھ ناف کے نیچے متصل باندھے۔	(۵) عورت قیام میں ہاتھ پستانوں کے نیچے باندھے۔
(۶) مرد قیام میں اپنے پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک طبعی فاصلہ رکھے۔	(۶) عورت قیام میں اپنے دونوں پاؤں کو ملائے۔
(۷) مرد قیام میں بازو اور کہنیاں نہ سکیڑے بلکہ کشادہ کرے۔	(۷) عورت قیام میں بازو اور کہنیاں سکیڑے۔
خالی خانہ	

قراءۃ:

(۸) مرد اکیلا ہو تو جہری نماز میں اس کے لیے جہراً قراءۃ کرنا افضل ہے واجب نہیں۔	(۸) منفرد عورت کے لیے جہری نماز میں قراءۃ جہراً کرنا مکروہ ہے۔
(۹) مرد امام ہو تو جہری نماز میں جہر کرنا اس پر واجب ہو۔	(۹) عورت امام ہو تو اس کی جماعت اور قراءۃ جہراً مکروہ تنزیہی ہے۔
خالی خانہ	

رکوع:

⑩ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ ہتھیلیوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھدے اور انگلیاں گھٹنوں سے نیچے ہوں۔	⑩ عورت رکوع میں اتنی جھکے کہ ہتھیلیاں رانوں پر اور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر ہوں۔
⑪ مرد رکوع میں اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں پر ٹیک لگائے۔	⑪ عورت رکوع میں اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں پر ٹیک نہ لگائے۔
⑫ مرد رکوع میں اپنی انگلیوں کو کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑے۔	⑫ عورت رکوع میں انگلیوں کو نہ کشادہ کرے نہ گھٹنوں پکڑے بلکہ ملا کر رانوں پر رکھے۔
⑬ مرد رکوع میں بازو اور کہنیاں اپنے پہلو سے جدا رکھے۔	⑬ عورت رکوع میں سر کو ذرا اونچا رکھے سرین کے برابر نہ کرے۔
⑭ مرد رکوع میں سر اور سرین کو برابر کرے۔	⑭ عورت رکوع میں سر کو ذرا اونچا رکھے سرین کے برابر نہ کرے۔
⑮ مرد رکوع میں اپنی کمر کو ہموار اور برابر رکھے۔	⑮ عورت رکوع میں کمر کو برابر نہ کرے بلکہ ڈھلوان کی شکل میں ہو۔
⑯ مرد رکوع میں گھٹنے، پنڈلیاں اور رانیں بالکل سیدھی کرے۔	⑯ عورت رکوع میں گھٹنوں کو تھوڑا سا خم دے سیدھے نہ کرے۔
خالی خانہ	

سجدہ رحمۃ اللہ علیہ

⑰ مرد سجدہ کے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ رکھ کر سجدہ کرے۔	⑰ عورت سجدہ کے وقت پہلے بیٹھ کر دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھ جائے پھر سجدہ کرے۔
⑱ مرد سجدہ میں اپنا سر گھٹنوں سے دور زمین پر رکھے۔	⑱ عورت سجدہ میں اپنا سر گھٹنوں کے قریب زمین پر رکھے۔
⑲ مرد سجدہ میں اپنے بازو پہلو اور بغلوں سے دور رکھے اور بغلوں کو ظاہر کرے۔	⑲ عورت سجدہ میں اپنے بازوں کو بغلوں سے ملائے اور بغلوں کو چھپائے۔
⑳ مرد سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے۔	⑳ عورت سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھائے۔
㉑ مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھے۔	㉑ عورت سجدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے۔
㉒ مرد سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرے۔	㉒ عورت سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ نہیں کرے گی۔
㉓ مرد سجدہ میں اپنی پنڈلیوں اور رانوں کو برابر رکھے۔	㉓ عورت دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی کے اوپر رکھے اور رانوں کو برابر نہ کرے۔
㉔ مرد سجدہ میں سرینوں کو اوپر اٹھائے۔	㉔ عورت سجدہ میں سرینوں کو مردوں کی طرح اوپر نہ اٹھائے۔
㉕ مرد سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے، رانوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو زمین سے جدا رکھے۔	㉕ عورت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور پنڈلیوں کو زمین کے ساتھ ملادے۔

مرد	عورت
(۲۶) مرد دو سجدوں کے درمیان دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے بچھا کر اس پر بیٹھے۔	(۲۶) عورت دونوں پاؤں کو دائیں جانب باہر نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔
(۲۷) مرد سجدہ سے اپنے قدموں کے سینہ کے بل کھڑا ہوگا۔	(۲۷) عورت سجدہ سے اٹھ کر پہلے بیٹھ جائے اور قدم سیدھے کر کے بعد میں کھڑی ہو۔
(۲۸) مرد سجدہ میں حسب طبیعت جسم کو کشادہ رکھے۔	(۲۸) عورت سجدہ میں حسب استطاعت جسم کو سمیٹے اور سکڑے۔
(۲۹) مرد سجدہ میں پاؤں ، پنڈلیاں ، کمر، کندھے، سیدھے رکھے دائیں یا بائیں طرف مائل نہ ہوں۔	(۲۹) عورت سجدہ میں پاؤں دائیں طرف باہر نکال کر قدرے بائیں طرف مائل ہو کر سجدہ کرے گی۔
خالی خانہ	

قعدہ:

مرد	عورت
(۳۰) مرد قعدہ میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھے یعنی افتراش کرے۔	(۳۰) عورت دونوں پاؤں دائیں طرف باہر نکال کر بائیں سرین کے اوپر بیٹھے۔
(۳۱) مرد قعدہ میں دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے۔	(۳۱) عورت قعدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ نہیں کرے گی۔
(۳۲) مرد قعدہ میں ہاتھ کی انگلیوں کو طبعی حالت پر رکھے نہ ملائے اور نہ کشادہ کرے۔	(۳۲) عورت اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملائے۔
خالی خانہ	

جماعت:

مرد	عورت
(۳۳) مرد کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا افضل اور بلا عذر گھر میں پڑھنا مکروہ۔	(۳۳) عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل مسجد میں جا کر پڑھنا مکروہ۔
(۳۴) مرد پر مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہے۔	(۳۴) عورت کا گھر میں انفرادا نماز پڑھنا افضل، گھر یا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ۔
(۳۵) مرد کے لیے اگلی صف بہتر اور پچھلی صف کمتر۔	(۳۵) عوت کے لیے پچھلی صف بہتر اور اگلی صف کمتر۔
(۳۶) مردوں کی صف، بچوں سے آگے ہو۔	(۳۶) عورتوں کی صف بچوں سے پیچھے ہو۔
(۳۷) مرد کا صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	(۳۷) عورت کا صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔
(۳۸) مرد اپنے امام کو سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دے۔	(۳۸) عورت زبان کیساتھ لقمہ نہ دے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے۔
(۳۹) مرد سجود میں عورتوں سے پہلے سر اٹھائیں۔	(۳۹) عورتیں سجود میں مردوں کے بعد سر اٹھائیں۔
(۴۰) مرد مؤذن اور مکبر بن سکتا ہے۔	(۴۰) عورت مؤذن اور مکبر نہیں بن سکتی۔
(۴۱) مرد امام کے لیے سنت یہ ہے کہ آگے کھڑا ہو۔	(۴۱) عورت امام ہو تو وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو۔
(۴۲) مردوں کی جماعت کے لیے اذان و اقامت کہنا سنت ہے۔	(۴۲) عورتوں کی جماعت کے لیے اذان و اقامت کہنا خلاف سنت ہے۔

⑭ مرد، عورتوں اور مردوں دونوں کا امام بن سکتا ہے۔	⑭ عورت، مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔
خالی خانہ	

"مرد وعورت کی نماز میں فرق متفقہ مسائل کی روشنی میں" کے عنوان کے تحت گذشتہ صفحات میں کچھ فروق ذکر کیے ہیں ان کو بھی دیکھ لیجیے اور مزید فرق معلوم کرنے کے لیے عمدۃ الفقہ جلد اول کا مطالعہ کیجیے!

اعتراض:

حدیث شریف میں ہے "صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ" (تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے) یہ حکم مرد وزن سب کو شامل ہے، جب مردوں اور عورتوں کو حکم ہے، وہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھیں تو مرد وعورت کی نماز ایک جیسی ہوئی اس لیے مرد وعورت کی نماز میں فرق کرنا غلط ہے کہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

تمہید برائے جواب:

بعض دفعہ ایک بات مکمل ہوتی ہے اور صحیح ہوتی ہے لیکن جب اس کے سیاق وسباق کو چھوڑ کر اور سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک جملہ الگ کر لیا جائے تو بات کچھ کی کچھ بن جاتی ہے، مثلاً خالد کہتا ہے "میں اللہ کو عیسیٰ کا باپ نہیں مانتا" بات بالکل صحیح ہے لیکن اس سے اگر کوئی آدمی درمیان سے "عیسیٰ کا باپ" ہٹا کر جملہ یوں بنادے "میں اللہ کو نہیں مانتا" پھر پروپیگنڈا شروع کردے کہ خالد خدا کا منکر ہے اور کافر ہے تو بہت بڑا دھوکہ جھوٹ اور بہتان ہے، یا خالد کہتا ہے میں عیسیٰ کو آخری نبی نہیں مانتا یہ بات بالکل صحیح ہے لیکن ایک آدمی اس میں سے "آخری" لفظ چھوڑ کر یوں جملہ نقل کرتا ہے کہ میں عیسیٰ کو نبی نہیں مانتا، پھر خالد

پر کفر کا فتویٰ داغ دیتا ہے کہ یہ کافر ہے کیونکہ یہ عیسیٰ کو نبی نہیں مانتا تو یہ دھوکہ اور جھوٹ ہے، خالد تو کہتا ہے میں عیسیٰ کو آخری نبی نہیں مانتا یہ سچ ہے، اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔

ایک عیسائی نے دعویٰ کیا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ اللہ عیسیٰ بن مریم ہے، اس نے چھٹے پارے سے یہ الفاظ پڑھے "إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ" بے شک اللہ عیسیٰ بن مریم ہے، جاہل اور کچے عقیدے والے مسلمان سن کر بڑے پریشان ہو گئے اتنے میں ایک عالم کھڑا ہوا اور اس نے کہا ذرا اس کا سیاق وسباق بھی دیکھو اس سے پہلے ہے "لَقَدْ كَفَرَ" یعنی البتہ پکی بات ہے کہ وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عیسیٰ بن مریم ہے اور اس میں بھی الوہیت عیسی کی تردید ہے "قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا الخ" لیکن اس نے جاہل لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے سیاق وسباق کو چھوڑ کر ایک جملہ نقل کر دیا ان تینوں مثالوں میں پوری بات سے کانٹ چھانٹ اور قطع وبرید کر کے جو جملے الگ نقل کئے گئے وہ اس کلام میں موجود ہیں لیکن جب کتر وبیونت اور قطع وبرید کر کے اپنے جھوٹ کو ان جملوں کے پردے میں پیش کیا گیا تو بات کتنی بدل گئی کہ جو ایمان والی بات تھی وہ کفر بن گئی، غیر مقلدین مہربانوں نے اس حدیث کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث طویل تھی لیکن غیر مقلدین حضرات نے سیاق وسباق کو چھوڑ کر اس میں سے ایک جملہ الگ کر کے اپنی ذاتی رائے کو اس جملہ کے غلاف میں لپیٹ کر حدیث کا لیبل لگا کر حدیث کے نام سے اپنی ذاتی رائے منوانے کی کوشش کی ہے اور اگر پوری حدیث کو سامنے رکھ کر صلوا کما رایتمونی اصلی کو اس کے سیاق وسباق کے ساتھ ملا کر غور کیا جائے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائیگا۔

پتہ چل جائیگا کہ حدیث کا مفہوم کچھ اور ہے اور غیر مقلدین جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کچھ اور ہے، ذیل میں مختلف کتب حدیث کے حوالہ سے پہلے وہ پوری حدیث ملاحظہ کریں پھر ہم اس میں غور وفکر کرنے کی آپ کو دعوت دیں گے۔

①......السنن الکبری للبیہقی ج ا ص ۳۷۰ اور صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۹۵ میں ہے

" عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا اِشْتَهَيْنَا اَهْلِيْنَا وَاشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّا تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهَالِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ اَشْيَاءَ اَحْفَظُهَا وَاَشْيَاءَ لَا اَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ "

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث فرماتے ہیں ہم نوجوان جو (عمر، علم اور قراءۃ قرآن میں) قریب قریب تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے چونکہ رسول اللہ ﷺ رحم دل اور رقیق القلب تھے جب آپ کو پتہ چلا کہ ہمیں اپنی ازواج واولاد کی طرف خواہش اور شوق ہے تو آپ نے ہم سے ان کے متعلق پوچھا جن کو ہم اپنے بعد چھوڑ کر آئے تھے ہم نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اپنے اہل واولاد کی طرف لوٹ جاؤ ان میں قیام کرو ان کو سکھاؤ اور ان کو حکم دو (ابو قلابہ کہتے ہیں) کہ مالک بن حویرث نے متعدد اشیاء کا ذکر کیا جن میں سے کچھ مجھے یاد ہیں اور کچھ یاد نہیں نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بتایا کہ تم مرد اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے نماز پڑھتے مجھے دیکھا ہے پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

②......(صحیح بخاری ج ا ص ۹۴) "بَابُ اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ، (الاحکام الشرعیۃ الکبری ج ۲ ص ۱۲۷) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهٗ نَحْوًا

مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِیْ حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ "

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس راتوں کے قریب ٹھہرے چونکہ نبی کریم ﷺ رحم دل تھے اس لیے آپ نے فرمایا اگر تم اپنے علاقے کی طرف لوٹ جاؤ اور تم اپنے اہل کو سکھا چکو تو ان کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اور اس وقت میں پڑھیں پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

③......(صحیح بخاری ج ا ص ۸۷، ج ا ص ۸۸) "بَابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِ اِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْنَا النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا اَهْلَنَا وَقَدِ اشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ اَشْيَاءَ اَحْفَظُهَا اَوْ لَا اَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ "

ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نوجوان (عمر، علم اور قراءۃ قرآن میں) قریب قریب تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رات ٹھہرے چونکہ رسول اللہ ﷺ رحم دل اور رقیق القلب تھے اس لیے جب

آپ کو پتہ چلا کہ ہمیں اپنے اہل واولاد کی طرف خواہش اور رغبت ہے تو آپ نے ہم سے ان افرادخانہ کا حال پوچھا جن کو ہم اپنے بعد چھوڑ کر آئے تھے ہم نے آپ کو خبر دی تو فرمایا اپنے اہل واولاد کی طرف لوٹ جاؤ ان میں قیام کرو اور ان کو سکھاؤ اور ان کو حکم دو (ابوقلابہ کہتے ہیں) مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے متعدد اشیاء کا ذکر کیا جن میں سے کچھ مجھے یاد ہیں اور کچھ یاد نہیں (اور رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان یہ ذکر کیا کہ) تم مرد ویسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے، پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

تشریح حدیث:

صحیح بخاری کے دوعظیم شارح علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

(ا)...... یہاں پر اہل سے مراد ان نوجوانوں کی صرف بیویاں یا بیوی اور بچے دونوں ہیں، چنانچہ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۰ باب اذا استووا فی القراءۃ میں صراحت ہے "**واشتاقوا الی اهليهم و اولادهم**" (اور وہ اپنی بیویوں اور اولادوں کی طرف راغب ہوگئے) اور عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۵ کتاب اخبار الاحاد میں ہے "**والمراد بالاهل زوجات او اعم عن ذالك**" (اور اہل سے مراد بیویاں ہیں یا بیویاں اور بچے مراد ہیں) اور فتح الباری لابن حجر ج ۱۳ ص ۲۹۳ کتاب اخبار الاحاد میں ہے "**والمراد باهل كل منهم زوجته او اعم من ذالك**" (ان میں سے ہر ایک کے اہل سے مراد اس کی بیوی مراد ہے یا اس سے عام ہے یعنی بیوی اور بچے دونوں۔

(ب)...... "عَلِّمُوْهُمْ" کی علامہ عینی یوں وضاحت کرتے ہیں "**علموهم الشرائع**" یعنی اپنی بیویوں اور اولادوں کو شریعت کے احکام ومسائل سکھاؤ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۰) مروهم میں مذکر ضمیر غائب نیز حدیث نمبر ۲ میں "**فليصلوا**" صیغہ مذکر لفظ

اہل کے مذکر ہونیکی وجہ سے ہے اور ان کا مصداق ازواج یا ازواج واولاد دونوں ہیں مطلب یہ کہ ازواج واولاد کو حکم دو کہ وہ فلاں وقت میں نماز اس طرح پڑھا کریں، اور علامہ ابن حجر عسقلانی مروهم (تم مردان ازواج کو حکم دو) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، یہاں پر نبی کریم ﷺ کا فرمان "ان کو حکم کرو" عام ہے یہ ان امور کو بھی شامل ہے جن کے کرنے کا حکم ہے اور ان امور کو بھی شامل ہے جن سے بچنے اور نہ کرنے کا حکم ہے پس مروهم کا لفظ امر اور نہی دونوں کو شامل ہے (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۹۳ کتاب اخبار الاحاد) اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان نوجوانوں کو جو مسائل شریعت سکھائے تھے ان میں کچھ اوامر تھے اور کچھ نواھی یعنی کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے منع کیا۔

پھر آپ ﷺ نے ان نوجوانوں کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر اپنی ازواج کو وہ دونوں قسم کے مسائل سکھائیں اور ان کو عمل کرنے کا حکم دیں لیکن ان اوامر ونواھی کی، یہاں پر تفصیل موجود نہیں عین ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو عورتوں والی کیفیات کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو اور مردوں والی کیفیات سے منع کیا ہو۔

(ج)...... حضرت مالک بن حویرث نے اپنے شاگرد ابوقلابہ کو جو مسائل بتائے اور وہ ان کو یاد رہ گئے ان میں سے تین حکم مذکورہ بالا حدیثوں میں مذکور ہیں ان میں سے دو حکم کا تعلق مردوں کے ساتھ ہے ① **صلوا كما رايتمونى اصلى** جیسا کہ حدیث نمبر ۱ اور حدیث نمبر ۳ میں ہے ② نماز با جماعت کا حکم چنانچہ مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک آدمی اذان کہے اور جو ان میں بڑا ہو وہ امامت کرائے ③ تیسرے حکم کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ میں ہے "**مروهم فليصلوا بصلوة كذا فى حين كذا**" تم نوجوان یعنی مرد حضرات اپنی عورتوں کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اور فلاں وقت میں پڑھیں لیکن ان تینوں حکموں میں اجمال ہے کیونکہ مالک بن حویرث وغیرہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کو بچشم خود دیکھا ہے اس لیے ان کے لیے یہ حکم واضح ہے اور جنہوں نے نہیں دیکھا ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے جس کی ان

کے لیے وضاحت کی ضرورت ہے جو اس حدیث میں مذکور نہیں اسی طرح اذان کون کہے اس کی صفات بھی مذکور نہیں اور امام کی بڑائی کا معیار کیا ہے اس میں کن صفات کا اعتبار ہے یہ بھی مجمل ہے ایسے ہی عورتوں کو جن چیزوں کا حکم دیا گیا اور جن سے روکا گیا خصوصاً نماز کے متعلقہ اوامر ونواھی میں بھی اجمال ہے ان تینوں احکامات کی تفصیل کے لیے دوسری ان احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن میں ان احکامات کی تفصیل ہے۔

جواب نمبرا:

تشریح حدیث کے بعد اگر اس میں غور کیا جائے تو واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ غیر مقلدین کی یہ رائے کہ اس حدیث میں مردوں اور عورتوں سب کو علی الاطلاق پورے طور پر ایک جیسی نماز پڑھنے کا حکم ہے خود اس حدیث کے لحاظ سے غلط ہے کیونکہ ① صلوا امر کا صیغہ ہے اور اس سے پہلے چار اور بھی امر کے صیغے ہیں ارجعوا (تم لوٹ جاؤ) فاقیموا فیھم (تم ان میں ٹھہر جاؤ) علموھم (تم ان کو سکھاؤ) مروھم (تم ان کو حکم دو) آگے حکم ہے صلوا کمارایتمونی اصلی (تم نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے) اس کے بعد ایک اور حکم ہے "فاذا حضرت الصلوۃ فلیوذن لکم احدکم ولیومکم اکبرکم" ان سات قسم کے احکامات میں سے صلوا سے پہلے والے چار حکموں کے اور صلوا کے بعد اذان وامامت کے دو حکموں کے مخاطب بالاتفاق مرد ہیں لوٹنے کا حکم مردوں کو دیا گیا اہل میں ٹھہرنے کا حکم بھی مردوں کو ہے اہل کو سکھانے کا حکم بھی مردوں کو ہے عمل وطاعت کے حکم کرنے کے مخاطب بھی مرد ہیں، اذان وامامت کا حکم بھی مردوں کو ہے اسی طرح صلوا کما رایتمونی اصلی کا حکم بھی مردوں کو ہے۔

اگر عورتیں بھی صلوا کمارایتمونی اصلی کے حکم میں علی الاطلاق شامل ہیں تو پھر باقی چھ حکموں میں بھی شامل ہونی چاہئیں کیونکہ ان ساتوں حکموں کے مخاطب ایک ہی ہیں تو عورتوں کے کون اہل ہیں جن کی طرف لوٹ کر جائیں گی ان میں ٹھہریں گی ان کو

سکھائیں گی ان کو عمل وطاعت کا حکم کریں گی پھر نماز کے وقت ایک عورت اذان کہے گی اور ان میں جو بڑی عورت ہے وہ امامت کرائے گی اگر صلوا کے حکم میں عورتوں کو شامل کر کے مردوں اور عورتوں کی نماز کو ایک جیسا ثابت کرنا ہے تو پھر صلوا کے سیاق وسباق میں چھ دوسرے احکامات میں بھی عورتوں کو شامل کر کے مردوں اور عورتوں میں برابری ہونی چاہیے۔

کیا اچھا ہو کہ جامع مسجد اہل حدیث میں ایک دن مرد اذان کہے دوسرے دن عورت اذان کہے ایک دن بڑا آدمی امامت کرائے دوسرے دن عورت امامت کرائے اور سب اہلحدیث مرد وزن اس کے پیچھے نماز ادا کریں اور ان چھ حکموں میں عورتیں شامل نہیں تو پھر نماز کی مردانہ کیفیات میں بھی عورتیں شامل نہیں دونوں کی کیفیات نماز جدا جدا ہیں جن کی تفصیل دوسری مفصل احادیث میں موجود ہے اور وہ احادیث ماقبل کے تفصیلی جائزہ میں گذر چکی ہیں اس کی تائید فضیلۃ الشیخ المحدث المفسر عطیہ محمد سالم کی تحقیق سے ہوتی ہے، موصوف نے پہلے نماز میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اعضاء کو کشادہ کرنے کا احادیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے پھر دوسرے مرد حضرات کے لیے بھی مجافات (اعضاء کو کشادہ کرنا) کا احادیث سے حکم بیان کیا ہے پھر مجافات کے لزوم پر صلوا کما رایتمونی اصلی سے استدلال کیا ہے اس کے بعد فرمایا" ونبھنا علی ان ھذا بالنسبۃ للرجال دون النساء " (ترجمہ) اور ہم نے اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ نماز میں رکوع وسجود اور دیگر کیفیات نماز میں مجافات کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں، لہذا مجافات والے حکم کے اعتبار سے صلوا کما رایتمونی اصلی کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں اور اس پر بطور قرینہ یزید بن ابی حبیب کی حدیث پیش کی ہے (شرح بلوغ المرام للشیخ عطیہ محمد سالم ج۶۴ ص۱۰) یزید بن ابی حبیب کی حدیث مرد وعورت کے رکوع وسجود میں فرق کے تحت تائیدی دلائل میں تیسری دلیل ہے، وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

جواب نمبر۲:

مالک بن الحویرث ؓ کی پوری حدیث کو مختلف کتب حدیث کے حوالہ سے جب سامنے رکھ کر غور کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس حدیث میں مردوں اور عورتوں کے لیے نماز کا جدا جدا حکم ہے، مردوں کے لیے حکم ہے صلوا کما رایتمونی اصلی اور عورتوں کے لیے حکم ہے مروھم فلیصلوا بصلوۃ کذا یہ دونوں حکم مجمل ہیں اگر کسی کو کہا جائے کہ جیسے تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے ویسے نماز پڑھو تو وہ کہے گا کہ میں نے تو دیکھا ہی نہیں تو لامحالہ اس کو مرد کی نماز سے متعلقہ تفصیلی احادیث بتانی پڑیں گی ایسے ہی اگر عورتوں کو کہا جائے کہ ”تم اس طرح نماز پڑھو“ وہ اس طرح کی تفصیل پوچھے گی تو اس کی بھی عورتوں کے طریقہ نماز کے تفصیلی احادیث سنانی پڑیں گی شاید یہ وہی احادیث ہیں جن کو ابوقلابہ بھول گئے تھے ظاہر ہے کہ مردوں کی نماز سے متعلقہ اشیاء تو ان کو یاد رہی ہوں گی لیکن عورتوں سے متعلقہ اشیاء بھول گئی ہوں گی جن کو دوسرے صحابہ وتابعین نے ذکر کیا ہے۔

پس مالک بن حویرث کی مذکورہ بالا حدیث مرد وعورت کی نماز کے فرق کے لیے ایک مختصر ومجمل متن ہے اور گذشتہ ہر ہر مسئلہ میں ہر ایک سے متعلقہ احادیث اس اجمال کی تفصیل ہیں جو آپ حضرات کے سامنے آچکی ہیں، اگر غیر مقلدین اس تفصیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو وہ خود ان دو حکموں کی تفصیل اور ابوقلابہ جن اشیاء کو بھول گئے تھے ان کی تفصیل احادیث کے ساتھ پیش فرمائیں۔

جواب نمبر۳:

”صلوا کما رایتمونی اصلی“ کا حکم عورتوں کو علی الاطلاق شامل ہے یہ غیر مقلدین کی ذاتی رائے ہے اور اپنی اس ذاتی رائے کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مرد وعورت کی نماز ایک جیسی ہے ہماری گذارش یہ ہے کہ جب غیر مقلدین کے نزدیک خود پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے بغیر وحی کے حجت نہیں (طریق محمد ص ۵۷، ص ۵۹)۔

تو ان کی اپنی یہ ذاتی رائے کیسے حجت ہوسکتی ہے کیا ان کی ذاتی رائے کو العیاذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی رائے پر فوقیت حاصل ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے تو ان کے نزدیک بغیر وحی کے حجت نہیں بن سکتی لیکن یہ اپنی اس رائے کو حجت بنا کر دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

جواب نمبر۴:

اگر بقول غیر مقلدین ”صلوا کما رایتمونی اصلی“ کا خاص حکم مرد وزن سب کو علی الاطلاق شامل ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ امتیوں کی رائے ہے یا حدیث رسول ہے؟ اگر امتیوں کی رائے ہے تو اس پر حدیث کا لیبل چسپاں نہ کریں بلکہ صاف اقرار کریں کہ یہ امتیوں کی رائے ہے اور ہم اس کی بنیاد پر مرد وعورت کی نماز کو ایک جیسا کہتے ہیں، اور اگر یہ حدیث رسول ہے تو وہ صحیح صریح حدیث پیش کریں جس میں صلوا کما رایتمونی اصلی والے خاص حکم میں عورتوں کے شامل ہونے کی صراحت ہو۔

جواب نمبر۵:

صلوا عربی گرامر کے لحاظ سے مذکر صیغہ ہے یعنی اس مذکر صیغہ میں مردوں کو مخاطب بنا کر حکم دیا گیا ہے پس اس کا حقیقی واصلی مصداق مرد ہیں اس لیے اس کا حقیقۃ واصالۃ تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہو اور عورتوں کو شامل نہ ہو، اور اگر صیغہ مذکر کا ہو مگر وہ عورتوں کو بھی شامل ہو یہ تب ہوسکتا ہے کہ جب خاص اس حکم میں عورتوں کے شامل ہونے پر کوئی الگ صریح دلیل موجود ہو جیسے قرآن کریم میں حکم ہے ”واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ“ یہ مذکر صیغے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں حکم عورتوں کو شامل نہ ہوں لیکن دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے ”واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ“ (اور عورتیں نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں) اس صریح دلیل کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ ”اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ“ کا حکم عورتوں کو بھی شامل ہے۔

قرآن کریم میں حکم ہے ''قاتلوا جاھدوا'' وغیرہ یہ سب مذکر صیغے ہیں مذکر صیغوں کے ساتھ جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے چونکہ اس حکم میں عورتوں کے شامل ہونے پر الگ صریح دلیل موجود نہیں اس لیے ہم کہتے ہیں یہ حکم عورتوں کو شامل نہیں پس ''صلوا کمارایتمونی اصلی'' میں مذکر صیغے کے ساتھ حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد اس کیفیت کے ساتھ نماز پڑھیں جس کیفیت کے ساتھ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے پس اگر اس حکم میں عورتوں کے شامل ہونے پر کوئی الگ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث موجود ہے تو یہ حکم عورتوں کو شامل ہوگا ورنہ مذکر صیغوں کے ساتھ صادر ہونے والا یہ حکم عورتوں کو شامل نہ ہوگا ظاہر ہے کہ مردانہ طریقہ نماز کا حکم مردوں کو ہی شامل ہوگا عورتوں کو شامل نہ ہوگا اس بات کو ذرا عنوان کی تبدیلی کے ساتھ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مذکر صیغہ صرف مردوں کو شامل ہو یہ حقیقت ہے اور مذکر صیغہ عورتوں کو بھی شامل ہو یہ مجاز ہے اور مجاز کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، حقیقت کے مراد لینے پر دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی پس بغیر صریح دلیل کے عورتوں کو اس حکم میں شامل نہیں کیا جاسکتا، جیسے ایک آدمی تیز مزاج، بد خلق ہے جو ہر ایک سے لڑتا جھگڑتا ہے اور سب کے لیے باعث ایذاء بنا ہوا ہے اس کے آنے پر ایک صاحب نے کہا سانپ آگیا، سانپ آگیا یہ سنتے ہی ایک آدمی لاٹھی اٹھالیتا ہے سانپ کو مارنے کے لیے تو وہ صاحب یہ دیکھ کر وضاحت کردیتا ہے کہ بھائی سانپ یہ موذی آدمی ہے، سانپ کا حقیقی معنی کاٹنے والا ایک خاص جانور ہے وہ تو بغیر دلیل کے ذہن میں آگیا لیکن سانپ سے موذی آدمی مراد ہو، یہ مجازی معنی ہے یہ تب سمجھ آیا جب کہنے والے نے وضاحت کی، پس یہ وضاحت دلیل بن گئی مجازی معنی کے مراد ہونے پر اسی طرح صلوا کا حقیقی معنی یہ ہے کہ مرد حضرات اس طرح نماز پڑھیں جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے اور عورتیں بھی اس مذکر صیغے میں شامل ہوں یہ مجازی معنی ہے جو دلیل کا محتاج ہے اور دلیل بھی صریح۔

جواب نمبر ۶:

مرد و عورت کی نماز کے ایک جیسا ہونے پر ''صلو کمارایتمونی اصلی'' کی حدیث سے استدلال تین چیزوں پر موقوف ہے ایک یہ کہ یہ حکم عام ہے جو سب مردوں اور عورتوں کو شامل ہے دوسری یہ کہ مالک بن حویرث وغیرہ نے جو رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھی تھی وہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی تھی اس میں مرد و عورت کا طریقہ نماز یکساں تھا تیسری یہ کہ اس طریقہ پر نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک مردوں اور عورتوں کا دوام رہا کیونکہ دین کے احکام میں رسول اللہ ﷺ کی اخیر زندگی تک تبدیلی ہوتی رہی ہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد نبوی کی آخری نماز میں بھی ایک مسئلہ تبدیل ہوا ہے پہلے حکم یہ تھا کہ اگر امام بوجہ عذر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن اس آخری نماز میں رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس ہی کھڑے ہوکر مکبر بن گئے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پیچھے کھڑے رہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاذ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے اسی آخری عمل کو معمول بہ بنایا جائے گا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۶)

لہذا اس حدیث سے مطلوبہ دعوی پر استدلال تب ہوسکتا ہے جب یہ تین امور ثابت ہوجائیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''هٰذَا الْخِطَابُ اِنَّمَا وَقَعَ لِمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَاَصْحَابِهٖ بِاَنْ يُّوْقِعُوا الصَّلٰوةَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ رَاَوْهُ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْهِ نَعَمْ يُشَارِكُهُمْ فِي الْحُكْمِ جَمِيْعُ الْاُمَّةِ بِشَرْطِ اَنْ يَّثْبُتَ اِسْتِمْرَارُهٗ صلى الله عليه وسلم عَلٰى فِعْلِ ذَالِكَ الشَّيْءِ الْمُسْتَدَلِّ بِهٖ دَائِمًا حَتّٰى يَدْخُلَ تَحْتَ الْاَمْرِ وَيَكُوْنَ وَاجِبًا وَبَعْضُ ذَالِكَ مَقْطُوْعٌ بِاسْتِمْرَارِهٖ عَلَيْهِ وَاَمَّا مَالَمْ يَدُلَّ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْدِهٖ فِيْ تِلْكَ الصَّلَوَاتِ الَّتِيْ تَعَلَّقَ الْاَمْرُ بِاِيْقَاعِ الصَّلٰوةِ عَلٰى صِفَتِهَا فَلَا

"تَحْکُمُ بِتَنَاوُلِ الْاَمْرِلَۂ" (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۹۴ کتاب اخبار الاحاد باب نمبر ۱) یہ خطاب اصل کے اعتبار سے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان رفقاء کے لیے ہے کہ وہ نماز اس طریقہ سے پڑھیں جس طریقہ پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھا ہے البتہ اس حکم میں ان کے ساتھ امت کے تمام مرد حضرات شامل ہیں بشرطیکہ ان تمام کیفیات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخیر زندگی تک دوام واستمرار ثابت ہو پس ایسا آپ کا دائمی عمل اس حکم میں داخل ہے، اور وہ واجب ہے ان میں سے بعض پر دوام واستمرار قطعی ہے نیز جن کیفیات نماز کا ان خاص نمازوں میں جن کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم ہے دلیل سے موجود ہونا ثابت نہ ہو یہ حکم ان کیفیات کو شامل نہ ہوگا۔

ابن دقیق العید اور ابن حجر عسقلانی کے فرمان کے مطابق غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مالک بن حویرث وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن نمازوں کو دیکھا تھا ان نمازوں میں مردوں اور عورتوں کی کیفیات نماز اور طریقہ نماز ایک جیسا تھا اور نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک وہ طریقہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہا۔

جواب نمبر ۷:

اہل السنّت والجماعت کے علماء کا مسلک کہ مرد وعورت کی نماز کا طریقہ بعض کیفیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہے اور دونوں کے طریقہ نماز میں بعض وجوہ سے فرق ہے یہ مسلک اجماع امت سے ثابت ہے اس فرق پر مذاہب اربعہ کے یک صد حوالہ جات قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں اور جس مسئلہ پر مذاہب اربعہ متفق ہوں وہ امت کا اجماعی مسئلہ شمار ہوتا ہے اور اجماع امت اخبار وآحاد سے بھی مضبوط دلیل ہے۔

مرد وعورت کی نماز کا فرق گذشتہ مسائل میں مجموعی طور پر انتالیس (۴۰) احادیث وآثار سے ثابت ہے قارئین وہ احادیث وآثار بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مرد وعورت کی نماز کا فرق اس شرعی اصول سے بھی ثابت ہے "کہ عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے" جیسا کہ عورتوں سے متعلقہ تمام احکام شریعت میں اسی اصول کو بنیاد بنایا گیا ہے عورت کے طریقہ نماز میں بھی یہی بنیاد ہے۔

مرد وعورت کی نماز کا فرق قائلین فرق اور منکرین فرق کے متفقہ اکیس مسائل سے بھی ثابت ہیں۔

مرد وعورت کی نماز کا فرق مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مرد وعورت کے لیے جدا جدا دو حکموں سے بھی ثابت ہے۔

مرد وعورت کی نماز کا فرق مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور سات حکموں کے اعتبار سے بھی ثابت ہے۔

پس اگر غیر مقلدین اپنی ذاتی رائے کے مطابق "صلوا کما رایتمونی اصلی" کے حکم کو مرد وعورت سب کے لیے عام بنا کر مرد وعورت کی نماز کو اپنی اس ذاتی رائے کی بنیاد پر ایک جیسا بناتے ہیں تو یہ ان کا نظریہ...... اجماع امت کے خلاف ہے...... اڑتیس (۳۸) احادیث وآثار کے بھی خلاف ہے...... شرعی اصول جو متفق علیہ ہے اس کے بھی خلاف ہے...... اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بھی خلاف ہے۔

غیر مقلدین کی ذاتی رائے جو اتنی کمزور بلکہ غلط ہے اس کی بنیاد پر مرد وعورت کی نماز کا فرق جو مضبوط ترین دلائل کے ساتھ ثابت ہے اس کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے، مرد وعورت کی نماز کے فرق کے قائل صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ہر ایک کے ہمنوا دوسرے علماء کا متفقہ اجماعی مذہب ہے اسلیے اس کے ماننے میں ہدایت اور نجات ہے اور اس سے انکار گمراہی اور انجام تباہی ہے۔

ہم اخیر میں فقہ وفقہاء دشمن علمی یتیموں سے اتنی گذارش کریں گے۔

چشم حسود گرچہ ہو سو بار خونفشاں
خندیدہ گل کو خار بتایا نہ جائے گا

ہر چند زشت رو کے لیے غم فزا بنے
الزام آئینہ پہ لگایا نہ جائے گا

جو گل ہو لطف احمد مرسل سے باغ باغ
اس پر خزاں کا داغ لگایا نہ جائے گا

نور فقاہت حرکت اعدا پہ خندا زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

